بہ عون صانع بیکون و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

دفتر سوم

داستان امیر حمزہ

بار نہم ۹

مطبع منشی تیجکمار لکھنؤ میں طبع ہوکر مطبوع جہان ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دفتر سوم داستان امیر حمزہ صاحبقران گیتی ستان عم کبار پیغمبر آخر الزمان امیر ابو العلاء المعروف بہ حمزہ زلازل قاف کوچک سلیمان کا

واضح ہووے کہ جب ارنامیس دیو امیر کو زمرد حصار کیطرف لیکر چلا شام کے وقت ایک مکان پر اُترا کہ وہ مکان بہنایت خوش فضا تھا وا ازبس دلکشا تھا امیر نے مغرب کی نماز سے فراغت کر کے اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا ارادہ ہے اُس نے کہا کہ زمرد حصار یہاں سے بہت نزدیک ہے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ کیسی شب تاریک ہے رات کی رات یہاں آرام کیجیے طبیعت کو آسائش دیجیے صبح کو تشریف لیچلیے امیر نے فرمایا کہ مجھ کو حضرت خضر نے نصیحت کی ہے کہ دیوان قاف کا کبھی اعتبار نہ کرنا اسلیے میں تجھ کو درخت سے باندھ کر سوؤنگا کہ مجھ کو تیری طرف سے اطمینان ہو اُسنے عرض کی کہ یا امیر میں آپ سے دغا نہیں کرنیکا اور آپکو میرا اعتبار نہیں ہے تو بہتر ہے درخت سے باندھ دیجیے امیر نے سوتے وقت اُسکو ایک درخت عظیم الشان سے باندھ دیا اور آپ پوست گرگ بچھا کر سو رہے فراغت سے آرام کیا ارنامیس نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ تو پردہ قاف پر خدائی کرتا تھا جس کے کہنے سے اپنی خدائی سے دستبردار ہوا وہ ایسا بے اعتبار جانتا ہے کہ تجھ کو درخت سے باندھ کر آپ چین سے سو رہا تیری تکلیف پر اُسکو کچھ لحاظ نہ آیا ذرا رحم نہ کھایا پس ایسے شخص کی رفاقت میں رہنا دانائی سے دور ہے جسکو فقط اپنی غرض منظور ہے یہ سوچ کر مع درخت وہاں سے اُڑ گیا امیر کو اس میدان میں تنہا چھوڑا اُنکی ہمراہی سے منہ موڑا صبح کو جو صاحبقران جاگے درخت دیو کا

نشان نہ پایا وہی اگلا سا معاملہ پھر پیش آیا تجویز کیا کہ شاید درخت میں باندھنے سے ناخوش ہو کر چلا گیا اگر باندھا نہ جاتا بے وفائی نہ آتا بہر حال اسی میں خیر تھی جو ہوا نماز پڑھ کے ایک طرف کو روانہ ہوئے جب آفتاب خط استوا پر پہونچا صحرا ایسی لو چلنے لگی جسکی حدت سے ہڈی ہڈی پگھلنے لگی ایک طرف کو بہت سے درخت گنجان نظر آئے اُس گرمی میں آپکو دل سے بھائے امیر اُن درختوں کی طرف قدم زن ہوئے دیکھیں تو ایک باغچہ ہے اور ہوا سرد خوش آیند آتی ہے جسکی برودت سے طبیعت بہت چین پاتی ہے پوست گرگ بچھا کر بیٹھ گئے ایک ساعت نہ گذری تھی کہ ایک دیو آسیا سنگ لیے ہوئے آنکر امیر سے کہنے لگا کہ اے آدم زاد میرا خوف کیا تجھ کو مطلق نہ آیا جو تو نے اس جگہ کو اپنا آرام گاہ ٹھہرایا امیر نے فرمایا کہ میں دیوان **قاف** سے نہیں ڈرتا تم لوگوں سے ہرگز خوف نہیں کرتا اُسنے آسیا سنگ کو امیر کے سر پر مارا امیر نے بضرب سلیمانی سے اُسکو روک کر کے ایک ہاتھ جو اُسکے لگایا وہ دو ٹکڑے ہو گیا خواب عدم میں سو گیا جب تمازت آفتاب کی کم ہوئی وہاں سے اُٹھ کر آگے چلے پہر گھڑی دن باقی ہوگا کہ جنگل کیطرف سے بزن بزن اور توبہ توبہ کی صدا بلند ہوئی بڑے زور و شور سے آواز گریہ و بکا بلند ہوئی امیر متعجب ہوئے ٹھہر گئے دیکھا کہ قریب چار سو جن کے ارنائیس کو مارتے لیے آتے ہیں ضربیں اُسکے بدن پر لگتے ہیں رنائیس امیر کو دیکھ کر پکارا کہ یا **صاحبقران** برائے خدا مجھے بچاؤ جلد میری مدد کو آؤ امیر نے رحم کھا کر ارنائیس کو اُن جنوں سے چھڑایا اُن ظالموں کے ہاتھ سے اُسکو بچایا اور پوچھا کہ ماجرا کیا ہے تو کیوں اس بلا میں مبتلا ہے اُسنے کہا کہ **لاہوت شاہ** شکار کھیل رہا تھا میں جو اسطرف سے نکلا اُسنے مجھ کو پکڑوا کر جنوں کے حوالے کیا کہ اسکو میدان میں لیجا کر قتل کرو اسکو ہرگز جیتا نہ چھوڑو چونکہ میری زندگی تھی آپ سے ملاقات ہو گئی کہ مجھ کو ان مردودوں کے جور سے نجات ہو گئی نہیں تو آج مارا جاتا بے شبہ ملک عدم میں ٹھکانا پاتا امیر نے فرمایا کہ تو میرے پاس سے کیوں بھاگا تھا ارنائیس نے کہا کہ جیسا میں نے کیا ویسی سزا پائی اب کبھی ایسا نہ ہوگا کہ آپ سے دغا کروں اور پھر اکیلا چھوڑوں امیر پھر اُسکی گردن پر سوار ہو کر مرد حصار کیطرف چلے شام کو ایک مقام پر توقف کیا راہ کی ماندگی سے آرام لیا امیر بدستور سوتے وقت اُسکو ایک درخت سے باندھ کر سو رہے ارنائیس اُس شب کو بھی چلدیا امیر سے پھر فریب اور دھوکا کیا صبح کو امیر نے جو اُسکو نہ پایا فرمایا کہ معلوم ہوا دیو کی خلقت میں دغا بازی ہے اس فرقے کے قول پر اعتبار کرنا محض خطا ہے پھر یہ کہکر بعد ادائے نماز ایک سمت کو روانہ ہوئے سات دن منزل بمنزل چلے گئے آٹھویں دن ایک قلعہ نظر آیا آبادی کا نشان پایا جب متصل اُسکے گئے دیکھا کہ قلعہ کی فصیلوں پر قریب چار سو جن کے معین ہیں سب زبردست اور قوی تن ہیں اور دو جن سر کھولے مناجات کر رہے ہیں اور قلعہ کے گرد چار سو دیو دار شمشاد چقماق آسیا سنگ چادر زنگالہ ارہ پشت نہنگ ہاتھوں میں لیے ہوئے اڑے ہیں گویا یہ گروہ کسی کیساتھ لڑائی کا ارادہ کیے ہوئے کھڑے ہیں اور ایک دیو قلعہ کے دروازے کو توڑا چاہتا ہے اُسکے اوپر اپنے حربہ کا ہاتھ چھوڑا چاہتا ہے **صاحبقران** نے اُسکو للکارا کہ خبردار اگر قلعہ کے دروازے کا قصد کیا تو تو جانیگا اپنی صورت

نہ پہچانیگا پہلے مجھ سے لڑلے پیچھے قلعے کو توڑ نا اُس دیو نے کہا کہ اے آدمی تو تو میری خوراک ہے تجھ سے مجھ کو کیا خوف و باک ہے تو بھلا مجھ سے کیا لڑیگا صاحبقران نے کہا کہ اے مردک کیا بکتا ہے تو میرا کیا کرسکتا ہے ذرا میرے سامنے تو آ دیکھ تو میں تیری خوراک ہوں یا تو میرے نہنگ تیغ کا طعمہ ہوتا ہے تو مجھے نہیں جانتا کہ میں زلزل قاف کوچک سلیمان کشندہ عفریت وقاتل اہرمن ہوں وہ دیو بولا کہ یہ کہہ تو ہی نے گلدستہ قاف کو برباد کیا ہے ایک مدت سے برپا فتنہ وفساد کیا ہے معلوم ہوا کہ خون دیوان قاف کا بہر قصاص تجھ کو میرے پاس لے آیا ہے تیری اجل نے تجھ کو میرے پاس پہونچایا ہے یہ کہکر ایک زنگالہ امیر پر مارا امیر نے اُسکو رد کیا کمال چستی وچالاکی سے وار اُسکا خالی دیا اور عقرب سلیمانی سے اُس دیو کے دو ٹکڑے کیے اور دیو جو قلعہ کو گھیرے ہوے کھڑے تھے امیر پر آگرے سب نے ایکبارگی حملہ کیا چاروں طرف سے گھیر لیا امیر نے جب بہت سے دیو قتل کیے بقیۃ السیف سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے جب کوئی دیو اُس میدان میں نہ رہا اور دیووں کے خون سے ایک دریا بہا لاہوت شاہ قلعہ کے باہر نکلا اور امیر کو بصد تعظیم وتکریم قلعہ کے اندر لیگیا بہت اعزاز واکرام سے اپنے برابر بٹھلایا امیر نے نام پوچھا اُس نے عرض کی کہ لاہوت شاہ مجھ کو کہتے ہیں اسقدر دیو میری طاعت میں رہتے ہیں امیر نے فرمایا میری ایک غرض تم سے لاحق ہے اور انجام اُسکا تمھاری ریاست کے شایان ولائق ہے وہ بولا کہ فرمایئے بجالاؤں امیر نے کہا لانیسہ جو تیری بیٹی ہے اُسکا عقد ارنائیس سے کردے کہ میں نے اُس سے وعدہ کیا ہے لاہوت شاہ نے ظاہر میں کہا کہ وہ تو قاف کا بادشاہ ہے اگر آپ ایک غلام سے فرمائیں تو لانیسہ کا عقد کردوں آپکے ارشاد سے ہرگز انحراف نہ کروں مگر دلمیں اُسکو کہنا اُنکا بہت ناگوار ہوا امیر کا ہاتھ پکڑ کے لیگیا اور تخت پر کہ اُسکے نیچے چاہ معلق تھا باصرار تمام بٹھلایا اس بدسلوکی سے پیش آیا امیر بیٹھتے ہی مع تخت کنوئیں میں دھنس گئے اور سر کے بھل کنوئیں میں جا گرے اس احسان فراموش نے ایک پتھر اُس کنوئیں کے منھ پر رکھدیا اور یہ حکم دیا کہ دو سو تن چوکی پہرہ کیواسطے تعنیات رہیں اسکی حفاظت میں مستعد رہیں یہ خبر لانیسہ کو پہونچی غصے سے کانپتی ہوئی اپنے باپ کے پاس آئی اور یہ سخن بیساختہ زبان پر لائی کہ جو شخص اپنے ساتھ نیکی کرے اُسکے ساتھ بدی کرتے ہیں آپ غضب خدا سے نہیں ڈرتے ہیں صاحبقران نے تو تمھاری جان وحرمت بچائی اور تم نے اُسکے مار ڈالنے کی فکر کی لاہوت شاہ بولا کہ مجھ سے کہتا تھا کہ لانیسہ کی شادی ارنائیس دیو سے کرو اسلیے میں نے اُسکو قید کیا ایسا بیخ دیا اُسوقت تو لانیسہ چپ ہو رہی اُسکے جواب میں کچھ بات نہ کہی شب کو لباس شب دیجور پہن سلاح بدن پر لگا کر کنوئیں پر آئی اُنکے نکالنے کی تدبیر لگائی پتھر ہٹا کر کنوئیں کے اندر اُتر گئی امیر نے دیکھا کہ ایک معشوقہ چاردہ سالہ رشک ماہ لباس شبرنگ پہنے سر پہ میرے کھڑی ہے پوچھا کہ تو کون ہے بولی کہ لانیسہ میرا نام ہے آپکے چھڑانے کو آئی ہوں آپ کچھ خوف نہ کیجیے امیر نے سجدۂ شکر ادا کیا اور کمند پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکل آئے نگہبان مزاحم ہونے لگے لانیسہ تلوار کھینچکر جو اُنپر گری بہت سے جن مارے گئے اور کتنے بھاگ کر

لاہوت شاہ کے پاس اس حال کو دیکھ نہایت بدحواس ہو دوڑے اور مفصل حال بیان کیا لاہوت شاہ نے کیفیت سنکر سن ہو گیا
لانیسہ کی اس حرکت سے کمال متحیر ہوا مارے غصے کے رنگ متغیر ہو گیا امیر لانیسہ سے رخصت ہونے لگے لانیسہ
نے عرض کی کہ میں آپکی کنیزک ناخریدہ ہوں آپکو چھوڑ کر کہاں رہوں جہاں آپ جائینگے میں ہمراہ رکاب چلونگی اور آپسے
مفارقت نہ کرونگی ہر چند امیر نے اسکو سمجھایا لیکن اُسنے کچھ نہ مانا پیچھے ہو لی آخر اُسکی رفاقت کو بہتر جانا امیر کے ہمراہ
ہوئی کئی منزل تک تو پیدل چلی آخر تھک گئی چلنے کی طاقت نہ رہی بوجھ اُٹھانے کی قدرت نہ رہی امیر سخت مشکل
میں گرفتار ہوے ایک منزل کو چار چار پانچ پانچ روز میں طے کرنے لگے اُسکی وفاداری کا دم بھرنے لگے کئی روز کے بعد
دور سے ایک پہاڑ مثل برق درخشندہ نظر آیا دیکھا کہ بلور کا پہاڑ ہے اور اسکی ترائی میں صدہا کوس تک زعفران زار ہے
اور درمیان میں اُسکے ایک نہر جاری ہے جسکا پانی آب گوہر سے پانی بھرتا ہے اُسکی لطافت کو دیکھ کر آب حیات شرماتا ہے
اور چاروں طرف سے ہوا سرد آتی ہے جسکے سبب سے جان آرام پاتی ہے امیر اُس نہر کے کنارے بیٹھ کر سیر کرنے لگے سامنے سے ایک ارنا
نمودار ہوا اور سیدھا امیر کے پاس چلا آیا کچھ خوف نہ کھایا جب امیر اُسے پکڑنے گئے جنگل کی طرف بھاگا امیر نے دوڑ کر اُسے پکڑ لیا
اُسکو بھاگنے نہ دیا اور لانیسہ سے کہا کہ یہ تیری سواری کیواسطے خدا نے اسکو بھیجا ہے اللہ کو تیرے حال زار پر رحم آیا ہے
ہر گاہ وہاں سے آگے کو چلے لانیسہ کو اس ارنے پر سوار کیا اور ناک اُسکی ناتھ کر رسی لانیسہ کے ہاتھ میں دی ارنا تھوڑی دور
جا کر جنگل کیطرف بھاگا ہر چند لانیسہ نے زور سے اُسکی ناتھ پکڑ کے جھٹکے دیے لیکن وہ کب رکتا تھا دم بھر میں ہوا ہو گیا کہ
اُسکا کہیں پتہ نہ لگا امیر نے لانیسہ کیواسطے بہت تاسف کیا اور جس طرف کو وہ ارنا گیا تھا اُسی طرف کو روانہ ہوے
لانیسہ کا پتہ نشان کہیں نہ لگا دوپہر کے بعد ایک پہاڑ کی ترائی میں پہونچے ایک باغ دیکھا دلکشا و فرحت فزا اُس باغ میں
ایک گنبد طلائی بنا ہوا تھا اُسمیں بہت سا جواہرات جڑا ہوا تھا اور گرد اُسکے زربفتی سائبان چڑھا اور استادوں پر کھینچے ہوے
تھے اُسمیں بھی اچھے اچھے شیشہ آلات لگے ہوے تھے امیر جو اُس گنبد کے دروازے پر گئے دروازہ اُسکا اندر سے بند پایا
اُسکے اندر داخل ہونے کا اسلوب کوئی ذہن میں نہ آیا سنتے کیا ہیں کہ ایک شخص تو بالتجا کہتا ہے کہ تو مجھکو قبول کر اپنی مفارقت
سے نہ ملول کر اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ کہنا قبول ہے مگر تیری رفاقت منظور نہیں ہے ایسا کام کرنا میرا دستور نہیں ہے
امیر نے پکار کر کہا اندر کون ہے دروازہ کھولدو کہ میں تمھارے پاس آیا چاہتا ہوں جب کسی نے نہ سنا امیر نے ایک لات مار کر
دروازہ کو توڑ ڈالا اُسکا ہر پیچ مروڑ ڈالا اندر جا کر دیکھیں تو واہ واہ لانیسہ تو تخت پر بیٹھی ہے اور سامنے اُسکے ارنائیس ہاتھ
باندھے کھڑا منتیں کر رہا ہے بے ضبط ہو کر آہیں سرد بھر رہا ہے ارنائیس نے جو صاحبقران کو دیکھا پاؤں پر گر کر کہنے لگا
کہ دیکھیے لانیسہ کی میں لاکھ منت کرتا ہوں اس بیرحم کے پاؤں پر سر ٹیک دھرتا ہوں لیکن مجھکو قبول نہیں کرتی اگر آپ
اسکو سمجھا کر میرا عقد کر دیجیے تو جیتے جی فرمانبرداری سے سر نہ پھیرونگا اور جہاں فرمائیے گا وہاں پہونچا دونگا صاحبقران
نے فرمایا کہ تو نے دو بار بھاگ کے مجھ سے بیوفائی کی اُس دشت بیابان میں مجھے تنہا چھوڑا اور دغا دی وہ بولا کہ آپ مجھے

باندھکر سو رہے مجھکو اذیت ہوئی ہے بھاگ گیا اب میرا قصور للہ معاف کرو اپنے سینے کو اس کینے سے صاف کرو اب کبھی ایسا قصور نہ کرونگا تمام عمر تابعدار رہونگا صاحبقران کو اُسکی زاری و نالی پر رحم آیا لانیسہ سے فرمایا کہ اے لانیسہ ارنائیس مجھے دنیا میں پہونچا دینے کا اقرار کرتا ہے تیرے عشق میں مرتا ہے پس میری خاطر سے اسکو قبول کر اسقدر خود داری بہتر نہیں ایسی دل آزاری بہتر نہیں لانیسہ نے ہاتھ باندھکر عرض کی کہ یہ تو دیو ہے اگر آپ مجھے گدھے کے حوالے کریں تو مجھکو بدل و جان منظور ہے آپکے ارشاد سے انحراف کرنا میرا کیا مقدور ہے لیکن میری بھی اس سے یہی شرط ہے کہ یہ آپکو دنیا میں ضرور پہونچا دے پھر اپنی بدذاتی سے دغا نہ دے اُسنے قبول کیا امیر نے بعد عقد کر دینے کے لانیسہ کا ہاتھ ارنائیس کے ہاتھ میں پکڑا دیا ارنائیس نے آداب بجا لا کر کہا کہ اب مجھکو حکم ہو کہ اپنے قلعہ عقیق نگار میں اس کو لیجا کر رسومات شادی ادا کروں اس مطلب کے حاصل ہونے سے اپنے دلکا حوصلہ نکالوں کہ کسی طرح کی حسرت میرے اور اسکے دلمیں باقی نہ رہے کوئی طعنے کی بات نہ کہے کیونکہ میں جب آپکو دنیا میں پہونچا دونگا اور خلاف حکم آسمان پری کے عمل میں لاؤنگا آسمان پری سے یہ خبر چھپی نہیں رہیگی اور وہ بلاشبہہ مجھے مار ڈالیگی پس آرزو اپنے دلکی نکالوں حسب دلخواہ داد عیش و نشاط دوں تیسرے دن میں آپ کے پاس حاضر ہونگا جو کچھ آپ ارشاد کیجیے گا وہ کرونگا امیر نے اسکو رخصت کر کے فرمایا کہ میں تین دن تک تیرا منتظر رہونگا اگر اپنے قول پر تو قائم رہا تو بہتر ہے نہیں تو اپنے کیے کی سزا پائیگا اپنی بدعہدی پر بہت پچھتائیگا ارنائیس لانیسہ کو گردن پر سوار کر کے قلعہ عقیق نگار کیطرف چلا آدھی دور گیا ہوگا کہ اثنائے راہ میں ایک سبزہ زار خوشنما نظر آیا وہ مکان اُسکو دل سے بھایا تالاب کے کنارے ناشپاتی کے درختوں کے سائے میں لانیسہ کو اتار کر بولا کہ اے جان تم یہاں ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں ایک ضروری کام کو جاتا ہوں عقیق نگار میں یوں تمہارا لیجانا سبکی ہے سواری تمہارے واسطے لے آؤں تم کو عزت و توقیر سے وہاں لیجاؤں یہ کہکر عقیق نگار کیطرف چلا لانیسہ کو جو گرمی معلوم ہوئی کپڑے اُتار کر تالاب میں غسل کرنے لگی کہ پانی کی سردی سے گرمی کی تکلیف دور ہو طبیعت مسرور ہو ایک ساعت نہ گزری تھی کہ میدان کی طرف سے ایک گھوڑا اسنا بھینسے سے مشابہ آکر اُس تالاب کے کنارے کھڑا ہوا چونکہ اُسکی صورت عجیب تھی نہایت مہیب تھی لانیسہ نے جو گھوڑے کو دیکھا گھبرا کر تالاب سے نکل آئی پریشان خاطر ہوئی اور گھبرائی کپڑے اپنے لینے کو چلی گھوڑا لانیسہ کیطرف دوڑا لانیسہ خوف سے چاروں شانے چت زمین پر گر پڑی گھوڑے نے اپنے دل کا مقصد نکال لیا خوب مزہ لیا خدا کی قدرت سے اُسی دم لانیسہ کے شکم میں نطفے نے قرار پایا واضح ہو کہ لانیسہ کے بطن سے ایک گھوڑا پیدا ہوگا اللہ کی قدرت کا نمونہ ہویدا ہوگا نام اُسکا اشقر دیوزاد رکھا جائیگا وہ بہت بلکہ مدت العمر امیر کی سواری میں رہیگا جو اسے دیکھیگا اُسکی خوبی پر غش غش کریگا الغرض جب وہ دیو فراغت کر چکا اپنی خواہش نفسی سے فارغ ہوا زمین پر لوٹ کے اصلی صورت بنگیا لانیسہ نے کہا اے ارنائیس یہ کیا حرکت تھی جو تجھ سے وقوع میں آئی اور اس صورت میں کیا تو نے کیفیت اُٹھائی ارنائیس بولا کہ کل خدا جانے کیا ہوگا اسواسطے آج میں نے اپنا مقصد دل حاصل کر لیا زمانہ ہر وقت

اپنا رنگ نیا دکھلاتا ہے اپنی طبیعت کو تیرے وصال سے محظوظ کیا یہ کہکر اسکو بدستور کاندھے پر چڑھا کے قلعہ عقیق نگار
میں لیگیا اور جشن ترتیب دیا سامان عیش و طرب جیسا کہ چاہیے تھا مہیا کیا دن بھر تو عیش و نشاط میں مصروف رہتا شب
کو لانیسہ کو بغل میں لیکر صبح سے سوتا لذت وصلت سے محو ہوتا جب تک میں اسکی داستان پر آؤں چند کلمے آسمان پری
کے حال میں سناؤں ایک دن صبح سرخ پوشاک پہنکر پیشانی پر تیوری کا بل دیکے تخت پر بیٹھی کمال ناز و ادا سے سریر
بینظیر پر جلوہ افروز ہوئی اور ارکان دولت کو جو ہمیشہ دربار میں حاضر ہوتے تھے طلب کیا جس نے اسکو اس ہیبت سے
دیکھا رنگ اُسکا زرد ہوگیا ہر شخص کو خوف تھا کہیں ہم غضب میں نہ پڑجائیں بیٹھے بیٹھے عبدالرحمٰن کی طرف مخاطب
ہوئی کہ خواجہ امیر کو میں نے بیابان سرگرداں میں پھڑوایا تھا اور جو دیو کہ اسکو لے گئے تھے اُنکو اُسکے وہیں چھوڑ آنیکا حکم دیا
تھا دیکھ تو آجکل صاحبقران کہاں ہیں زندہ ہیں یا بیجان ہیں اور کس فکر میں ہیں کس شغل و ذکر میں ہیں عبدالرحمٰن نے
ہاتھ باندھکر عرض کی اے ملکۂ آفاق از روے رمل تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیر بیابان سرگرداں میں آجتک پریشان
ہیں اُسی جنگل میں حیران و سرگرداں ہیں مگر ارنائیس دیو نے امیر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میری معشوقہ لانیسہ کو دلوا دیجیے
تو جو فرمائیے گا وہی کرونگا میں آپکو دنیا میں پہونچا دونگا سو امیر نے لانیسہ کو اُسے دلوا دیا جو اُس سے کہا تھا وہ کیا آج دوسرا
دن ہے کہ وہ قلعہ عقیق نگار میں مصروف جشن ہے کمال فارغ البالی سے داد عیش و نشاط دے رہا ہے آج کے دوسرے
دن امیر کو دنیا کیطرف لیجائیگا جو اُسنے قول و قرار کیا ہے اُسے بجا لائیگا آسمان پری سنتے ہی آتش کا پرکالہ ہوگئی نہایت
غصے سے شوریدہ مثل شعلہ جوالہ ہوگئی اور کہنے لگی کہ ارنائیس نے بھی یہ دل گردہ پایا کہ میرے شوہر کو مجھ سے جدا کرنیکا
قصد کیا اُسکے دلمیں میری طرف سے ذرا خوف نہ آیا دیکھو تو میں اُسکو کیسی سزا دیتی ہوں یہ کہکر فوراً تخت پر سوار ہوئی اور
کئی ہزار دیو جن پریزاد کو ساتھ لیکر قلعہ عقیق نگار کیطرف چلی جب متصل پہونچی خبرداروں نے خبر دی آسمان پری سے
اطلاع کی کہ ارنائیس لانیسہ کو لیے ہوے پلنگ پر سو رہا ہے اس غفلت میں اُسکو گرفتار کر لیجیے مشکیں باندھ کر دیو اُنکو دیجیے
آسمان پری جاتے ہی دونوں کی مشکیں باندھکر گلستان ارم میں لے آئی اور ہڈیاں نرم کرکے زندان سلیمانی میں کہ جہاں کا
قیدی جیتے جی چھوٹتا نہیں ہے قید کیا اور تمام شہر میں ڈھنڈھورا پٹوا دیا کہ جو کوئی امیر کو بے حکم میرے دنیا میں پہونچانیکا
قصد کریگا اور میری عدول حکمی کی راہ میں پاؤں دھریگا اُسکی ویسی ہی سزا ہوگی اب امیر کا حال سنیے کہ جب تین روز
گذر گئے اور ارنائیس نہ آیا فرمایا کہ دیو کی قوم حقیقت میں کمال بدعہد و احسان فراموش و بیوفا ہے اُنکی بات پر اعتماد کرنا سراسر
خطا ہے حمزہ کوئی تجھ کو دنیا میں نہ پہونچا دیگا جو دیو کہ اپنی غرض کو وعدہ بھی کریگا تو آخر کو دغا کریگا مگر خدائے عز و جل کہ اُسمیں
سب طاقت ہے وہ اپنی رحمت تیرے حال پر فرمائے اور پھر تجھ کو دنیا میں پہونچائے یہ سوچکر مہر نگار کو یاد کرکے زار زار
رونے لگا ناگاہ ایک طرف سے آواز سلام علیک کی آئی امیر دیکھیں تو حضرت خضر ہیں اُٹھکر تعظیم دی اور کہا کہ یا پیغمبر خدا
کیا میں اسیطرح سے قاف میں سرگرداں رہونگا کب تک ان بیابانوں میں اسیطرح سے حیران و پریشان رہونگا جو شخص

مجھ سے وعدہ پہونچانے کا کرتا ہے وفا نہیں کرتا بدذاتی اور شرارت کرنے سے کبھی خطا نہیں کرتا ارنائیس دیو نے کس کس طرح
کی قسمیں کھائیں لیکن ایفاء وعدہ نہ کیا حضرت خضر نے فرمایا کہ یا ابا العلا وقت پر موقوف ہے تم اپنے دلمیں نہ گھبراؤ
کچھ تردد و اندیشہ اپنے خاطر میں نہ لاؤ انشاء اللہ المستعان تم دنیا میں جاؤ گے اپنے عزیز و اقربا کی ملاقات سے حظ وافی
اٹھاؤ گے مگر چند برس کسالے ہے اور ارنائیس دیو کا کچھ قصور نہیں ہے اُسکے قول و قرار میں کچھ فتور نہیں ہے اُسکا ارادہ
ایفائے وعدہ کا تھا لیکن آسمان پری عبد الرحمن سے حال دریافت کرکے عقیق نگار سے اسکو قید کر لیگئی اور گلستان ارم
میں جاکے سزا دیکر زندان سلیمانی میں دونوں کو قید کیا یہ کہکر حضرت خضر تو جدھر سے آئے تھے اُدھر چلے گئے یہ اس بات کے سننے سے
ایسے متحیر ہوئے کہ اُنکو خبر بھی نہ ہوئی کہ کدھر چلے گئے امیر وہاں سے آگے کو روانہ ہوئے سترہ دن تک منزلیں طے کیں اٹھارھویں
دن ایک پہاڑ کے نیچے پہونچے چوٹی پر اُس کوہ کے ایک گنبد بلور کا بہت بلند نظر آیا گرتے پڑتے اپنے تئیں اُسکے قریب پہونچایا اور
اُسکے کلس کو دیکھا کہ اگر آفتاب اُس سے آنکھ ملائے تو چکا چوند میں آئے امیر نے کہا کہ اسکو نزدیک سے دیکھا چاہیے اس قلعہ
کی کیفیت اچھی طرح دریافت کیا چاہیے پہاڑ پر چڑھ گئے چار دیواری باغ کی دیکھی مگر دروازہ اُسکا باہر سے مقفل پایا کوئی
اُنکو وہاں نظر نہ آیا امیر اُس قفل کو توڑ کر باغ کے اندر گئے کمال دلیری کرکے بیخوف و خطر گئے دیکھا واقع میں باغ ارم سے
پہلو مارتا ہے ایسا دلچسپ مکان تو میں نے تمام قاف میں کہیں نہیں پایا فرمایا کہ حیرت ہے کہ میں قاف میں آیا ہوں ایسا باغ اور ایسا مکان
کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اور کلس کو جو غور سے دیکھا معلوم ہوا کہ گوہر شب چراغ بعینہ رکھا ہوا ہے ایک لعل بے بہا جڑا ہوا ہے
امیر نے حضرت آدم کے معجزے سے ہاتھ بڑھا کر گوہر شب چراغ کو کلس پر سے اُتارا اپنے تاج کے گوہر شب چراغ سے جو ملایا تو سر مو کچھ
فرق نہ پایا امیر بہت اپنے دلمیں خوش ہوئے کہ یہ بھی سوغات قاف کی ہے دنیا میں کا ہیکو ایسے گوہر شب چراغ کسی بادشاہ یا شہنشاہ
کے دیکھنے میں آئے ہونگے امیر گنبد کے اندر جو گئے تو ایک تخت جواہر نگار بچھا دیکھا جدھر کو آنکھ اُٹھائی اُسطرف ہر اسباب اپنے
اپنے موقع سے بے مثال اور کمیاب لگا ہوا دیکھا چاہا کہ اُسپر ساعت دو ساعت استراحت کریں ذرا اپنی طبیعت کو اس سفر کی
ماندگی سے آرام دیں پھر دلمیں خیال آیا کہ عجب نہیں ہے کہ یہ مکان بھی کسی دیو کے قبضے میں ہو وہ تم کو اس جگہ دیکھ کر غصے میں
آئے اور کچھ اذیت پہونچائے اسواسطے یہاں ٹھہرنا نامناسب ہے اس مکان سے نکل چلنا واجب ہے یہ سوچکر گنبد سے باہر نکل کر
ایک روش پر پوست گرگ بچھا کر اور اپنے عصا پر تکیہ لگا کر بیٹھے ایک ساعت نہ گذری تھی کہ جنگل کیطرف سے اس زور کی ہوا
آئی کہ باغ کے بڑے بڑے عظیم الشان درخت قریب تھا کہ گر جائیں ہوا کے صدمے سے زمین پر آئیں بعد ازاں ایک دیو
سفید رنگ پانسو گز کا قد و قامت چلاتا ہوا باغ میں آیا اُسنے اپنے شور و غل سے زمین آسمان کو سر پر اٹھایا کہ وہ کون
چور ہے جسنے گوہر شب چراغ تبرک حضرت سلیمان گنبد کے کلس سے اُتار لیا اور اس گنبد سلیمانی کو بے رونق کیا امیر نے
سامنے آکر نعرہ مارا اور اللہ اکبر کہکے للکارا کہ او لنبو بدقطع چربی کے پتلے کسے ڈھونڈھتا ہے تو مجھ کو بھی جانتا ہے یا نہیں مجھ
کشندۂ دیوان شکنندۂ طلسمات کو پہچانتا ہے یا نہیں اگر جانتا ہے تو جان سلامت لے جا اور پہچان میں زلازل قاف کوچک سلیمان

کشندۂ عفریت و مقاتل ہرمن ہوں۔ دیو بولا کہ آج معلوم ہوا کہ تم میں قوت آپ ہی کی ہے بدایا کیا ہوا ہے تمام فساد ہے تمہارا
ہی فساد کیا ہوا ہے آدم زاد دیکھ ان سب کا بدلہ میں تجھ سے لیتا ہوں اور کیسی تجھکو سزا سخت دیتا ہوں اگر ہزار جان
رکھتا ہوگا تو ایک بھی میرے سامنے سے لیکر نہ جائیگا اب تو کسی صورت اپنی جان میرے ہاتھ سے نہ بچا سکیگا امیر نے
کہا کہ بڑبڑاتا کس واسطے ہے اگر دیو ان مقتول کا مشتاق ہے اور انکی ملاقات کا اشتیاق ہے تو میں تجھکو بھی انکے پاس بھیجدوں
اسی دم انکے پاس روانہ کردوں لا کیا ضرب رکھتا ہے میرے سامنے آ اور اپنی بہادری دکھا اسنے وار شمشاد کے جسمیں چند
آسیا سنگ کے لگے ہوئے تھے بقوت تمام امیر کے سر پر ماری صاحبقران نے عقرب سلیمانی سے اسکو رد کرکے دیو
کے کمربند میں ہاتھ ڈالا اور لنگر اسکا اٹھا کر زمین پر دے مارا اور چھاتی پر اسکے سوار ہوکے خنجر ستم اسکے گلے پر رکھدیا تب تو وہ
دیو آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کہ اے زلزلۂ قاف مجھکو نہ مار میں تیرے بڑے کام آؤنگا جو کچھ تو حکم کریگا وہ بجان و دل بجا لاؤنگا
امیر نے فرمایا کہ اگر مسلمان ہو تو کیا مضائقہ ہے میں تجھکو قتل سے رہائی دیتا ہوں نہیں تو ابھی اسی خنجر سے تیری جان لیتا
ہوں دیو بولا کہ اس پہاڑ کے تلے چند میرے دشمن ہیں اگر تو انکو مار ڈالے تو میں مسلمان ہوجاتا ہوں صدق دل سے تیرا مطیع فرمان
ہوتا ہوں صاحبقران نے فرمایا کہ وہ کون ہیں انکا پتہ نشان بتا انکی کیفیت مجھے مفصل سنا دیو نے کہا کہ اس پہاڑ کے تلے

مقابلہ کرنا دیو سفید کا اور صاحبقران کا پچھاڑ کر چھاتی پر چڑھ بیٹھنا اور جان بچانا اسکا بمکر و فریب اور پھر منحرف ہونا صاحبقران سے

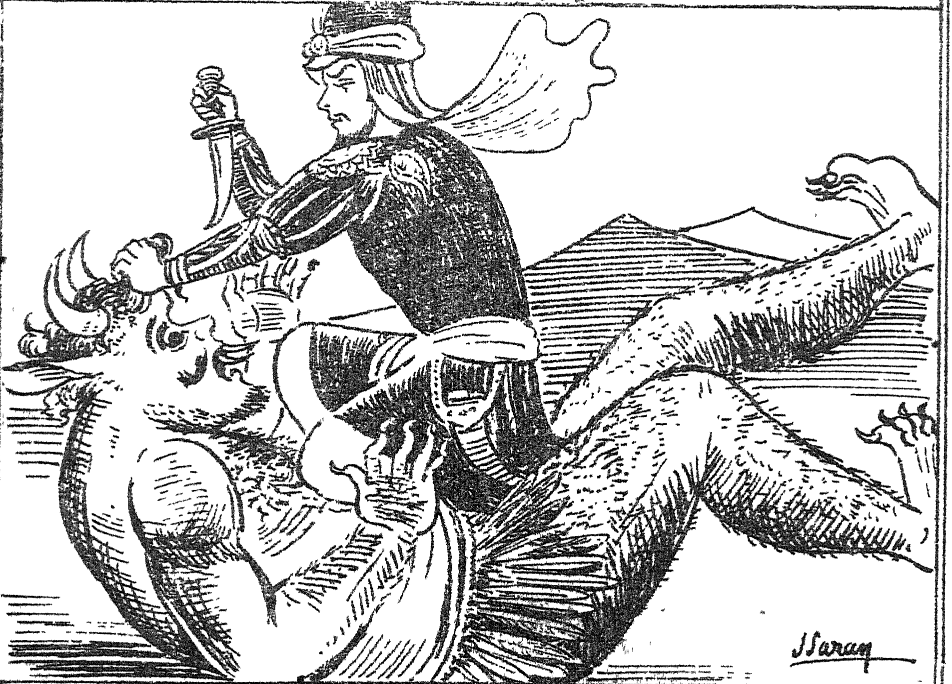

حضرت سلیمان کی سیرگاہ ہے آخر روز وہاں بیٹھ کر زعفران زار کی سیر کیا کرتے تھے اور اس نزہت گاہ سے بے دغدغہ مزہ لیا کرتے تھے اس زعفران زار میں سات نسناس سلیمانی رہتے ہیں اُنکو سب دیو بڑا صاحب قوت کہتے ہیں یا صاحبقران مجھ ہی پر موقوف نہیں ہے اُن سے سب دیو ڈرتے ہیں اُنکی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اگر اُنکو مار دیجیے تو مجھ پر بڑا احسان ہوگا امیر نے فرمایا کہ مجھ کو وہاں لیچل وہ دیو امیر کو پہاڑ کے نیچے لے آیا اُنکا قرارگاہ اُنکو دکھایا امیر نے دیکھا کہ کوسوں تک زعفران زار ہے اور اُسکے درمیان میں ایک نہر ہے کہ جسکا عرض دو سو گز کا ہے اور طول کا حساب نہیں آب مصفا و خوشگوار ہے اور درمیان میں اس نہر کے ایک چبوترہ بلور کا پچاس گز کا مربع اور پچاس ہی گز بلند اور کٹہرے پکھراج کے اُسکے گرد لگے ہوے ہیں اُن کٹہروں میں بھی بڑی بڑی صنعتوں سے جواہرات جڑے ہوے ہیں اور وسط میں اس چبوترے کے ایک تخت الماس نگار بچھا ہوا ہے وہ بھی نفاست میں بے مثل دیکھتا ہے اور کوہ زعفران زار کا عکس اس چبوترے میں جھلکتا ہے گویا سبزہ ہوا کی جنبش سے لہکتا ہے امیر جست کرکے اُس چبوترے پر جا کھڑے ہوے اور چاروں طرف کی سیر کرکے دیو سفید سے پوچھا کہ وہ تیرے دشمن کہاں ہیں اُسنے کہا کہ اسی زعفران زار میں ہیں آپ پکار کر کہیے کہ اے ہفت نسناس تم کیا کھاتے ہو وہ آپکو جواب دینگے اور آپکے روبرو آئینگے ہرگز آنے میں دیر نہ لگائینگے امیر نے پکار کر کہا کہ اے نسناسو تم کیا کھاتے ہو اور کہاں ہو میں تمہارا مشتاق آیا ہوں میری ملاقات کے لیے باہر آؤ مجھ کو اپنی صورت دکھاؤ آواز آئی کہ ہم زعفران کھاتے ہیں آپ ٹھہریے ہم ابھی آتے ہیں بعد ازاں ساتوں نسناس امیر کے سامنے آئے برابر امیر کے کھڑے ہوکے اپنے پرے جمائے امیر نے دیکھا کہ عجب ہیئت ہے جسم تو اُنکا مشابہ آدمی اور دانت سامنے کے نیزے کے برابر ایسے تیز ہیں کہ اگر مکھی بیٹھے تو چھد جائے امیر عقرب سلیمانی کو کھینچکر اُن کے درمیان میں کودے اور ساتوں کو اسی تیغ آبدار سے قتل کیا پھر سفید دیو سے کہا کہ اب تو تیرے دشمن مارے گئے سب رنج و الم زائل ہوا مقصد دلی حاصل ہوا وہ سفید دیو خوش ہوا اور ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا چوتڑوں پر رکھ کے ناچنے لگا اور بولا کہ اے آدم زاد تو نے میرے دشمنوں کو مارا اب میں تیرا دشمن موجود ہوں ہماری قوم کا دستور یہی ہے کہ نیکی کے بدلے بدی کرتے ہیں اُسکے مکافات سے نہیں ڈرتے ہیں یہ کہکر ایک تختہ سنگ گراں کا اُٹھا کے اوپر پھینکا امیر نے اُسکو خالی دیا اور تلوار کھینچکر امیر دوڑے وہ بے اختیار بھاگا دم نہ لیا ایک ساعت قیام نہ کیا ہرچند امیر نے اُسکو بلایا مگر وہ امیر کے پاس نہ آیا اور کہنے لگا کہ میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ تیرے پاس آکر اپنی جان دوں قصداً اپنے کو ہلاک کروں جب کبھی تجھکو غافل پاؤنگا اُسوقت تجھ کو اسکا مزہ چکھاؤنگا یہ کہکے اُڑکر چلا گیا صاحبقران نے اپنے دل میں کہا کہ اب یہاں رہنا اچھا نہیں ہے اس جگہ سے جلد چلنا مناسب ہے سفید دیو تیرا دشمن ہوا ہے خدا جانے کس وقت قابو پاکر ایذا دیوے اور مجھ سے اپنا بدلا لیوے اُسی دم وہاں سے روانہ ہوے راوی لکھتا ہے کہ پیہم سات شبانہ روز امیر سفید دیو کے ڈر سے چلے گئے کہیں ایک دم ستانے تک نہیں تاکہ اُسکے پنجہ سے نجات پائیں اُس بدذات کے ہاتھ سے ایذا نہ اُٹھائیں آٹھویں دن ایک آبادی نظر آئی وہاں کچھ اور ہی کیفیت پائی خلقت وہاں کی آدھا جسم رکھتی تھی جب دو شخص ملکر کھڑے ہوں تو ایک آدمی پورا ہوئے چنانچہ اُن لوگوں کو نیم تنا کہتے ہیں اور وہ اسی صورت سے رہتے ہیں اور اُنکے بادشاہ کا فتوح نیم تن نام تھا وہ نہایت با اخلاق اور مروت میں مشہور عالم تھا

ہر گاہ اُس بادشاہ کو صاحبقران کے آنے کی خبر پہونچی استقبال کر کے باعزاز تمام اپنے شہر میں لیگیا اور تخت پر اصرار کر کے بٹھلایا اور نہایت خاطرداری و احترام سے پیش آیا اور قدمبوس ہوکر عرض کرنے لگا کہ میں نے جب سے حضرت سلیمان سے سنا تھا کہ ایک آدم زاد یہاں آکر دیوان قاف کو زیر و زبر کریگا ہزاروں کو زخمی ہزاروں کو بے سر کریگا وہ سلیمان ثانی ہو گا اُسکے پاس تمغۂ سلیمانی ہو گا تب سے میں آپکا مشتاق تھا آپکے ملنے کا کمال اشتیاق تھا شکر ہے کہ خدائے عزوجل نے آپکے قدم دکھائے کہ آپ خیر و برکت سے یہاں تشریف لائے الغرض اُس بادشاہ نے کئی دن تک امیر کی دعوت کی امیر نے اُس بادشاہ سے کہا کہ تجھ سے ہو سکتا ہے کہ مجھ کو دنیا میں پہونچا دے اُسنے عرض کی ہم نیم تن ہیں اپنی سرحد سے باہر قدم نہیں اُٹھا سکتے ہم اس جگہ سے دوسری جگہ ہرگز نہیں جاسکتے امیر اُن سے رخصت ہوکر آگے کو روانہ ہوئے راوی لکھتا ہے کہ صاحبقران نے بہزار محنت و مشقت دس روز میں اُس بیابان آفت نشان کو طے کیا گیارھویں دن ایک دریا کے کنارے پہونچے دیکھا دریا لہریں مار رہا ہے اور جہاز و کشتی کا نام و نشان نہیں ہے عبور کرنا اُس دریا سے بغیر ناؤ کے امکان نہیں ہے حیران ہوکے کہنے لگے کہ حمزہ قاف میں ایسے ایسے دریا بہتے ہیں کہ جن کے تلاطم کا شمار نہیں آدمی کیا پرندوں کو اختیار نہیں پس دنیا میں تمہارا جانا معدوم ظاہر ایہیں رہنا تمہارے مقسوم میں ہے ایک پتھر پر بیٹھکر مہر نگار کے فراق اور یاروں کے اشتیاق میں زار زار رونے لگے اُنکی یاد میں اپنی جان کھونے لگے اُسی رونے کی حالت میں آنکھ لگ گئی خواب غفلت میں سو گئے کئی دن کی ماندگی سے بیہوش ہو گئے سفید دیو تو اپنی گھات میں لگا ہی ہوا تھا امیر کو غافل دیکھکر پتھر سمیت وہاں سے اُٹھا کر ہوا ہوا دو کوس زمین سے بلند ہوا ہو گا کہ اُسوقت ہوا کی شدت سے امیر کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو دیو سفید اُڑائے لیے جاتا ہے گٹھری کی طرح اپنی پیٹھ پر انکو لٹکائے لیے جاتا ہے امیر نے فرمایا کہ اے دیو سفید میں نے تجھ سے نیکی کی اور تو مجھ سے بدی کرتا ہے کیا نیکی کا بدلہ بدی ہے بھلا خدا سے نہیں ڈرتا ہے بولا کہ میں تجھ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم لوگ نیکی کے بدلے بدی کرتے ہیں یہی ہماری عادت ہے اب یہ بتا کہ تجھ کو پہاڑ پر پھینکدوں کہ دریا میں امیر سوچے کہ دیو کی مت اُلٹی ہوتی ہے جو کہونگا اُس کے برعکس کریگا امیر نے کہا کہ مجھ کو پہاڑ پر پھینکدے اگر مجھ سے عوض لیتا ہے تو اسطرح سے سفید دیو بولا کہ اے آدم زاد میں تجھ کو دریا میں پھینکونگا کہ تو ڈوب مرے پھر ہمارے ساتھ ظلم و تعدی نہ کرے یہ کہکر اُس سنگ سمیت دریا میں پھینک کر چلتا ہوا فی الواقع اُنکے کہنے کے خلاف کیا خواجہ خضر و الیاس نے حکم خدائے تعالٰے سے ہاتھوں ہاتھ امیر کو لیکر دریا کے کنارے کھڑا کر دیا امیر نے دونوں پیغمبروں کو سلام کیا اور بصد زاری و نالہ کہا کہ یا حضرت آسمان پری نے سخت مجھ کو تنگ کیا ہے نہایت رنج دیا ہے دنیا میں مجھ کو جانے نہیں دیتی اس تکلیف سے راحت پانے نہیں دیتی حضرت خضر نے فرمایا کہ یا امیر گھبرانے کا مقام نہیں ہے آب و دانہ کے ہاتھ ہے جب آب و دانہ اُٹھے گا تب تم یہاں سے جاؤ گے اپنے وطن میں پہونچو گے آرام پاؤ گے چند روز اور سخت ہیں یہ بھی خدا چاہتا ہے تو نکلے جاتے ہیں اللہ پر بھروسا کر کے صبر کرو اب تمہارے

دن اچھے آتے ہیں اب تھوڑا احوال شہپال شاہ و آسمان پری کا سنیے کہ ایک دن شہپال شاہ دربار میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ آسمان پری سرخ پوشاک پہنکر آئی اپنی صورت اُس نے شعلہ بھبوکا بنائی اور اپنے تخت پر بیٹھ کر خواجہ عبدالرحمٰن کو طلب کیا اُن کے حاضر ہونیکا حکم دیا اُسوقت اٹھارہ لاکھ سردار دیو اور پری زاد بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے جس نے اس سج دھج سے آسمان پری کو دیکھا کانپنے لگا مارے خوف کے ہر شخص اپنا منھ ڈھانپنے لگا کہ آج آسمان پری بصورت مریخ دربار میں آئی ہے بہت خشمناک دربار میں تشریف لائی ہے دیکھیے کس کے سر پر قضا کھیلتی ہے کون کون اپنی جان سے جاتا ہے کس پر اُسکا غصہ آفت لاتا ہے اسمیں عبدالرحمٰن نے آکر بادشاہ اور ملکہ کو مجرا کیا ملکہ نے مخاطب ہوکر پوچھا کہ خواجہ دیکھو تو امیر اسوقت کہاں ہیں زندہ ہیں یا بیجان ہیں غمگین ہیں یا شادمان ہیں خواجہ نے زائچہ دیکھکر اپنا سر پیٹ کر آنکھوں سے آنسو بہائے اور شہپال سے یوں زبان پر لائے کہ آپکے ساتھ حمزہ نے کیا بدی کی ہے کہ جس کا یہ بدلا آپ لیتے ہیں اور اُسکو ایسے رنج دیتے ہیں بادشاہ نے گھبراکر پوچھا کہ خواجہ خیر تو ہے اُن کا کیا حال ہے سچ بتاؤ کس مصیبت میں گرفتار ہیں مجھے جلد بتاؤ عرض کی کہ جہاں شر ہو وہاں خیر کا کیا ذکر ہے سفید دیو نے حمزہ کو دریائے اخضر میں پھینکدیا ہے دیکھا چاہیے کہ جیتا بھی رہتا ہے یا نہیں بادشاہ نے یہ خبر بد اثر سنکر تاج سر پر سے اُتار کے زمین پر پھینکدیا اس بات کے سننے سے اُسکو بڑے رنج و الم نے گھیر لیا اور آسمان پری نے بھی بال اپنے سر کے نوچ ڈالے ہائے ہائے کی چلائی اور نالہ و فریاد بیقرار ہو کر زبان پر لائی اُسی دم بادشاہ مع خرد و کلاں دریائے اخضر کی طرف روانہ ہوئے تخت کو دیوؤں نے اُڑایا دم بھر میں اُس دریا پر پہنچا دیا صاحبقراں خواجہ خضر و مہتر الیاس کے ساتھ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تھے کہ بادشاہ مع آسمان پری پہنچا امیر نے سلام پھیر کے داہنے طرف جو رخ کیا شہپال اُنکو دکھائی دیا تیوری چڑھائی بائیں طرف متوجہ ہوئے اُسطرف آسمان پری کھڑی تھی امیر نے اُسکی طرف سے بھی منھ پھیر لیا دونوں کی طرف ہرگز التفات نہ فرمایا آسمان پری اور بادشاہ حضرت خضر کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ یا حضرت اب ہم آپکے اقرار کرتے ہیں کہ بعد چھ مہینے کے امیر کو دنیا میں پہونچا دینگے ہرگز وعدہ خلافی نہ کرینگے اگر خلاف اسکے ہو تو آپکے اور خدا کے گناہگار ہوں ابکی بار ہمارا قصور آپ صاحبقراں سے معاف کرا دیجیے حضرت خضر نے امیر کو سمجھایا اور نہایت لطف سے فرمایا کہ جہاں نو برس رہے ہو وہاں اور بھی چھ مہینے میری خاطر سے رہو جو کچھ بمقتضاے تقدیر الٰہی معاملہ پیش آئے اُسکو چار و ناچار سہو آسمان پری اور شہپال قسمیں کھاتے ہیں اُنکی قسموں کو بھی دیکھو امیر نے سر جھکا کر کہا یا حضرت آپ پیغمبر خدا ہیں اچھے بندے مقبول بارگاہ کبریا ہیں مجھ کو غیر از اطاعت و فرمانبرداری کیا چارہ ہے بہت اچھا چھ مہینے اور رہونگا آسمان پری اور شہپال شاہ دونوں امیر کے قدموں پر گر کے عذر خواہ ہوئے اپنی حرکات ناملائم پر بہت معذرت کی معاف کرنے پر قسم دی امیر مجبور ہو کر حضرت خضر اور الیاس سے رخصت ہو کر

شہپال شاہ و آسمان پری کے ساتھ تخت پر بیٹھ کر گلستان ارم کو روانہ ہوئے

داستان خسرو ہندوستان لندھور بن سعدان کا قلعہ سراندیپ پہونچنا اور شکست دینا مہلہل سگسار و ملک اجروک کو اور بہرام گرد خاقان چین کا اقلیم چین کی طرف جانا اور جلوس فرمانا اپنے تخت سلطنت پر

راوی لکھتا ہے کہ جب ملک لندھور اور بہرام گرد خاقان چین اس راستہ پر پہونچے کہ جہاں سے ملک چین کو راہ گئی تھی ملک لندھور نے باصرار تمام خاقان کو رخصت کیا چنانچہ بہرام گرد خاقان چین چین کی طرف راہی ہوا اور لندھور اپنے ملک کی جانب آیا ادھر کا حال سنیے کہ مہلہل سگسار و ملک اجروک بہت دنوں سے قلعہ سراندیپ کو گھیرے ہوئے پڑے تھے اور کئی بار اہل قلعہ سے لڑے تھے ایک دن طبل جنگ بجا کر قلعہ پر حملہ کیا مسلمانوں پر دھاوا کرنیکا حکم دیا مسلمان دست مناجات بلند کرکے جناب احدیت کی بارگاہ میں زاری کرنے لگے یکایک جنگل کی طرف سے گرد اٹھی ہرگاہ باد نے دامن گرد کو چاک کیا علمہائے شیر پیکر و نشانہائے ہزبر چہرہ نمودار ہوئے تنی نئی صورت کے جوان اس غبار سے پیدا ہوئے قلعگیوں نے دوربین لگا کر دیکھا کہ وارث ہندوستان السلطنت کو چک سلیمان قائم مقام صاحبقراں نبیرہ شیث پیغمبر خسرو ہندوستان لندھور بن سعدان گرز وزرہ جوشن پہنے گرز گرانبار کاندھے پر رکھے فیل میمونہ پر سوار باکمال شوکت و اقتدار چلا آتا ہے فوراً قلعہ میں شادیانے بجنے لگے ملک اجروک و مہلہل سگسار شادیانے کی آواز سنکر کمال متعجب ہوئے کہ اس عالم ضیق میں محصوران حصار شادیانے بجاتے ہیں ہماری جماعت اور لشکر کثیر کا خوف بالکل اپنی خاطر میں نہیں لاتے ہیں کہ دفعۃً خسرو ہندوستان ملک لندھور سگساروں کی فوج پر آ گرا ان سے لڑنا شروع کیا جیپور نے دیکھا کہ خسرو ہندوستان لڑ رہا ہے دروازہ قلعہ کا کھول کر مع فوج آپ بھی شریک جنگ ہوا اس صورت میں لڑائی کا اور ہی رنگ ہوا ملک اجروک نے اپنا ہاتھی فیل میمونہ کے برابر لاکر ایک گرز خسرو پر مارا خسرو نے تو اسکو رد کیا مگر وہ گرز فیل میمونہ کی مستک پر لگا فوراً مغز اسکا خرطوم کی راہ سے نکل پڑا وہ ہاتھی ضرب سخت سے بیکار ہو گیا عاجز اور بیقرار ہو گیا خسرو کود کر ہاتھی سے الگ ہوا ملک اجروک نے دوسرا وار خسرو پر کیا خسرو نے خالی دیا اور اسکے ہاتھی کی سونڈ پکڑ کے ایک جھٹکا جو مارا تو ہاتھی منھ کے بھل آرہا اسکی سونڈ سے خون کا دریا بہا ملک اجروک ہاتھی سے جدا ہوکر خسرو کے مقابل ہوا لڑنے پر مستعد اسکا دل ہوا خسرو نے اسکا کمربند پکڑ کر اٹھالیا اور سر گرداں کرکے اس زور سے زمین پر پٹک دیا کہ اسکے ہونٹ چھٹی کے دودھ سے تر ہو گئے خسرو کا زور و قوت دیکھ کر اسکے ہوش و حواس منتشر ہو گئے چاہتا تھا کہ اٹھ کر بھاگے خسرو نے اسکو پکڑ کے ایک پاؤں اسکا

اپنے پاؤں کے نیچے دبایا جب اچھی طرح اُسپر قابو پایا تب دوسرا پاؤں ہاتھ سے پکڑ کر مثل پارچۂ کہنہ چیر کے پھینکدیا
اس جوان کوہ پیکر کو دو ٹکڑے کیا اور سگسار دیو کی طرف متوجہ ہوا ناگاہ ایک گرد ابر سیاہ فلک پر پیدا ہوا اور اسمیں در
سے بادل کڑکا کہ لوگوں نے جانا آسمان زمین پر گر پڑا گیا قیامت آئی کیسی آفت آئی اور برق کے چمکنے سے ہر ایک کو
چکاچوندھی آگئی سبھوں کی آنکھوں پر مارے دہشت کے اندھیری چھا گئی بعد ازاں فلک سے ایک پنجہ پیدا ہوکر لندھور
کو اٹھا لیگیا گویا ایک بگولہ تھا کہ تنکے کو اڑا لیگیا سگسار دیو نے یہ ماجرا دیکھ کر شیر کیطرح سے فوج ہند پر حملہ کیا سب
لشکر کو ایکبارگی ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا فوج ہند پھر قلعہ بند ہوئی قلت جمعیت کے دہشت زدہ بند ہوئی اور سگسار حصار کو محاصرہ
کرکے اتر پڑے پھر پہلے کیطرح گھیرنے پر اڑے اب جبتک یہاں اس داستان پر آؤں وہ کیفیت ملک لندھور کی داستان
کے سناؤں لندھور کو جو پنجہ رزمگاہ سے اٹھا لیگیا وہ راشدہ پری راشد حبشی بادشاہ ملک اسفین مضافات قاف
کی بیٹی تھی ایسے بادشاہ ذیجاہ صاحب وصاف کی بیٹی تھی اُسنے جو زور و قوت ملک لندھور کا دیکھا تجویز کیا اور اس امر کو
قرار دیا کہ اسکو لیجاکر سفید دیو کو مارا چاہیے کہ اُس روسیاہ نے راشدہ پری پر عاشق ہوکر راشد حبشی سے پیغام شادی
کا دیا تھا اُس پری باحسن وجمال سے قصد مواصلت کا کیا تھا ہرگاہ راشد حبشی نے قبول نکیا اور کچھ کلمات سخت
کہے اور جواب تند اور دندان شکن دیے تو اُسکو پکڑ کر ایک غار میں کہ اُسکے مکان کے متصل تھا قید کیا اور درپے گرفتاری
راشدہ پری ہوا کہ اُسکو بھی قید کرکے اپنے دام میں لائے اور اپنی طبیعت کا مزہ اُٹھائے راشدہ پری اس خبر کو سنکر
گلستان ارم کیطرف گئی کہ آسمان پری کو اپنا معین و مددگار کرکے اُس سے نجات حاصل کیجیے وہاں جاکر معلوم ہوا
کہ آسمان پری کسی ملک کیطرف گئی ہے راشدہ پری وہاں سے پھر کر دل بہلانے کو پردہ دنیا کیطرف گئی چندروز
بطریق تفریح طبع وہاں رہی پھرتے وقت سراندیپ میں قوت و زور لندھور کا دیکھ کر لندھور کو اٹھا لائی اسکی صورت و
شکل دل سے بھائی اور اپنے باغ میں لاکر آرایش ہفت کرکے خسرو کے سامنے آئی وہ زیب و زینت سے اپنی صورت
فرشتہ فریب دکھائی کہ لندھور نے جو راشدہ پری کو دیکھا تو ایک جان چھوڑ ہزار جان سے عاشق ہوگیا اُس کی
شکل حور تمثال دیکھکر قلق سے رنگ فق ہوگیا پوچھا کہ مجھکو اس باغ میں کون لایا ہے میں یہاں کسطرح سے آیا ہوں اور یہ کون
ملک ہے راشدہ پری بولی کہ لونڈی آپکو اٹھا لائی ہے یہ حرکت اسی تابعدار سے بے اختیارانہ ظہور میں آئی ہے اور یہ
ملک پرستان ہے ایک دیو نے میرے باپ کو قید کیا ہے اور مجھکو چاہتا ہے کہ اپنی زوجیت میں لائے اور مجھکو کسی طرح
سے قبول نہیں ہے چونکہ ہم لوگوں کے بادشاہ نے بھی ایک آدمزاد کو پردہ دنیا سے بلاکر ہزاروں دیو قتل کروا کے
ملک ز دست رفتہ کو نئے سرے سے اپنے قبضہ میں کیا ہے اور اُسکی مدد سے اپنے دشمنوں سے خوب انتقام لیا ہے
اور اپنی بیٹی سے اُس آدمزاد کی شادی بھی کی ہے وہ لڑکی کہ حسن وجمال میں بینظیر ہے اُسکے نکاح میں دی ہے میں بھی
اپنی اعانت کیواسطے آپکو لے آئی ہوں اگر آپ اُس دیو کو مار سکیں تو میں تاحیات مستعار لونڈی گری میں حاضر ہوں

تمام عمر آپکی اطاعت میں ہونگی لندھور نے کہا کہ راشد جنی کہاں ہے راشدہ پری نے خسرو کو راشد جنی کے مکان قید پہ بھجوا دیا اُسکی جگہ و مقام سے اُنکو مطلع کیا جو دیو راشد جنی کے نگہبان تھے خسرو کو دیکھکر اپنے سردار کے پاس کہ جسکا نام سقرلاے برہمن تھا دوڑے گئے اور کہا کہ ایک آدم زاد آیا ہے اور معلوم نہیں کہ اُسنے یہانتک کیونکر گذر پایا ہے سقرلاے برہمن نے لندھور کو دیکھکر چاہا کہ اُسے پکڑ کے سفید دیو کو بطریق تحفہ نذر دیوے اور اُسکے عوض میں اُس سے کچھ انعام لیوے لندھور کے پکڑنے کو ہاتھ جو بڑھایا اور جسوقت اُسکے قریب آیا لندھور نے اُسکا ہاتھ پکڑ کے ایسا جھٹکا دیا کہ سقرلاے برہمن کا ہاتھ شانے سے اُکھڑ گیا اس صدمے سے وہ مجبور ہوا دیوون نے جو اپنے سردار کا یہ حال دیکھا حربے لیکر لندھور پر آگرے لندھور نے بہت دیوؤں کو تہ تیغ کیا کسی کا حربہ اپنے اوپر آنے نہ دیا بقیۃ السیف بیتاب ہو کر بھاگے آخر لندھور راشد جنی کو آزادی دیکر اور اپنے ہمراہ لیکر قصر ابیض میں آیا راشد جنی نہایت خسرو کا ممنون ہوا اور خسرو کے لیے جشن شاہانہ ترتیب دیا اور اُسکی محفل طرب و نشاط کا حکم کیا خسرو نے عین جشن میں خواجہ عبد الرحیم سے کہ راشد جنی کا وزیر تھا فرمایا اُسکی طرف مخاطب ہو کر یہ سخن زبان پر لایا کہ اپنے بادشاہ کو خبر دو کہ میں راشدہ پری پر عاشق ہوں میرا عقد اس کے ساتھ کر دیوے اور مجھ سے اپنی حسب خواہش قول و قرار لیوے خواجہ نے خسرو کا پیغام اپنے بادشاہ سے ادا کیا راشد جنی نے کہا کہ تم میری طرف سے کہدو اور اس بات کو اُس سے بطرز شائستہ کہو کہ مجھ کو اپنی بیٹی تم کو دینا فخر ہے مگر شرط یہ ہے کہ پہلے سفید دیو کو کہ دشمن جانی ہے قتل کیجیے اور قصر مرمر کو دیوون سے مستخلص کر دیجیے پھر شوق سے راشدہ پری کو اپنے نکاح میں لائیے لندھور نے قبول کیا رات کی رات تو سو رہا صبح کو سفید دیو کے مارنے کو روانہ ہوا اب سفید دیو کا حال سنیے کہ دیو پلنگ سر نے جا کر اُسے خبر دی کہ ایک آدم زاد تمھارے دیوون کو جو چوکی پر تھے قتل کر کے راشد جنی کو چھڑا لیگیا اور تمھاری تلاش میں ہے وہ مردود سنتے ہی آپ میں نہ رہا بولا کہ زلازل قاف کو تو میں نے دریاے خضر میں ڈبو دیا ہے اُسکا کام تمام کیا ہے اب یہ دوسرا آدمی کہاں سے پیدا ہوا گھر میں آکر دیکھا تو ایک جوان قوی ہیکل راشدہ پری کو گود میں لیے ہوے بیٹھا ہے سفید دیو یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار ہو شمشاد لیکے لندھور پہ دوڑا اور اُسپر حملہ کیا لندھور نے اُسکے وار کو خالی دیا اور وہ شمشاد چھین کر ایک گھونسا اس زور سے اُسکے سر پر مارا کہ سفید دیو فرش زمین ہو گیا خسرو نے اُسکی مشکیں باندھ لیں اور جہانتک دیو اُسکے مکان میں تھے اُنکو نکال کے مکان پر اپنا قبضہ کیا اور سفید دیو کو لا کر راشد جنی کے حوالہ کیا راشد جنی نے خسرو کو گلے سے لگایا اور بہت سا زر و جواہر خسرو پر سے نثار کیا اور سفید دیو کو ایک غار میں کہ دو پہاڑون کے درمیان میں واقع تھا قید کر کے کئی ہزار دیو اُسکی محافظت کیواسطے تعینات کیے اور اُسکی حفاظت کیواسطے سخت سخت حکم دیے اور لندھور کیواسطے جشن ترتیب دیکر راشدہ پری کو نامزد کیا اُسکے عقد میں بکمال رغبت دیا اور خواجہ عبد الرحیم کو شادی کا سامان تیار کرنیکے واسطے حکم دیا خواجہ نے کئی دن کے عرصے میں شادی کا سامان مہیا کیا جو شخص جس خدمت کے لائق تھا اُسکو اُس کام کے انجام کا حکم دیا راشد جنی نے

بڑے دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی شادی خسرو کے ساتھ کردی جو بات کہ شایان سلطنت ہوتی ہے وہ کی بعد انفراغ شادی کے لندھور نے دیووں کو مارکر قصر مرمر اپنے قبضہ میں کیا سب دیووں کو وہاں سے نکالدیا اور راشدہ پری کے ساتھ شب و روز عیش کرنے لگا اُنکی محبت کا دم بھرنے لگا ناگہاں ایک دن لندھور گرمی کے موسم میں سنگ مرمر کے چبوترے پر درختوں کے سایہ میں بیخبر سوتا تھا دیو پلنگ سر نے کہ دن رات اپنا قابو ڈھونڈھا کرتا تھا سفید دیو کو غار سے نکالکر خبر دی کہ اسوقت وہ فلانے مقام پر بیخبر پڑا سوتا ہے اس حالت میں اُسکو گرفتار کر لیا چاہیے سفید دیو لندھور کو الگ تھلگ اُٹھاکر اپنے مکان میں لیگیا اور طوق و زنجیر پہنا کر غار میں ڈالدیا اور اس کیفیت سے اُسکو قید کیا بعد ازاں راشدہ پری کے پکڑنے کو گیا کہ اُسکو بھی گرفتار کروں اُس سے بھی اپنا بدلا لوں راشدہ پری نے اُسکے خوف سے اپنے کو طلسم اہل جبال میں کہ دیوسپید جیسے اُس طلسم کا بانی تھا ڈالدیا اُس مردود کے خوف سے اُس جگہ اپنے تئیں پوشیدہ کیا سفید دیو نے یہ خبر سنکر چاہا کہ اُس طلسم میں جاوے اور پھر اُسکو بھی اپنے پنجے میں لاوے ہمراہیوں نے منع کیا کہ اس طلسم میں جاکر آجتک کوئی جیتا نہیں نکلا جو وہاں جاتا ہے ہلاک ہوتا ہے مرکر خاک ہوتا ہے سفید دیو مع دیوان ہمراہی اُس طلسم کے گرد محاصرہ کرکے بیٹھا اب کچھ حال سگساروں کا بیان کروں اُنکی حالت سے تم کو اطلاع دوں ہرگاہ لندھور کو بیچہ اُٹھا لیگیا اور جیپور قلعہ بند ہوا سگساروں نے قلعگیوں پر عرصہ تنگ کیا جیپور نے ناچار ہوکر مہلل سگسار سے ایک مہینے کی مہلت مانگی اپنی تدبیر کرنے کیلیے فرصت مانگی اور ایکنامہ بہرام گرد خاقان چین کو لکھا کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں زندگی سے بیزار ہیں خبر لینی ہو تو جلد لیجیے جسطرح سے ہوسکے ہماری مدد کیجیے ورنہ اپنا کام تمام ہوتا ہے خاقان چین لشکر لیکر سراندیپ کیطرف روانہ ہوا ہرگاہ بنگالے میں پہونچا زادخان و سمند خاں تلے دو بھائی فن آتشبازی میں کمال رکھتے تھے خاقان چین سے آکر ملاقات کی اور مستعد ہوکر یہ بات کہی کہ اگر ہم کو اپنے ہمراہ لیچلیے تو سگساروں کو یک قلم پھونک دیویں ایسا جلا کر خاک سیاہ کریں کہ کہیں اُنکا نشان نہ رہے آدمی کیا کہ باقی کوئی مکان نہ رہے خاقان اُن کے اس کلام سے بہت خوش ہوا اور اُنکو خلعت سرفرازی دیکر اپنے ہمراہ لیا اور اُن سے بہت سلوک کرنیکا وعدہ کیا سگساروں کا حال سنیے کہ جب مدت مہلت تمام ہوئی قلعہ پر حملہ کیا پھر انکو از سر نو صدمہ دیا مسلمان دست بدعا ہوکر دعا مانگنے لگے کہ الٰہی اس آفت سے تو ہمکو بچا ان دیووں کے پنجے سے چھڑا ابہنوز قلعہ پر حملہ نکیا تھا کہ خاقان چین آپہونچا خدا کے حکم سے اُنکی مدد کے لیے جا پہونچا زادخاں و سمند خاں کی آتشباری کی فوج سگسار تاب نہ لاسکی اُنکے آگ برسانے سے وہ ہرگز اپنے تئیں نہ بچاسکی بہتیرے جل بھن کر واصل جہنم ہوے اور بعض جو بچے جان لیکر مانند شتر بے مہار بھاگے ایسا خوف آتشباری کا اُن کے دلمیں سمایا تھا اور اس آتشباری کے کرنے سے اُنھوں نے ایسا صدمہ پایا تھا کہ اگر شب تیرہ میں شہاب ثاقب کو دیکھتے تو آتشباری سمجھ کر ہوائی کیطرح سے ہوا ہوتے دہشت سے اپنے حواس کھوتے بہرام خوش خوش قلعہ سراندیپ میں

داخل ہوا جب قلعہ کو اُسکے آنے سے کمال حیرانی حاصل ہوا گو لشکر صفدر کیواسطے کمال متردد و متفکر تھا اُس کے دریافت حال کیواسطے بہت مضطر و متحیر تھا چنانچہ ہر طرف عیار لشکر صفدر کی تلاش کیواسطے بھیجے تاکہ اُسکا حال دریافت کرکے اُسکو اطلاع کریں اور اُسکی طبیعت کو تسکین دیں اب راشدہ پری کا حال سُنیے کہ اُسنے جب سفید دیو کی دہشت سے اپنے کو طلسم جنبال میں ڈالا تھا وہ حاملہ تھی بعد نو مہینے کے ایک بیٹا ہوا اُسکے صدف شکم سے یک گوہر شاہوار پیدا ہوا راشدہ نے نام اُسکا ارشیون پریزاد رکھا اور احوال اُسکے پیدا ہونیکا مع نام ایک کاغذ پر لکھکر تیر کے پیکان میں باندھکر طلسم کے باہر پھینکدیا اُسکے پیدا ہونیکی اطلاع کا اپنے باپ تک یہ سامان کیا اتفاقاً ایک پریزاد نے اُس تیر کو پایا اور بجنسہ اُس تیر کو راشد جنی کے پاس پہونچایا راشد جنی نے اُس پریزاد سے کہا کہ اس خط کو سراندیپ میں لیجا جو کوئی ارشیون پریزاد کا بزرگ ہو اُسکے حوالے کر آ فوراً اس خط کو جسطرح سے ممکن ہو اُسکے پاس پہونچا پریزاد نے قلعہ سراندیپ میں جاکر خاقان چین کی گود میں خط کو ڈالدیا راشد جنی کا حکم تعمیل کیا بہرام نے بہتیرا چاہا کہ وہ خط پڑھا جاوے کوئی اُس خط کا مضمون اُسے پڑھکر سنا نہ سکیں چونکہ خط جنی تھا کسی سے پڑھا نہ گیا کوئی اُسکو پڑھ نہ سکا ناچار ہوکر اُس خط کو حفاظت سے اپنے پاس رکھا کہ آخر کوئی پڑھنے والا اسکا کبھی تو ملجائیگا ایک دن یہ کام آئیگا ارشیون پریزاد کا حال سُنیے جب وہ آٹھ برس کا ہوا اپنی ماں کو محزون و ملول دیکھکر پوچھنے لگا کہ تم محزون و ملول کیوں رہتی ہو اپنے رنج و ملال کا حال مجھ سے کیوں نہیں کہتی ہو راشدہ نے تمام سرگذشت اپنی کہہ سنائی اپنی اور اُسکی حقیقت سب مفصل بتائی اور کہا کہ اے فرزند میں نے اپنی عزت بچانے کو اس طلسم میں اپنے کو ڈالا تھا اس تدبیر سے میں نے اپنے کو اُس ملک سے نکالا تھا مگر اب جیتے جی اس سے نکلنا دشوار ہے اس غم سے میرا حال زار ہے اور باپ بھی تیرا دیو سفید کی قید میں ہے کاشکے وہ چھوٹا ہوتا تو امید پڑتی کہ وہ کسی فکر سے اس طلسم سے نکالے گا ہمکو کسی آفت سے بچالیگا ارشیون نے کہا کہ اس طلسم کی لوح بھی کسی کے پاس ہوگی اُسکو تلاش کیا چاہیے وہ لوح کسی صورت سے لیا چاہیے راشدہ نے ایک خط لوح کے تلاش کرنیکے واسطے اپنے باپ کے نام لکھکر بدستور تیر میں باندھکر طلسم کے باہر پھینکدیا جن جو راشد جنی کیطرف سے طلسم کے باہر تعینات تھے منجملہ اُنکے ایک نے اس خط کو راشد جنی کے پاس پہونچایا راشد جنی نے جہانتک ڈھونڈھوانیکا حق تھا لوح کو ڈھونڈھوایا جب کہیں ٹھکانا نہ لگا ایک خط راشدہ پری کے نام لکھکر ایک پریزاد کو دیا کہ اسکو طلسم کے اندر پھینک آ جس جگہ سے تو اُس خط کو لایا تھا اُسی جگہ اس خط کو پہونچا چنانچہ فوراً اُسنے اُسکے حکم کی تعمیل کی وہاں کی راہ لی راشدہ نے اس خط کو پڑھکر ارشیون سے کہا کہ تیرے نانا نے لکھا ہے کہ میں نے خوب ڈھونڈھوایا لیکن کہیں لوح کا پتہ نہ پایا لوح طلسم کے اندر ہے وہیں تلاش کیجائے شاید ہاتھ آئے ارشیون مایوس ہوکر زار زار رودیا ناگہاں اُسی عالم گریہ میں آنکھ جھپک گئی دیکھا کہ ایک پیر مرد کہتا ہے کہ اے فرزند کسواسطے اتنا غم کھاتا ہے تیرے مکان کے سامنے جو گنبد ہے اُسکے دروازے کو کھول اُسمیں ایک دیو بند ہے اور گلے میں اُسکے ایک لوح یاقوت کی بخط جلی

لکھی ہوئی ہے تو اس لوح کے حسب الحکم عمل کرکے اسی صورت ہوگا کہ جس وقت تجھ کو نظر آئے تو اس سے ہرگز نہ ڈرنا وہ دیو تیرے ہاتھ سے لوح تیرے حوالے کرکے چلا جاویگا تو اپنا مطلب پا لیگا اور اس طلسم کو بفضلہ تعالیٰ فتح کریگا ارشیون نے جاگ کر اس خواب کو اپنی ماں سے بیان کیا وہ راز سربستہ عیاں کیا اور گنبد کا دروازہ جا کے کھولا دیکھا تو واقعی ایک دیو ہے اور اس کے گلے میں ایک لوح یاقوت کی بندھی ہوئی پائی جو بات کہ اس مرد نے کہی تھی وہی صورت نظر آئی ارشیون نے لوح کو جو غور کرکے دیکھا لکھا تھا کہ اے شکنندۂ طلسم یہ اسم پڑھکر اس دیو پر دم کر وہ لوح تجھ کو دیکر چلا جائیگا اس لوح سے تو اپنا مطلب پائیگا جس وقت وہ دیو چلا جائے تو اس کے سر پر جو پہنچنا وصل ہوگا لیکن دو ہاتھی مست تیرے سامنے لڑتے ہوئے آئینگے اور وہ تجھ کو خوب ڈرائینگے تو لوح کو دونوں کے درمیان ڈالدینا وہ دونوں لوح کیواسطے آپسمیں ایسا لڑینگے کہ دانتوں کی رگڑ سے آگ نکلیگی اور اسی آگ سے وہ دونوں جل کر خاک سیاہ ہوجائینگے تجھ پر کسی طرح قابو نہ پائینگے ارشیون حکم لوح تعمیل کرکے آگے بڑھا تا دریافت کرے کہ اسکی حقیقت کیا ہے اور کیا ماجرا ہے دیکھتا کیا ہے کہ ایک میدان لق و دق ہے کہ جسکے دیکھنے سے آدمی کا زہرہ پھٹ جائے خون تمام جسم کا دم بھر میں گھٹ جائے اور تہ میدان میں ایک درخت دیو سار کا ہے اسکے ہر پتے پر عالم نقش و نگار کا ہے اسکی پھننگ پر ایک جانور بیٹھا ہوا ہے جثہ اسکا فیل کے برابر ہے اس صورت کا جانور دنیا میں کمتر ہے اور چونچ کو شمشیر کی مانند تیز کیے ہوئے تھیلی کو خواجہ عمرو کی تھیلی کی مانند تیار کیا ہے ارشیون نے لوح کو دیکھ کر کمان میں تیر پر اسم اعظم دم کرکے اسکی تھیلی کو نشانہ کیا تیر کو اپنی شست سے اسکی جانب تاک کے روانہ کیا تیر کا لگنا تھا اور اسکا زمین پر گرتا تھا اسکے گرتے ہی ایک آندھی سیاہ ایسی اٹھی کہ روز روشن شب یلدا سے زیادہ تاریک ہوگیا ایک دوسرے کو نظر نہیں آتا تھا اندھیرے کی کثرت سے دم ہر ایک کا گھبراتا تھا اور شور و غل برپا ہوا کہ جان لینا جانے نہ پائے اپنے کو سلامت نہ پہونچائے شکنندۂ طلسم دیو دار دیو کو مار کر جاتا ہے دیکھیں تم میں سے کون اسکو شمشیر لگاتا ہے ارشیون بموجب حکم لوح اسم اعظم پکار پکار کے قرأت کرنے لگا جب روشنی ہوئی دیکھا کہ ایک کوچہ سیاہ ہے ارشیون آگے بڑھا ایک تالاب وسیع دیکھا کہ گرد اسکے سیڑھیاں سنگ مرمر کی ہیں اور ہر ایک سیڑھیوں پر عورتیں دوازدہ سیزدہ سالہ حسینیں کہ ہر ایک قابل دید رشک ماہ و خورشید جام مے گلنار ہاتھوں میں لیے کھڑی ہیں اور صراحیاں شراب کی بہت نفیس و خوش طرز جابجا پڑی ہیں ارشیون کو دیکھتے ہی ہر ایک کہنے لگی کہ اے طلسم کشا بڑا انتظار کروایا تو بڑی دیر میں آیا ہم کس مدت سے تیرے منتظر کھڑے ہیں رنج انتظار میں پڑے ہیں ارشیون نے اپنے دلمیں کہا کہ عجیب ماجرا ہے نئی طرح کا تماشا ہے ہزاروں عورتیں ساغر شراب ہاتھ میں لیے میری طالب ہیں حسن و جمال میں حوران بہشت پر غالب ہیں میں اکیلا اتنی شراب کب پی سکتا ہوں کسکی دلشکنی اور کس کی خوشی کروں سخت حیران ہوں کہ کس سے کیا کہوں لوح کو جو دیکھا لکھا تھا کہ خبردار خبردار اے سیر کنندۂ طلسم

ان میں سے کسی کو ہاتھ نہ لگانا ہرگز انکے پاس نہ آنا وہ جو ایک عورت گھاٹ پر سرخ جوڑا پہنے کھڑی ہے وہی ان سب کی سردار ہے اُسی کو سب طرح کا اختیار ہے اور نام اُسکا صہبا جادو ہے سب جادوگروں کی سرداری گرد ہے اُسکے ہاتھ سے جام مے لیکر اسم اعظم دم کر کے ساغر اُسکے منھ پر مار قدرت خدا کی نظر آئیگی یہ ساحرہ دیکھ تجھ کو کیسے کیسے تماشے دکھائیگی مگر دیکھنا تجھ پر اُس شراب کی چھینٹ نہ پڑنے پائے خوب احتیاط کر اُسکا ایک قطرہ بھی تیرے جسم اور کپڑے کے اوپر نہ آئے نہیں تو تو بھی اُنکے شریک حال ہوگا پھر تجھ پر بھی وبال ہوگا ارشیون نے صہبا جادو کے ہاتھ سے جام مے لیکر اسم اعظم دم کیا اور اُسکے منھ پر مار کے پچھلے پاؤں سے پچاس قدم جست کر کے دم لیا شراب کا اُسکے منھ پر پڑنا تھا اور شعلۂ آتش کا بھبک کر اُٹھنا تھا کہ صہبا جادو شعلہ جوالہ کیطرح گھومنے لگی گھنیچکر کی طرح چکر میں آئی وہ آگ ایسی مشتعل ہوئی کہ جتنی عورتیں تالاب کے گرد کھڑی تھیں برنگ سرو چراغاں جلنے لگیں اپنے نیست و نابود ہونے پر کف افسوس ملنے لگیں دو گھڑی کے عرصے میں سب جلکر خاک ہو گئیں یک کا بھی نام و نشان نہ رہا اس بات پر اُسنے شکر خدا کیا پھر جو ارشیون نے لوح کو دیکھا لکھا پایا کہ اے شکنندۂ طلسم اب تیرے سامنے چند پریزاد گاتے بجاتے آئینگے نئے نئے شعبدے وہ تم کو دکھائینگے منجملہ اُنکے ایک پیر مرد تجھ سے صاحب سلامت کریگا گفتگو میں بہت ملائمت کریگا لیکن تو اُسکو جواب نہ دینا لوح کو آئینہ کیطرح سے دکھلانا یہ تدبیر ضرور عمل میں لانا لوح دیکھنے سے وہ سب کے سب بھاگ جائینگے طلسم فتح ہو جائیگا تو اپنا مطلب پائیگا ارشیون نے یہی عمل کر کے طلسم کو توڑا راشدہ پری بہت خوش ہوئی اور ارشیون کو گلے سے لگا کر طلسم کے باہر نکلی اُسکے نکلنے سے سب کی طبیعت شاد ہوئی غم سے آزاد ہوئی پریزاد جو راشد جنی کی طرف سے تعینات تھے راشدہ پری کو دیکھ کر بہت متعجب ہوے کہ اسنے ایسے طلسم خونخوار سے کیونکر رہائی پائی کس تدبیر سے نکل آئی اور فوراً راشد جنی کو خبر دی اُسکے سلامت رہنے سے اطلاع کی راشد جنی اُسی دم تخت پر سوار ہو کر آیا اور ارشیون کو اپنے گلے سے لگایا اور تخت پر دونوں ماں بیٹوں کو سوار کر کے زر و جواہر نثار کرتا ہوا قصر ابیض میں لیگیا سب نے اس امر سے خدا کا شکر کیا ارشیون نے اپنے نانا سے پوچھا کہ سفید دیو نے میرے باپ کو کہاں قید کر کے رکھا ہے مجھ کو چل کر بتا دیجیے اتنی مہربانی میرے حال پر کیجیے راشد جنی ارشیون کو سفید دیو کے مکان پر اپنے ساتھ لیگیا اُسکا مقام قیام اُسکو دکھایا اور اُس جگہ کا حال مفصل سُنایا اب ستم دوران ملک لندھور بن سعدان گرد کا حال سنیے کہ اُسدن اپنی بیکسی پر بہت سا رویا آنسوؤں سے اپنا منھ دھویا اسی عالم گریہ میں سلام علیک کی آواز اُسکے کان میں آئی اُسنے جان تازہ پائی جواب دیکر دیکھا تو حضرت خضر کھڑے ہیں ملک لندھور نے بہت ہی زار نالہ کر کے عرض کی کہ یا حضرت میں کبتک اس مصیبت میں گرفتار ہوں گا یہ رنج و الم کہاں تک سہونگا فرمایا کہ میں تیری رہائی کیواسطے آیا ہوں خدا کیطرف سے مژدۂ خلاص لایا ہوں یہ کہکر بند کو خسروِ ہند کے دست و پا سے جدا کر کے غائب ہو گئے اُسکو عذاب اسیری سے چھڑا کر چلدیے ملک لندھور نے غار سے نکلکر دیکھا کہ راشد جنی

اور راشدہ پری تخت پر سوار کشمیر کو لشکر عمرو کے پیچھے بمرادانشاط کشمیر میں راشد حبشی کی گود میں ایک لڑکا بیٹھا ہے خسرو راشد حبشی کے قدمبوس اور راشدہ پری سے متغیر ہوکر پوچھنے لگا کہ یہ لڑکا کون ہے اسکا حال مجھکو مفصل بتائیے اسکی حقیقت بیان فرمائیے راشدہ نے اسکا حال کہکر خسرو کا قدمبوس کروایا خسرو نے ارشیون کو اپنی چھاتی سے لگایا اور راشد حبشی کے ہمراہ قصر ابیض کی طرف روانہ ہوا

داستان خواجہ عمرو عیار کا قلعہ شیام سے قلعہ یودوس پہنچنا ملکہ مہرنگار و لشکر اسلام سمیت

راویان خوش تقریر لکھتے ہیں کہ ایک برس کے بعد سرداروں نے خواجہ عمرو عیار سے کہا کہ قلعہ میں علوفہ ہوچکا ہے سب لوگ بھوک کی فکر سے پریشان ہیں سخت بدحواس اور حیران ہیں خواجہ نے صیاد سے پوچھا کہ اس گرد و نواح میں کوئی اور بھی ایسا قلعہ ہے کہ جسمیں جاکر چندے بسر کیجیے غم ناداری سے طبیعت کو رہائی دیجیے صیاد نے کہا کہ یہاں سے دو منزل پر یودوس نامے ایک قلعہ جمشید کا بنایا ہوا ہے سب اسباب آسائش بہت تکلف سے اسمیں لگایا ہوا ہے مضبوطی میں کوئی قلعہ اسکی برابری نہیں کرسکتا ہے کوہ البرز بھی رفعت و سنگینی میں اسکی ہمسری نہیں کرسکتا ہے چار پہاڑ قدرتی مقابل میں واقع ہوے ہیں جمشید نے ان پہاڑوں میں بھاری بھاری قلابے آہنی دیکر موٹی موٹی زنجیریں لگائی ہیں بہت مضبوط میخیں جمائی ہیں اور آہنی تختوں سے اسکو تختہ بند کیا ہے استحکام میں اسکا رتبہ نہایت بلند کیا ہے اور چار ہاتھ کا فاصلہ دیکر دو دیواریں آہنی بنا کے اسمیں ریت بھری ہے اور قلعہ میں اسقدر وسعت ہے کہ اسمیں زراعت ہوتی ہے باہر سے غلہ منگانیکی احتیاج نہیں ہے اسکا رہنے والا کوئی کسی چیز و خوراک کا محتاج نہیں ہے مگر راہ اس قلعہ کی ایک ہی ہے اور ایسا تنگ کوچہ ہے کہ سوائے ایک آدمی کے دو آدمی برابر نہیں جاسکتے بہت سے شخص ایک مرتبہ اسمیں دخل نہیں پاسکتے عمرو قلعے کا بیان سنکر بہت خوش ہوا اور سرداروں کو بلاکر تاکید کی کہ تم اس قلعے سے بہت ہوشیار رہنا میں دوسرے قلعہ کی فکر میں جاتا ہوں تمھارے آرام پانے کی تدبیر لگاتا ہوں یہ کہکر پوشاک شاہی اتار لباس عیاری پہن قلعہ سے باہر نکل کر چھلانگیں مارتا قلعہ یودوس پر جا پہونچا قلعہ کے گرد اس تاک میں پھرا کہیں لگاؤ پاوے مگر نہ پایا اندر جانیکا راستہ کہیں نظر نہ آیا ایک ٹیکرے پر بیٹھکر قلعہ کے اندرونی حصہ کو دیکھکر عش عش کرنے لگا کبھی ایسا قلعہ دیکھنے سننے میں نہیں آیا تھا چند بار جانے کیواسطے دریاے فکر میں غوطہ مارکے منصوبہ کرنے لگا طرح طرح کا خیال اسکے دل میں گذرنے لگا دیکھتا کیا ہے کہ ایک دریچے میں لوہے کے تختے کا چھجا ہے اسپر ایک سقہ کھڑا ہوا نیچے سے پانی بھر رہا ہے پانی بھرنے کی خدمت جو اسکے متعلق ہے سو کر رہا ہے دلمیں سوچا کہ قلعہ میں جانے کیلیے اس سے بہتر سیڑھی ہاتھ نہ لگے گی اندر پہونچنے کی اور کوئی گھات نہ لگے گی سقے کی آنکھ بچاکر پانی میں کودکے ڈول میں جا بیٹھا سقے نے جو ڈول کو بھاری پایا اس کو تعجب آیا پھر جھانک کر دیکھا کہ ایک آدمی عجیب الہیئت ڈول میں بیٹھا ہوا ہے حماقت سے سمجھا کہ میری تقدیر کی یاوری

سے جل مانس ڈول میں آیا ہے میرا طالع سکندری ایسا خزانہ بے پایاں میرے لیے لایا ہے ڈول کو آہستہ کھینچنے لگا کہ کہیں نکل نہ جائے ایسی شئے بے نظیر ہاتھ نہ آئے جب ڈول چرخی تک پہونچا پکڑنے کیواسطے ہاتھ بڑھایا کہ اسکو ڈول سے نکال لوں یہ خیال اُسکے دلمیں آیا عمرو جست کرکے اُسکے پاس جا رہا اور گردن اُسکی پکڑکے اُسی پانی میں پھینکدیا اُس سقے کے ساتھ یہ شعبدہ کیا نہر میں پانی عمیق تھا اور سقے کا جام عمر لبریز ہوچکا تھا دو چار غوطے کھا کر غرق بحر اجل ہوا عمرو اُسکی صورت بنکر پانی بھرنے لگا اُس سقے کا کام کرنے لگا جب مشک بھر چکا سوچا کہ معلوم نہیں وہ پانی کس کس جگہ بھرتا تھا اپنی مشک کا پانی کس کس کام میں صرف کرتا تھا مصلحتاً لیٹ گیا دوسرے سقے جو پانی بھرنیکو آئے اپنی مشکیں لیکر اس کنوئیں پر آئے ملتھ ہلا کر بولے کہ میاں فتو خیر تو ہے اسطرح سے لیٹے کیوں ہو عمرو بولا کہ اے بھائی مجھ کو اسوقت تپ آئی ہے میرے قلب پر گرمی چھائی ہے اگر مہربانی سے میرے گھر میں خبر کرو تو نہایت احسان کرو ایک سقے نے اُسکے لڑکے بالوں کو خبر کردی کہ فتو قلعہ کی فصیل پر تپ میں پڑا کانپ رہا ہے گرمی اور تپ کی شدت سے ہانپ رہا ہے جورو لڑکے اُسکے سنتے ہی دوڑے گئے اور اُسکو وہاں سے گھر میں اُٹھا لائے سب نے اُسکا حال دیکھ کر بہت رنج اُٹھائے عمرو چین سے پڑا سو یا کیا بے تکلف خوب اپنی طبیعت کو آرام دیا آدھی رات گئی ہوگی کہ فتو کی جورو نے جگا کر پوچھا کہ کچھ کھاؤ گے تھوڑی بہت کچھ غذا آخر پیٹ میں پہونچاؤ گے عمرو بولا کہ بھوک تو نہیں ہے وہ بولی کہ میں نے گلتھی پکائی ہے تھوڑی سی تو کھا لو کہ قوت سلب نہ ہو عمرو بولا کہ اچھا لاؤ اگر تمھاری یہی خوشی ہے تو خیر مجھ کو کھلاؤ عمرو گلتھی کھاکے ہاتھ منھ دھو کر حقہ پینے لگا کہ ایک مرتبہ باہر سے کسی نے پکار زور سے ایک نعرہ مارا کہ میاں فتو جاگتے ہو یا سوتے ہو ذرا باہر تو آؤ کچھ تم سے کہتا ہے عمرو نے اپنے دلمیں کہا کہ خدا خیر کرے دیکھیے کیا معاملہ پیش آتا ہے زمانہ کیا اپنے نیرنگ دکھاتا ہے اسوقت دو پہر رات گذر کون خریدار آیا کون ایسا کام ضروری اسکو یہاں لایا فتو نے جورو سے کہا کہ پوچھو تو کون ہے وہ عورت بولی کہ صاحب آپکا کیا نام ہے اسوقت رات میں تم کو ان سے کیا کام ہے اور یہ تو بہت بیمار ہیں باہر نہیں نکل سکتے بسبب ضعف اور بیماری کے ایک قدم نہیں چل سکتے وہ بولا کہ بادشاہ کے عیاروں کا مہتر ہوں اُن سبھوں کا میں ہی افسر ہوں مجھے ایک بات بہت ضروری کہنی ہے عمرو نے نام عیار کا سنکر بہت اپنے دلمیں شش و پنج کیا دلکو توہم نے گھیر لیا عورت سے پوچھا کہ یہ کبھی اور بھی آیا تھا اُسنے کہا کہ کبھی نہیں تب تو اور بھی حواس اُڑ گئے کہ پہلے پہل عیار سے ملاقات ہوئی یہ بہت بُری بات ہوئی خدا خیر کرے مجبور کانپتا ہوا باہر نکلا یا الٰہی آفت سے بچانا مہتر نے دیکھکر کہا کہ اے شاہ عیاران عیار السلام علیک عمرو بولا کہ صاحب یہ گھر تو فتو سقے کا ہے شاہ عیاران عیار کا گھر آگے ہوگا ہام دیودودی بولا کہ اے خواجہ تم اپنے کو مجھ سے کیوں چھپاتے ہو میں بھی مسلمان ہوں آپ کی ملاقات کا خواہاں بدل و جان ہوں دو مہینے سے آپ کا انتظار کرتا ہوں تمھاری محبت کا دم بھرتا ہوں یہ کہکر عمرو کا قدمبوس ہوا عمرو سر اُس کا چھاتی سے لگا کر کلمات آشتی کرنے لگا ہام دیودودی نے کہا کہ چلیے بادشاہ کو پکڑ لیجیے جس غرض سے آپ یہاں تشریف لائے ہیں

وہ کام اپنا کر لیجیے پھر جو کچھ ہوگا سمجھا جائیگا دیکھ لیا جائیگا جو معاملہ پیش آئیگا بندہ بھی آپکا شریک ہے ہر چند رات تاریک ہے یہ دونوں چوکیداروں کی نگاہ سے اپنے کو بچاتے ہوئے عنتر دیو دوی کی محلسرا میں کمند لگا کر پہونچے اپنی حسن تدبیر سے قلعہ کے اندر پہونچے عمرو نے دیکھا کہ بادشاہ شامیانہ اطلس خطائی کے نیچے دوشالہ تانے پلنگ پر پڑا سوتا ہے اکیلا پڑا ہے نہ کوئی خدمتگار ہے سب غافل ہیں یہ بھی خواب غفلت میں سرشار ہے عمرو نے بادشاہ کے منھ پر سے دوشالے کا آنچل جدا کیا اور چاہا کہ عبیر بیہوشی بادشاہ کے دماغ میں پھونکے کہ بادشاہ نے عمرو کا ہاتھ پکڑا عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اُسکے ہاتھ کو زور سے جھٹکا دیا بادشاہ کے ہاتھ میں چھلّہ رہگیا عمرو نے چاہا کہ چلدیوے جلدی سے اپنی راہ لیوے بادشاہ نے پکار کر کہا کہ اے خواجہ مجھ سے نہ بھاگو میری ایک بات سنو جو کہتا ہوں اُسپر عمل کرو مجھکو خواب میں ایسدم حضرت ابراہیم نے مسلمان کر کے تمھارے آنیکی خبر دی ہے تمھاری پاسداری کی مجھکو تاکید کی ہے والا کچھ علم غیب نہیں رکھتا ہوں کہ تمکو پہچانتا بغیر بتائے ہوئے تمھارا حال جانتا عمرو یہ کلام سنکر کھڑا ہو گیا بادشاہ نے اُٹھکر عمرو کو گلے سے لگایا اور بکمال محبت واخلاص سے فرمایا کہ صبح کو تم اپنے تمام لوگوں کو لے آؤ بے تکلف سب کو یہاں پہونچاؤ یہ قلعہ تمھارا ہی ہے ہرمز و فرامرز کیا مال ہیں اگر جمشید جم آوے تو اس قلعہ کو لے نہیں سکتا تمکو کسی طرح کی اذیت نہیں دیسکتا عمرو اُسی دم بادشاہ سے رخصت ہوکر قلعہ سابق میں آیا اور سردار ونکو قلعہ دیو ود کے لینے کی خبر سنا کر دن کو تو آرام کیا دوپہر رات گئے مہر نگار کو محافہ زرنگار میں سوار کر کے فوج کے ہمراہ قلعہ دیو ود میں پہونچایا اور آپ غذ کے تیلے جابجا قائم کر کے پیچھے سے روانہ ہوا دوروز میں قلعہ دیو ود میں داخل ہوا اسب صورت سے اطمینان حاصل ہوا بادشاہ نے پہلے ہی سے سب کو مسلمان کر کے دربانوں کو حکم دے رکھا تھا کہ جسوقت عمرو آئے فوراً قلعہ کا دروازہ کھولدینا کوئی اُسکو روکنے نہ پائے دربانوں نے عمرو کی آواز سنتے ہی قلعہ کا دروازہ کھولدیا عمرو نے سب لشکر اپنا قلعہ میں داخل کیا اور اپنی وضع پر قلعہ میں بندوبست کر کے چین سے قیام کیا سب اپنے ہمراہیوں کو آرام کرنیکا حکم دیا اب لشکر کفار کا حال سنیے کہ تیسرے دن عیاروں نے ہرمز و فرامرز کو خبر دی کہ قلعہ خالی معلوم ہوتا ہے کوئی آدمی اُسمیں نظر نہیں آتا اور بالکل خالی ہونا بھی کچھ ذہن میں نہیں سماتا بختیارک نے کہا کہ اور قلعہ یہاں سے متصل کون ہے مگر دیو ود کو عمرو نے لیا ہو کچھ عیاری کر کے اُسمیں دخل و قبضہ کیا ہو تو عجب نہیں ہے شہزادے اُسوقت سوار ہوکر قلعہ میں گئے دیکھیں تو واقعی قلعہ خالی میں جابجا کاغذ کے آدمی کھڑے ہیں پاؤں اُنکے فصیلوں پر گڑے ہیں اور دروازے میں گدھا اور کتا بندھا ہوا ہے اور چند مرغ قلعہ میں پھر رہے ہیں نہ چوکیدار ہے نہ کوئی سپاہی ہے نہ کچھ سامان بادشاہی ہے شاہزادوں نے بادشاہ ہفت کشور کی خدمت میں عرضی لکھی کہ عمرو اس قلعہ سے نکلکر قلعہ دیو ود میں گیا اور یہ مہم بے آپکے تشریف لائے یا کوئی ایسا صاحب منصوبہ ہوکہ اسکو سر کرے سر نہ ہوگی ایک عیار کے ہاتھ کہ کرگس ساسانی اُسے کہتے تھے عرضی بھیجکر مع لشکر کوچ کیا تمام لشکر و فوج کو کوچ کرنیکا حکم دیا تین دن کے عرصہ میں پہونچکر قلعہ دیو ود کے سامنے ڈیرہ کیا اُسی جگہ تمام لشکر نے قرار لیا

نوشیرواں عرضی کو پڑھکر نہایت آشفتہ و برہم ہوا اُسکو اس حال کے سننے سے بڑا غم ہوا اور بختک کیطرف مخاطب ہو کر
کہاکہ سخت متردد ہوں اس ساربان زادے کا کیا علاج کروں اسکی سزا واجب ہے اس عیار سے کیونکر اپنے لوگوں کا بدلا لوں وہ
بولاکہ آپ کا تشریف لیجانا عین مناسب ہے اُسکی سرکشی حد سے گذری اب تو اسکی سزا بہت واجب ہے بے آپکے گئے کبھی لڑائی
فتح نہ ہوگی آپ سامان بائستہ کے ساتھ ضرور تشریف لیجائیں تو پھر اُنپر فتح پائیں نوشیرواں نے بزرجمہر سے پوچھا کہ اس
مقدمے میں تمھاری رائے کیا ہے جانا وہاں کا بیجا ہے یا بجا ہے بزرجمہر نے کہاکہ فدوی کا وہی کلام ہے جو سابق میں تھا اب
اگر آپ بھی تشریف لیگئے اور اُسنے کسیطرح کی کوئی بے ادبی کی تو اُسوقت بڑی قباحت ہوگی آیندہ رائے حضور کی سبکی
رائے پر افضل ہے جو آپ ارشاد کریں نوشیرواں کو جو عمرو کی حرکتیں یاد آئیں کانپ گیا اور بختک سے کہنے لگا کہ اے
مردود تو سخت نمکحرام ہے ہمیشہ تو مجھکو مغالطہ دیتا ہے اتفاقاً اُسیوقت بادشاہ کو خبر پہونچی کہ بہچین کامران ژوبین
کا بھائی دو لاکھ سوار ہمراہ لیکر حضور کی ملازمت کیواسطے آتا ہے عنقریب وہ آپکے حضور میں اپنے تئیں پہونچاتا ہے نوشیرواں
یہ مژدہ سنکر بہت خوش ہوا اور کئی سردار اُسکے استقبال کو بھیجے کہ اُسکو بہت اعزاز و اکرام سے میرے پاس لائیں جب
اُسنے حاضر ہوکر تخت کو بوسہ دیا اور بادشاہ کی ملازمت سے افتخار حاصل کیا بادشاہ نے آستین مرحمت اُسکی پشت پر جھاڑی
اور اُسی دم خلعت جمشیدی سے اُسکو سرفراز کرکے مجلس جشن کا حکم دیا اپنی شان و شوکت کے لائق سامان دعوت کیا تین شبانہ روز
تک جشن رہا جشن کی صبح کو بادشاہ سے اُسنے پوچھا کہ پیر و مرشد ژوبین اور جاندار اور جہانگیر کہاں ہیں اُنکا حال تو مجھکو
سنائیے اُنکی کیفیت بیان فرمائیے نوشیرواں نے آہ سرد بھر کر کہا کہ کیا کہوں میں جسقدر اُنکی مفارقت میں غمناک ہوں وہ
تینوں بھائی ہرمز و فرامرز کے ساتھ درپے گرفتاری عمرو عیار ملازم حمزہ ہیں نو برس کا عرصہ گذر گیا ہے وہ عیار کسی کے
ہاتھ نہیں آتا ہے انواع و اقسام کے فسادات اُٹھاتا ہے آج اس قلعہ میں ہے تو کل اُس قلعے میں ہے ایک جگہ قرار نہیں لیتا کسیکو
چین نہیں لینے دیتا بہچین کامران بولا کہ غلام کو اگر ارشاد ہوئے تو جس قلعہ میں وہ ہو حضور کے اقبال سے گھڑی سواری
قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجاکر عمرو کو مع ملکہ مہرنگار حاضر کردوں سب اپنی عیاری بھول جائے ایسا عاجز کروں بادشاہ
اس بات سے اور بھی خوش ہوا فرمایا کہ نفس الامر میں تم ایسے ہی جوان مرد ہو یگانہ تازہ عرصۂ نبرد ہو اُسیوقت خلعت رخصت
عنایت کیا اور روانہ ہونیکا حکم دیا بہچین کامران نے مع دو لاکھ سوار قلعہ دیو ود کیطرف کوچ کیا چند روز میں مسافت
راہ طے کرکے قلعہ دیو ود کے قریب پہونچا متصل قلعہ کے اپنا لشکر جمایا ہرمز و فرامرز نے بہچین کامران کے پہونچنے کی
خبر سنکر جاندار کابلی و جہانگیر کابلی کو اُسکے استقبال کیواسطے بھیجا کہ اس بات سے اُسکی طبیعت مسرور ہو کوفت
سفر دور ہو جسوقت وہ لشکر میں داخل ہوا شہزادوں نے بڑے تکلف سے اُسکی ضیافت اور شرط مہمانداری ادا کی اور
جو کچھ اُسنے کہا سب اُسکی حاجت روا کی بہچین نے ژوبین سے سر مجلس کہا کہ کیوں ژوبین تجھ سے آجتک ایک پیلے
کی لڑائی سر نہ ہو سکی اسی برتے پر بادشاہ کی دامادی کا ارادہ رکھتا ہے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کا ارادہ رکھتا ہے

ژوبین نے کہا کہ بھائی صاحب تم سچ کہتے ہو لیکن تم اُس پیادے سے واقف نہیں ہو اب آئے ہو تو واقف ہو جاؤ گے یقین ہے کہ تم بھی اُسکے ہاتھ سے زک اُٹھاؤ گے وہ پیادہ ایسا بدبلا ہے کہ اُسپر لاکھوں سوار کی فوج لیکر فتحیاب ہونا دشوار ہے اُس سے کسی کی فسوں سازی پوشیدہ نہیں رہتی وہ ایسا عیار ہے بیجن بولا کہ یہ کیا بات ہے ایک پیادہ بھی ایسا ہے کہ جسپر لاکھوں سوار کی فوج فتحیاب نہ ہو اس ساربان زادے کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو میرے نام سے ابھی طبل جنگ بجوایا جائے سب لشکر مستعد جنگ ہو کر بر سر معرکہ آئے ہرمز نے طبل جنگ بجنے کا حکم دیا سب کو آمادۂ جدال و قتال کیا جسدم نقارخانہ سے طبل جنگ کی صدا بلند ہوئی یہ خبر عمرو کو پہونچی کہ لشکر کفار میں طبل جنگ بج رہا ہے صبح کو قصد لڑائی کا کیا ہے حکم کیا کہ ہمارے لشکر میں بھی کوس سکندری پر ڈنکا پڑے القصہ رات بھر طرفین سے طبل جنگ بجا کیے تمام رات اہل لشکر نے سب مراتب حزم و ہوشیاری ادا کیے صبح کو ہرمز و فرامرز تخت رواں پر سوار ہوے اور جہانتک سردار تھے اپنی اپنی فوج لیکر شہزادوں کے ہمراہ میدان میں آئے لشکر کے پرے جمائے بیجن کامران بھی اپنے دو لاکھ سوار کو لیکر ایک طرف صف آرا ہوا شور و غوغاے لشکر سے ایک حشر برپا ہوا فوج قدیم تو عمرو کی لڑائی سے واقف تھی کسی نے آگے کو قدم نہ بڑھایا عمرو کے آگ برسانے کے خوف سے اپنے کو سب نے بچایا لیکن بیجن کامران کے ساتھ جو لشکر تھا بسبب ناواقفیت قلعہ کے اوپر لڑنیکو چلا بھوڑا سا آگے کو بڑھا جب زد پر پہونچا قلعہ سے گولوں کا مینھ برسنے لگا تب تو ہر ایک بدحواس ہو کر بھاگا کسی کے پاؤں نہ جمے ایک لحظہ اُس جگہ نہ تھمے بیجن نے فوج کا یہ حال دیکھ کر ژوبین سے کہا کہ معلوم ہوا کہ اس فوج سے کام نہ نکلے گا یہ تو سب آگ سے ڈرتے بغیر مارے ہوے مرے جاتے ہیں اب سواے اسکے کیا چارہ ہے کہ ہم تم در قلعہ توڑیں قلعہ میں گھس کے ان سرکشوں کا بنیجہ مروڑیں ژوبین بولا چلیے میں حاضر ہوں لڑائی بڑے زور شور کی ہو رہی تھی کسیکو کسی کی خبر نہ تھی اور قلعہ سے پیہم آگ برس رہی تھی ادھر سے بھی برابر گولے چل رہے تھے جسکی آواز سے زمین و آسمان دہل رہے تھے آتشبازی کے دھویں سے تمام رزمگاہ میں مثل شب یلدا اندھیرا ہو رہا تھا اپنا ہاتھ کسی کو نہ سوجھتا تھا ہرگاہ قلعگیوں نے اپنا ہاتھ روکا اور ہوا نے دھواں کنارے کو پہونچایا مطلع صاف ہوا آدمی کو آدمی نظر آیا اہل قلعہ دیکھیں تو ژوبین و بیجن خندق کے کنارے پر کھڑے ہیں دروازہ توڑنے پر اڑے ہیں عمرو اُن کے مارنے کی فکر میں تھا کہ نقابدار نارنجی پوش چالیس ہزار سوار سے آپہونچا اُن دونوں کے قریب جا پہونچا اور برابر آکے ژوبین و بیجن سے کہا کہ او نامردو تم کون ہو مسلمانوں سے لڑتے آئے ہو کیوں اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر آفت لائے ہو وہ بولے کہ تو کون ہے جو ہمارے اور اہل قلعہ کے درمیان میں دخل دیتا ہے اہل اسلام کہ ہمارے دشمن ہیں اُنکی حمایت لیتا ہے نقابدار بولا کہ میں تمھاری جان کا ملک الموت ہوں تم سبکو ملک عدم دکھاؤنگا بے تامل جہنم میں پہونچاؤنگا نقابدار کی گفتگو سے دونوں بھائیوں نے تلوار کھینچ کر نقابدار پر وار کیے نقابدار نے تلواریں اُنکی چھین لیں اور دونوں کے کمربند و میں ہاتھ ڈال کر سر سے

اونچا اُٹھالیا اور اُن کو بالکل مجبور کردیا پوچھا کہو دریا میں پھینکوں کہ خشکی پر ہرمز و فرامرز یہ حال دیکھ کر مع لشکر آگے نقابدار کے چالیس ہزار سواروں نے تلواریں میان سے لیکر جیسا چاہیے ویسی داد مردی و مردانگی کی دی عمرو نے بھی مع فوج نکلکر تیغ زنی کرنی شروع کی اس دھاوے میں دونوں بھائیوں کے کمربند ٹوٹ گئے چھکے چھوٹ گئے گھوڑے کے نیچے گر کے بے تحاشا بھاگے نہ سر کی خبر رہی نہ پاؤں کی ایسا بھاگے الغرض اس دن کی جنگ مغلوبہ میں

آنا نقابدار نارنجی پوش کا عمرو کی مدد کو اور مقابلہ کرنا بیچن کامران و زروبین شاہ کا اس سے اور تلواریں چھینکر دونوں کو اُٹھا لینا نقابدار کا سن بعد شکست فاش کھانا دونوں کا نقابدار نارنجی پوش سے اور بھاگنا بلا تحاشا

قریب اسّی ہزار کے لشکر کفار کا سپاہی مارا گیا اس لڑائی میں ہر نامور شخص بادشاہی مارا گیا اور لشکر نقابدار و عمرو میں سے کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی ہاتھ پاؤں کا کیا ذکر کہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹی بے انتہا مال و خزانہ لشکر اسلام کے ہاتھ آیا سب نے اس لوٹ میں مال غنیمت بہت پایا عمرو نے نقابدار کی رکاب کو بوسہ دیکر کہا کہ اے جوانمرد آج تو نے وہ کام کیا ہے کہ رستم سے بھی کبھی نہ ہوا ہوگا ایسی جرأت و دلاوری کا تو نام بھی کسی نے نہ سنا ہوگا یہ کہکر کہا کہ برائے خدا اپنا نام بتا اور چہرے سے نقاب اُٹھا کر ہمارے دیدۂ مشتاق کو اپنا رخسار پُر نور دکھا نقابدار بولا کہ اے عمرو آجتک مجھ سے کوئی کام ایسا نمایاں نہیں ہوا کہ نام اپنا بتاؤں یا صورت اپنی کسی کو دکھاؤں جب امیر آوینگے اور خیر و خوبی سے تشریف لائینگے تو نام بھی میرا سن لینا اور صورت بھی دیکھنا جاؤ قلعہ میں چین سے آرام کرو جمعیت

اور اطمینان سے سب لوگ قیام کرو اور مجھکو ہر وقت اپنا مددگار سمجھو ہر حالت میں غمخوار بلکہ تابعدار سمجھو یہ کہکر عمرو کو تو قلعہ میں داخل کیا اور ہر صورت سے اُنکو دلاسا اور بھروسا دیا اور آپ جدھر سے آیا تھا اُدھر چلا گیا کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کدھر چلا گیا ہرمز و فرامرز نے بذریعہ عرضی اس لڑائی کی کیفیت و شکست سے بادشاہ کو اطلاع دی ہاں کی حقیقت مفصل عرض کی اور لکھا کہ جملہ خیمہ و خرگاہ و خزانہ بھیجیے نہیں تو بغیر خیمے کے دن کی دھوپ و رات کی شبنم سے گرمی سردی اُٹھا کے بیمار پڑ جائینگے ایک آدمی کو بھی تمام فوج میں آپ زندہ نہ پائینگے اور خزانہ کے پہونچنے میں اگر دیر ہوگی تو فاقوں کے مارے مرجائینگے غور فرمائیے کہ جب غلہ ممکن نہ ہوا تو کیا کھائینگے راوی لکھتا ہے کہ جب ہرمز و فرامرز کی عرضی نوشیرواں کے پاس پہونچی اور اُسکو اس خرابی سے اطلاع ہوئی بادشاہ نے بختک سے کہا کہ تو جو ہمیشہ کہا کرتا ہے اگر حضور چلیں تو میں وہ مفسد ہوں کہ عمرو سے ہزار عیار کو فریب دیکر خاک سیاہ کر ڈالوں اُسکو اور اُسکے ہمراہیوں کو روے زمین سے نکالوں پس تیرا بیٹا بختیارک جو نو برس سے ہرمز و فرامرز کے ساتھ ہے اُس حرامزادے سے کیا کام بن آیا کہ تجھ سے بن آئیگا تو بھی بے شبہہ اُسکے ہاتھ سے زک اُٹھائیگا تیرے کہنے پر میں نے عمل کر کے اپنے ہاتھوں اپنے کو برباد کیا مفت میں ذلت اُٹھا کے دشمنوں کا دل شاد کیا خبردار آج سے میرے دربار میں نہ آنا مجھکو اپنی صورت نحس پھر کبھی نہ دکھانا نہیں تو بہت بُری طرح پیش آؤنگا تیرے سر پر آفت لاؤنگا بختک گریاں و نالاں اپنے مکان پر گیا اور اپنے بیٹے کو ایک خط لکھ کر روانہ کیا اور نامہ بر کو جلد پہونچنے کا حکم دیا کہ او حرامزادے تو نو برس سے شاہزادوں کے ہمراہ موجود ہے مگر آجتک تجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ کسی تدبیر سے عمرو کا کام تمام کرتا جس کام کے لیے تو بھیجا گیا تھا اس کام کا سرانجام کرتا تو نے سب بزرگوں کا نام ڈبویا اور مجھکو بھی دونوں جہان سے کھویا اس تیری حرکت نے مجھکو بادشاہ کے دربار سے نکلوایا بہتر تیرے حق میں یہی ہے کہ جسطرح سے ہو سکے اس معاملہ کو طے کر نہیں تو اپنی فرزندی سے تجھے عاق کرونگا پھر کبھی اپنے سامنے تجھے آنے نہ دونگا مجھ سے فتنہ انگیز کا بیٹا مکار و مفتری نہ ہو بڑا مقام تعجب ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو میرا نطفہ نہیں ہے بختیارک خط پڑھ کر نہایت مشوش ہوا کہ کیا کرنا چاہیے کس صورت سے باپ کے سامنے سرخرو ہونا چاہیے دن کو تو فکر میں غلطاں و پیچاں رہا نہایت متردد اور پریشان رہا ہر طرح کے منصوبے کرتا رہا جب ایک منصوبہ خیال میں آیا لباس شبروی کا پہنکر قلعہ کے گرد پھرا کسی طرف کے چوکیداروں کو غافل نہ پایا مطلب کے حاصل نہ ہونے سے بہت پیچ و تاب کھایا اتفاقاً خواجہ ارباب نامی عنتر دیو ودی کا بیٹا ایک برج میں بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا چوکیدار اُس برج کے سب سو گئے تھے اُسنے بختیارک کی آہٹ پاکر للکارا کہ کون ہے کسواسطے آیا ہے کیا مطلب تجھے یہاں لایا ہے بختیارک بولا کہ میں ہوں بختیارک کہ خیرخواہانہ آپ سے کچھ عرض کرنے آیا ہوں اُسنے نشے کی ترنگ میں بختیارک کو بذریعہ کمند قلعہ پر چڑھا لیا کچھ وسوسہ نہ کیا بختیارک نے ایک خط جعلی اُسکے ہاتھ میں دیکر کہا کہ یہ آپکو نوشیرواں نے لکھا ہے اُس نے لفافے پر نوشیرواں کی مہر ثبت دیکھ کر یقین کیا کہ یہ خط نوشیرواں کا ہے لفافہ چاک کر کے پڑھا

اسمیں لکھا تھا کہ اے خواجہ ارباب تیرے باپ نے مجھ سے نمک حرامی کی مجھ کو بڑی دغا دی کہ میرے عدو کا معین ہوا مگر تجھ سے مجھ کو امید خیر خواہی ہے اگر تو اس قلعہ کو چند روز کیواسطے میرے آدمیوں کے حوالے کر دے اور عمرو کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدے تو قسم ہے مجھے آتشکدۂ نمرود کی یہ قلعہ بھی میں تجھے دونگا سوا اسکے میں تیرے ساتھ اور بہت سا سلوک کرونگا اور جو استدعا تیری ہوگی اُسے منظور کر کے اپنے مقربوں میں تجھے سرفرازی دیکر کمال مہربان ہونگا خواجہ ارباب خط کے مضمون سے بہت خوش ہوا بادشاہ کو دعا دی اور بہت ثنا و صفت کی بختیارک سے کہنے لگا کہ تو بھی اسپر گواہی کر دے تاکہ جو دیکھے اُسپر اعتماد کرے بختیارک نے کہا کہ مجھ پر کیا موقوف ہے تم چلو تو میں شاہزادوں کی گواہی کرا دوں بلکہ دوسری سند دلوا دوں الغرض بختیارک اُسیوقت اُسکو اُبھار کر ہرمز و فرامرز کے پاس لے آیا اور اُنکے سامنے یہ کلمہ زبان پر لایا کہ اس خط پر جو بادشاہ نے اُنکو بھیجا ہے آپ دونوں صاحب اپنی اپنی مہریں کر دیں ہرمز و فرامرز نے جانا کہ بختیارک کی کچھ فطرت ہے اس فریب میں کچھ ضرور حکمت ہے بکشادہ پیشانی فرمایا کہ بسر و چشم ہم اس خط پر مہریں کرتے ہیں اور ایک نوشتہ اپنی طرف سے تم کو بے خوف و خطر دیتے ہیں اور سوا اسکے جو تم کہوگے ہم بادشاہ سے منظور کروا دینگے جس بات کی تم درخواست کروگے اُسکا فرمان ہم بادشاہ سے لکھوا دینگے بارے ہرمز و فرامرز نے اُس خط پر مہریں اپنی کر دیں اور بہت سی باتیں بلہ فریب اُسکے ساتھ کیں خواجہ ارباب نے کہا کہ آپکے خیمے کے اندر سرنگ کا منھ ہے اُسے کھدوائیے اور دوسرا منھ سرنگ کا میری حویلی میں ہے اُسے جا کر میں کھدواتا ہوں آتی رات اور تمام دن میں اگر مٹی بھی اُسکی دور ہو جاویگی اور ہوا بھی اُسکے اندر آئیگی آپ کل سر شام سرنگ کی راہ سے تشریف لا کر غریب خانہ کو سرفراز کیجیے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مجھ کو خلعت فخر و افتخار دیجیے دعوت بھی کھائیے اور وہاں کی سیر بھی فرمائیے اور دو پہر رات گئے مسلمانوں کو قتل کر کے عمرو کو بھی پکڑ لیجیے جب وہ قابو میں آجائے جو چاہیے اُسکا حال کیجیے اور مہر نگار کو بھی لے آئیے اُسکی صحبت سے حظ اُٹھائیے مگر پہلوان اچھے اچھے جنگی ہمراہ لائیے گا اُنکو جرأت و بہادری کی تاکید فرمائیے گا ہرمز و فرامرز نے خواجہ ارباب کو خلعت دیکر رخصت کیا اور اپنے لوگوں کو ان کاموں کے کرنیکا حکم دیا وہ جس طرح سے قلعہ سے آیا تھا اُسیطرح قلعہ میں پہونچا اور اُسیدم بیلداروں کو اپنے گھر میں لیجا کر سرنگ کا منھ کھدوانا شروع کیا چنانچہ صبح ہوتے ہوتے سرنگ کا منھ کھل گیا اور شاہزادوں کیواسطے کھانے کی تیاری کی سامان دعوت کے جمع کرنیکی اجازت دی اتفاقاً دلاویز نامے اُسکی بیٹی نے اُس سے پوچھا کہ آج یہ دھوم دھام کیسی ہے ہم سے تو فرمائیے یہ صحبت اہتمام کیسی ہے خواجہ ارباب نے اپنی بیٹی جانکر شب کا احوال مفصل بیان کیا اسپر مطمئن ہو کر واقف راز نہاں کیا دلآویز اپنے دلمیں بہت متاسف ہوئی کہ یہ کمبخت بطمع خام اتنے مسلمانوں کا خون اپنی گردن پر لیتا ہے فی الفور ایک رقعہ میں مفصل حال لکھ کر اپنی دایہ کے ہاتھ عمرو کے پاس بھیجا اور دایہ پر تاکید کی کہ تم جلد جا کر اس رقعہ کو عمرو کے ہاتھ میں دے آؤ وہ تم کو بہت سا انعام دیگا اور نقد و جنس دیکر بہت

خوش کریگا دایہ نے فی الفور وہ رقعہ عمرو کے ہاتھ میں جا کر دیا اور زبانی بھی کچھ عرض کیا عمرو نے دایہ کو بہت کچھ انعام دیا اور دلآویز کو شاباشی دی اور اسکی دلسوزی کی بہت تعریف کی اور آپ تخت پر بیٹھ کر اپنے لشکر کے سرداروں کو طلب کیا پہلے عادی سے کہا کہ ایک جگہ نیاز ہے بہت سا کھانا کھلواؤنگا تم سب کو اپنے ہمراہ لیجاؤنگا لیکن محنت بھی کرنی ہوگی اور اگر محنت کرنے میں ہیچ مچ کروگے تو ایک ایک دانہ تمہاری ناک سے نکالونگا عادی بولا کہ ہم کو تو ہر طرح تمہاری اطاعت منظور ہے دیکھو جب سے امیر گئے ہیں کلہم اکیس من آٹا چاول دونوں وقت میں ملتا ہے چنانچہ ایک ہی وقت میں اسکو کھاتا ہوں اور ایک وقت بھوک کی تکلیف اٹھاتا ہوں اور آدھا پیٹ بھی سیر نہیں بھرتا مگر یہ تابعدار آپکے خوف سے ہر طرح صبر کرتا ہے بہرحال تا آنے امیر کے قوت لایموت سے اپنی جان بچاتا ہوں اور اگر پیٹ بھر کر مجھ کو کھلواؤگے تو محنت کرنے میں مجھ کو کیا عذر ہے میری عرقریزی دیکھ کر خوش ہو جاؤگے مثل مشہور ہے کہ پیٹ بھر وزرا نیٹھ لاؤ عمرو چار گھڑی دن باقی رہے سرداروں کو ساتھ لیکر خواجہ ارباب کے گھر کیطرف روانہ ہوا خواجہ ارباب نے سنا کہ شاہ عمرو کی سواری میرے گھر کیطرف آتی ہے رنگ چہرے کا اڑ گیا اور بہت بدحواس و ہراساں ہوا منھ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں مددگاروں کی کمریں ٹوٹنے لگیں اسمیں عمرو کی سواری آپہونچی مع جمعیت قلعہ کے متصل جا پہونچی خواجہ ارباب نے گھر سے باہر نکل کر عمرو کو سلام کیا بہ اسباب ظاہر بہت سا اعزاز و اکرام کیا اور نذر گذرانی عمرو نے نذر لیکر کہا کہ میں نے سنا ہے تم نے آج حضرت ابراہیم کی نیاز کیواسطے کھانا پکوایا ہے اور مسلمانوں کی دعوت کا سامان مہیا فرمایا ہے اسواسطے میں بھی تمہارے گھر میں آیا ہوں اور اپنے ساتھ بہت سے مسلمانوں کو لایا ہوں کہ تبرک کھانیکو ملیگا خواجہ ارباب یہ بات سنکر اور بھی حیران ہوا اسکو اس بات کے سننے سے بڑا خلجان ہوا مگر کرے کیا مکر بھی نہیں سکتا کہ سب سامان موجود تھا بولا کہ نفس الامر میں حضور ولی ہیں واقف اسرار خفی و جلی ہیں سچ ہے کہ میں کھانا پکوانیکی تیاری میں صبح سے مصروف ہوں اور اسی سبب سے آپکی خدمت میں اطلاع کیواسطے آنہ سکا اسی کے اہتمام میں فرصت نہ ملی ارادہ تھا کہ بعد تیاری طعام حضور کو خبر دوں اطمینان سے سعادت قدمبوسی حاصل کروں خوب ہوا کہ آپ خود ہی تشریف لائے مجھ کو جانا بھی نہ پڑا یہ کہکر اسی مکان میں جہاں فرش مکلف کیا تھا اور شہزادوں کے واسطے تخت بچھوایا تھا اُس مکان کو بہت آراستہ بنایا تھا عمرو کو تخت پر لاکے بٹھلایا بہت آدمیت سے پیش آیا اور سرداروں کو کرسیاں ونگل بیٹھنے کو دیے سب کے ساتھ اُن کے مرتبے کے موافق سلوک کیے عمرو نے کھانا طلب کرکے پہلے پہلوان عادی کو ناکوں ناک کھلوایا بعد ازاں اور سرداروں کو کھلوایا الغرض سب نے خوب سیر ہو کے نوشجان فرمایا جب وقت شام کا نزدیک ہوا آفتاب کے غروب ہونے سے زمانہ تاریک ہوا عمرو نے حکم دیا کہ خواجہ ارباب کی مشکیں باندھ لو اسکو جلد قید کرو حکم ہوتے ہی خواجہ ارباب کی ٹنڈیاں کس گئیں خواجہ ارباب نے کہا ایسا میں نے کیا قصور کیا ہے کہ مجھ کو آپ نے باندھا ہے اس خاطرداری اور دعوت کا یہی عوض ہے کہ مجھ کو قید کیا ہے خواجہ عمرو نے کہا کہ قصور تو

آپ کا کچھ نہیں ہے مگر ہم نے حق نمک خواری کا ادا کیا ہے جو کچھ ہم نے کیا ہے از روے مصلحت بجا کیا ہے الغرض اسکو تو اسی صورت سے ایک حجرے میں بند کیا اور اس جگہ پر کسی کے جانیکا حکم نہ دیا اور عادی سے کہا کہ وہ محنت کا وقت آپہونچا ایسا نہ ہو کہ محنت کرنے میں قصور واقع ہو عادی بولا کہ میں دل و جان سے محنت کرنیکو حاضر ہوں جو ارشاد کیجیے سو بجا لاؤں عمرو نے نقب کا منھ تلاش کر کے عادی کو بٹھلا کر کہا کہ جو کوئی اس سے سر نکالے دونوں ہاتھوں سے ایسا اُس کا گلا دبا کر اوپر کو کھینچنا کہ آواز اُسکے منھ سے نہ نکلے ہرگز وہ شخص بول نہ سکے اور سب پہلوان تیرے پاس کھڑے رہیں گے اس جگہ اڑے رہیں گے تو پکڑ کر اُنکے حوالے کرتا جانا وہ بھی تیری ہی طرح منھ اسکا بند کر کے زندان خانے تک پہونچاتے جائینگے جو کچھ میں نے کہدیا ہے وہی عمل میں لائینگے اور خبردار اگر کوئی تیرے ہاتھ سے چھوٹا تو جیسا کھانا کھلایا ہے ویسا ہی تیرا پیٹ بھی پھاڑ ونگا عادی زانو بیٹھا ہوا کیطرح دو زانو سرنگ کے منھ پر بیٹھا کہ جو کوئی سر نکالے روٹی کیطرح سے ہلکا پھلکا اسکو کھینچ لوں جیسا کہ عمرو نے حکم دیا ہے وہی کروں اب ذرا حال ہرمز و فرامرز کا سنیے کہ دو گھڑی دن رہے دس ہزار سوار چار سو پہلوان نامدار ہمراہ لیکر جسطرح سے کوئی اپنے گھر میں جاتا ہے یا جیسے کوئی کسی کو مہمان بلاتا ہے بخطر نقب میں داخل ہوے اور عمرو کی چالاکی اور مکاری سے غافل ہوے جب قریب پہونچے عادی نے عمرو سے کہا کہ آدمیوں کے پاؤں کی آواز آتی ہے عمرو بولا کہ خبردار کوئی چھوٹنے نہ پاوے ہرگز کوئی سلامت نہ جاوے اتنے میں ایک شخص نے نقب سے باہر سر نکالا عادی تو عزرائیل کیطرح گلا گھونٹنے کو بیٹھا ہی ہوا تھا اُسکا گلا پکڑ کے اوپر کو کھینچ لیا اور دوسرے سرداروں کے حوالے کیا وہ اُسکو اسیطرح سے زندان تک پہونچا آیا دوسرے نے سر نکالا اُسکا بھی یہی حال ہوا القصہ آناً فاناً میں چار سو پہلوان عادی نے پکڑ کر اپنے سرداروں کے حوالے کیے جتنے گرفتار ہوے تھے سب قید خانے میں محافظان محبس کو دیے اور انھوں نے زندان خانے میں پا بزنجیر کر کے بکمال محافظت اپنے لوگوں کے پہرے میں رکھا ژوبین اُن سب کے پیچھے تھا دلمیں سوچا کہ چار سو پہلوان نقب کے باہر گئے اور ایک بھی خبر دینے کو نہ پھرا اسکا کیا سبب ہے یہ معاملہ بوالعجب ہے ذرا سا سر نقب سے نکال کر دیکھنے لگا کہ عادی نے اسکا سر پکڑا چونکہ گردن اُس نے نہ نکالی تھی کہ عادی گردن پکڑتا اور پورا سر بھی ہاتھ نہیں آیا اس سبب سے ژوبین عادی کے قبضہ میں نہ آیا اُسکے پکڑنے پر قابو نہ پایا ژوبین نے اپنے دلمیں کہا کہ یہ کیا آفت ہے دعوت ہے یا عداوت ہے جو خواجہ ارباب نے کھلائی کہ کھانیکی امید میں جان پر بن آئی دیوار نقب سے پاؤں اڑا کر پکارنا شروع کیا ایک ایک کا نام لیکر نعرہ مارنا شروع کیا کہ اے بھائی دوڑو میرا سر پکڑ کے کوئی اوپر کو کھینچتا ہے یہ کون بلا ہے بیجن نے دونوں پاؤں ژوبین کے پکڑ کے اس زور سے نیچے کھینچا کہ ژوبین کا سر عادی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا لیکن کان ژوبین کے اُکھڑ کر عادی کے ہاتھ میں رہگئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا اُسنے اپنے کو بچایا سب آنے والے اس معاملہ سے مطلع ہو کر اُلٹے پاؤں پھرے عادی نے وہ کان عمرو کو دیے عمرو نے دیکھا سب ہوشیار ہو گئے اس کام کی حقیقت سے

خبردار ہو گئے اب کوئی نہ آویگا نقب میں قارورے آتشبازی کے ... نے شروع کیے دس ہزار سپاہی جو اُن کے ساتھ گھسے تھے سب جھلس کر نقب میں رہ گئے کسی نے نجات نہ پائی ہرمز و فرامرز چند آدمیوں سے بچکر بھاگے عمرو نے صبح کو چار سو سردار حریف کے لشکر کے جو پکڑے گئے تھے مع خواجہ ابدال داب دار پر کھینچے ایک کو جیتا نہ چھوڑا اور نقب کے منھ کو سیسے سے بند کر دیا راستہ آنے جانیکا بالکل مسدود کیا ہرمز و فرامرز نے یہ احوال بھی عرضی میں لکھکر صابر نمد پوش کے ہاتھ نوشیرواں کے پاس روانہ کیا اپنی عرضداشت میں درج یہ سارا افسانہ کیا اب ذرا احوال صاحبقران کا سنیے کہ آسمان پری نے خواجہ خضر و حضرت الیاس کے روبرو قسم کھائی تھی اور یہ قول قرار زبان پر لائی تھی کہ بعد چھ مہینے کے میں صاحبقران کو پردۂ دنیا پر بھیجدونگی اب ہرگز خلاف وعدگی نہ کرونگی جب چھ مہینے گذر گئے امیر نے آسمان پری سے کہا لو یہ بھی وعدہ تمہارا تمام ہوا اب میرے ملک میں مجھکو بھیجوا دو برائے خدا اب تو اپنا وعدہ پورا کرو آسمان پری نے کہا ایک برس کے بعد میں تم کو بھیجدونگی ایک سال اور بسر کیجیے میری خاطر سے اپنی طبیعت پر جبر کیجیے امیر نے برہم ہوکر فرمایا اس بات کے سننے سے انکو غصہ آیا کہ آسمان پری کچھ تجھ کو خدا کا بھی خوف ہے آدمی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے جس بات سے غضب الہی میں گرفتار ہو وہ بات نہ کرے تو نے دو پیغمبروں کے روبرو قسم کھائی تھی کہ بعد چھ مہینے کے ضرور بالضرور آپ کو آپکے ملک میں بھجوا دونگی تم کو پردۂ دنیا پر پہونچادونگی آج تو پھر مجھ سے وعدہ وعید کرتی ہے آسمان پری بولی کہ میں قسم جھوٹی کھانیکا خمیازہ اُٹھاؤنگی آپکو کیا امیر ناخوش ہوکر بادشاہ کے پاس گئے کہا اے شہنشاہ پرِدُ قاف میں نے آپسے کون بدی کی ہے کہ جسکے عوض میں آپ میری خانہ خرابی کے در پے ہیں اور مجھکو ایسی اذیت دی ہے اٹھارہ دن کا وعدہ کر کے آیا تھا سو اسکو اتنا عرصہ ہوگیا اپنے عیال و اطفال کی ابتک کچھ خبر نہیں پائی خدا جانے اُنکے سر پر کیا آفت آئی اور شہنشاہ ہفت اقلیم سا دشمن میرے سر پر وہاں موجود ہے میرا مرجانا اُسکا عین مقصود ہے سوائے اسکے دو پیغمبروں کے درمیان دیکر آسمان پری نے قسمیہ وعدہ کیا تھا کہ چھ مہینے کے بعد ضرور بالضرور تمہارے ملک میں تم کو بھیجدیں گے زنہار زنہار تامل نہ کریں گے اب تو وہ دن بھی گذر گئے اب آسمان پری کہتی ہے کہ ایک برس اور رہیے جہاں اتنا صبر کیا ہے اور چند روز رنج مفارقت اہل و عیال سہیے سو میں کہتا ہوں کہ کیوں آپ میری جان کے پیچھے پڑے ہیں بادشاہ نے امیر کی بہت سی خاطرداری کی اور اُن کو تسلی دی اُسیوقت امیر کو تخت پر بٹھلا کے چار دیووں کو بلا کر تاکید کی کہ صاحبقران کو پردۂ دنیا پر پہونچا آؤ یہ میرا کہنا بجان و دل بجا لاؤ یہ خبر آسمان پری کو پہونچی قریشہ کو لے کر موجود ہوئی امیر سے کہنے لگی کہ یا ابو العلا تم کو اپنی بیٹی سے بھی محبت نہیں ہے اگر میں تقصیروار ہوتی تو اسنے کچھ قصور آپکا نہیں کیا ہے اُسنے تو آپ کو کچھ رنج نہیں دیا ہے امیر نے فرمایا کہ جب تم آنا قریشہ کو لیتی آنا تمہارے نزدیک آنا جانا سہل ہے اور جب بلاؤگی تو میں بھی آؤنگا یہاں کے آنے میں کچھ تامل و اندیشہ اپنے دلمیں نہ لاؤنگا مگر بالفعل میرا جانا مناسب ہے مجھکو جانے دو یہ کہکر دیووں سے تخت اُٹھوا کر روانہ ہوئے آسمان پری روتی ہوئی اپنے مکان پر گئی امیر کے جانے سے

بہت مغموم ہوئی اور رضوان پریزاد کو بلا کر کہا کہ تو صاحبقران کے پاس رخصت کے بہانے سے جا کر دیوان تخت بردار سے کہہ کہ آپ میرا حکم اُن دیووں کو جلد پہونچا کر امیر کو دشت عجائب میں چھوڑ کر چلے آئیں اُس جنگل سے اپنا قدم نہ بڑھائیں ورنہ نہیں تو بہت بُری طرح سے پیش آؤنگی اُنکی نافرمانی کا مزہ اُنکو چکھاؤنگی رضوان تیز پروازی کر کے امیر کے پاس جا پہونچا دم بھر میں اُن کے نزدیک آ پہونچا امیر نے رضوان کو دیکھ کر کہا کہ خالی از علت اسکا آنا نہیں ہے خواہ نخواہ کچھ اسمیں راز ہے آسمان پری بڑی دغاباز ہے دیوان تخت بردار سے کہا کہ شہپال کے پاس پھر چلو جو میں کہتا ہوں وہی کرو دیو عذر کرنے لگے امیر نے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اگر تم نہ چلوگے تو میں ایک کو تم میں سے جیتا نہ چھوڑونگا یاد رکھو کہ ایک ایک کا سر توڑونگا دیو ناچار ہو کر امیر کو بادشاہ کے پاس لیگئے موجب حکم امیر پھر شہپال کیطرف چلے شہپال شاہ نے امیر کو دیکھ کر کہا کہ یا امیر خیر تو ہے پھر آنیکا موجب کیا ہوا کس سبب سے تمہارا پھر آنا ہوا صاحبقران بولے کہ میں آپ سے پوچھنے کو آیا ہوں کہ آپکو مجھے میرے گھر بھیجنا منظور ہے یا پھر کسی بیابان میں حیران کرانا ہے پہلی مرتبہ کی طرح سرگردان کرانا ہے بادشاہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں بخوشی آپ کو دنیا میں بھیجتا ہوں میری عین خوشی ہے کہ تم اپنے وطن میں جاؤ اپنے اہل و عیال کی ملاقات سے حظ اُٹھاؤ امیر بولے کہ اگر یہی بات ہے تو دیوان عمال سے حضرت سلیمان کی قسم لیکر مجھکو رخصت کیجیے میرے دنیا میں پہونچا دینے کی بہت تاکید سے اُنکو اجازت دیجیے بادشاہ نے جو دیووں سے قسم کھانے کو کہا انھوں نے عذر کیا کہ ہم قسم نہیں کھائینگے کیونکہ آسمان پری کا حکم نہیں ہے کہ ہم امیر کو دنیا میں پہونچا دیں اُسکے خلاف مرضی یہ کام عمل میں لائیں ورنہ ملکہ کی حکم عدولی ہم تب کریں جب اپنی جان ہم کو عزیز نہ ہو اپنے نیک و بد میں ہمکو تمیز نہ ہو بادشاہ نے آسمان پری کیطرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا بدذاتی ہے آسمان پری بولی کہ آپ کو اس بات سے کیا کام ہے میرا خاوند ہے میں نہیں جانے دیتی مجھکو جدائی اسکی ناگوار ہے میرے دل پر اسکی مفارقت بہت دشوار ہے امیر نے تخت پر سے اُتر کے ایک آہ کا نعرہ اس زور سے مارا کہ قلعہ کانپ گیا اور کہا کہ او آسمان پری تو نے پیغمبرزادوں کو گواہ کر کے قسم کھائی تھی اور پھر مجھ سے دغا کی انشاء اللہ تعالے عنقریب غضب خدا تجھ پر گریگا تیرا اقبال تجھ سے ضرور پھریگا اور میں تو سر بصحرا توکل بخدا جاتا ہوں یہ کہکر دیوانہ وار صحرا کیطرف روانہ ہوئے شہپال شاہ نے آسمان پری سے کہا کہ اے آسمان پری تو نے زلازل قاف سے بدسلوکی کر کے تمام قاف میں مجھکو رسوا اور بے اعتبار کیا اس تیری حرکت نامناسب نے مجھکو سب کے نزدیک ذلیل و خوار کیا آسمان پری بولی کہ آپکا بے اعتبار و رسوا ہونا مجھے منظور ہے مگر اپنی خانہ بربادی منظور نہیں ہے یہ کہکر منادی کروادی کہ زلازل قاف گلستان ارم سے باہر گیا ہے جو کوئی اُسکو اپنے گھر میں رکھے گا یا اُسکو اُسکے گھر پہونچائیگا وہ میرے ہاتھ سے زن بچہ سمیت مارا جائیگا خوب سزا پائیگا اب صاحبقران کا حال سنیے کہ گلستان ارم سے نکل کر ہفت شبانہ روز جنگل میں چلے گئے آٹھویں دن بسبب نہ کھانے غذا کے ایک باغ میں غش کھا کر گر پڑے دوسرے روز ہوش میں آ کر کلیچہ عنایتی حضرت خضر کا کھا کر میدان کیطرف دیکھنے لگے تھوڑی دیر کے بعد دیکھتے کیا ہیں کہ ایک دیو قوی الجثہ طویل القامت چلا آتا ہے کہ

جسکے دیکھنے سے بسبب خوف کے کلیجہ تھرّاتا ہے جب قریب آیا امیر کو پہچانکر سلام کیا امیر نے اس سے پوچھا کہ اے دیو دنیا یہاں سے کتنی دور ہے اس مسافت کا مجھے اندازہ بتا اگر تیرا منظور ہے اُسنے کہا کہ یا زلازل قاف کوچک سلیمان دنیا کو اگر آدمی اپنی پا مردی سے جایا چاہے اور رستے کو پردہ دنیا پر پہونچا چاہے تو پانچسو برس میں پہونچے اور دیوان عام چھ مہینے میں پہونچا دینگے اور جو دیو کہ بڑے ہیں وہ چالیس دن میں لیجاوینگے اسکی نسبت بہت جلد پہونچا دیگا اور مجھ سا دیو سات دن میں امیر نے فرمایا کہ اگر تو مجھکو میرے گھر پہونچا دیوے تو بڑا احسان ہے وہ بولا کہ اگر مجھکو پھر اس ملک میں آنا نہ ہو تو البتہ آپ کو دنیا میں پہونچا دوں اور اپنے آقا کی نافرمانی کروں آسمان پری نے تمام ملک قاف میں منادی کی ہے کہ جو کوئی صاحبقران کو دنیا میں پہونچا دیگا اُسکو زن و بچہ سمیت جیتا نہ چھوڑونگی سب کا سر توڑونگی امیر نے اُسکو اپنے پاس بلایا اور بہت کچھ خوف خدا کا دلوایا دیو بولا کہ میں ایسا احمق نہیں ہوں جو آپ کے نزدیک آؤں آپکی مار کھاؤں اور آپ میری گردن پر سوار ہو بیٹھیں اور کہیں مجھے دنیا کی طرف لیچل تو اسوقت میں کیا کروں بہر صورت مجبور رہوں یہ کہکر سلام کرکے اڑگیا امیر نے مایوس ہوکر دلمیں کہا کہ حمزہ تجھکو کوئی دیو یا پریزاد تیرے ملک میں نہ پہونچاویگا ان لوگوں کے ہاتھ سے تیرا مقصود نہ بر آویگا اس سے تن بتقدیر تو اپنے پاؤں سے چل خدا کریم ہے وہ چاہیگا تو پہونچا دیگا یہ کہکر صحرا کی طرف روانہ ہوئے جنگل جنگل دشت بدشت صحرا بصحرا کبھی روتے کبھی ہنستے چلے جاتے تھے ہزاروں طرح کے رنج والم اٹھاتے تھے کہ پندرھویں دن ایک قلعہ نظر آیا دیکھا کہ اسپر جن سر کھولے جناب احدیت سے دعا مانگ رہے ہیں اور ایک دیو ہیبت دراز قد فلک کوش قلعہ کو محاصرہ کیے ہوئے کھڑا ہے مثل کوہ اڑا ہے امیر کو محصوران قلعہ پر ترس و رحم آیا اُنکے حال پر تحمل نہ کیا اس دیو کو للکارا کہ او کافر قلعہ کو کیوں گھیرے ہوئے ہے خبردار ہو جا کہ میں تیری جان کا ملک الموت آن پہونچا تیرے سر پر بلا کا طوفان پہونچا اُسنے جو امیر کی صورت دیکھی جانا کہ زلازل قاف کوچک سلیمان یہی ہے شکنندہ طلسمات و کشندہ دیوان یہی ہے دار شمشاد لیکر دوڑا امیر نے عقرب سلیمانی سے اُسکو دو ٹکڑے کیا دم نہ لینے دیا اور اُسکی فوج میں گھس کے تیغ زنی کرنے لگے آدھے سے زیادہ دیو مار گئے بقیۃ السیف سر پر پاؤں رکھکر بھاگے بادشاہ قلعہ سے باہر نکل کر امیر سے بغلگیر ہوا امیر کا ہاتھ پکڑ کر قلعہ میں لیجا کر تخت پر بٹھلایا بہت اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور کہا کہ میں وہی جنی سبز قبا برادر شہپال شاہ ہوں کہ جسکو آپ نے طلسم شطرنج سلیمان سے چھڑایا تھا اس آفت جان ستان سے بچایا تھا یہ کہکر امیر کو قلعہ سبز نگار میں لیگیا اور چھوٹے بڑوں کی ملازمت کروائی ہر شخص کو انکی تعریف سنائی اور جشن شاہانہ ترتیب دیکر امیر کے حال کا مستفسر ہوا امیر نے تمام سرگذشت بیان کرکے کہا کہ اے جنی سبز قبا مجھکو تم سے بھی خوف معلوم ہوتا ہے کہ شہپال شاہ کے بڑے بھائی ہو اس خاندان سے جدا نہیں پھر تم سے ہرگز امید وفا نہیں وہ بولا یہ کیا آپ فرماتے ہیں آپ کا غلام و فرمانبردار ہوں امیر نے فرمایا کہ تم کو خدا سلامت رکھے البتہ دوستوں سے بڑی بڑی توقع ہوتی ہے یہ کہکر فرمایا کہ جان دینے کے بدلے اتنا ہی سلوک مجھسے کرو کہ مجھکو میرے ملک میں پہونچا دو تمام عمر تمہارا ممنون رہونگا بادشاہ نے تامل کرکے خواجہ رؤف جنی کو بلاکر

کہا کہ تم امیر سے کہو کہ اگر تم ریحان پری کو جو میری بیٹی اور تمہاری عاشق ہے اپنے عقد میں لاؤ اور اس امر کے انعقاد میں کچھ اندیشہ اور تامل نہ فرماؤ تو آج کے نویں دن تم کو تمہارے گھر میں پہونچائے دیتا ہوں اس کام کے انجام کا عہد اپنے ذمہ لیتا ہوں امیر نے بعد از انکار اقرار کیا اور اس سے بھی اپنے مدعا کا قول لیا جنی سبز قبا نے بصد صوم وصلوات ریحان پری کا عقد امیر کے ساتھ کر دیا اپنا فخر سمجھ کر انکو اپنی دامادی میں لیا مگر شب کو جو امیر ریحان پری کے ساتھ جا کر سوئے تو تلوار درمیان میں رکھ کر سوئے جانا کہ شاید امیر کے ملک کا یہی دستور ہوگا کہ آج کی رات تلوار درمیان رکھ کر سوتے ہیں شب اول اسی صورت سے ہمبستر ہوویں دونوں پیٹھ پھیر کر اپنی اپنی کروٹ سوتے ایک دوسرے سے مزاحم نہ ہوا وصل الغرض میسر باہم نہ ہوا ناگاہ امیر نے اس شب مہر نگار کو خواب میں دیکھا اپنی مفارقت میں بہت اضطراب میں دیکھا چونک کر دیوانہ وار صحرا کی طرف روانہ ہوئے صبح کو دردانہ پری اور ریحان پری جو آئی اپنی بیٹی کو تنہا سوتے دیکھ کر جگا کے پوچھا کہ صاحبقران کہاں ہیں انکا حال بیان کر جو کچھ سرگذشت ہے بیان کر وہ بولی کہ مجھ کو معلوم نہیں رات کو تلوار درمیان میں رکھ کر سوئے تھے پھر مجھ کو نہیں معلوم کہ میں بھی سو رہی تھی وہ کہاں گئے ہیں دردانہ پری نے سر کہ جبیں ہو کر جنی سبز قبا سے یہ احوال کہا وہ بھی آزردہ ہوا صاحبقران کی کیفیت اپنی بیٹی کے ساتھ سنکر بہت افسردہ ہوا کہ اگر ایسا ہی تھا تو عقد کرنا امیر کو کیا ضرور تھا اور عقد کا نہ کرتے اگر یہی منظور تھا مفت قاف میں رسوا ہوا کہ امیر جنی سبز قبا کی بیٹی کو بعد شادی کے چھوڑ کر چلے گئے کچھ تو عیب ہوگا نہیں تو کوئی بھی ایک دن کی بیاہی دلھن کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اس طرح سے کوئی پیش آتا ہے فی الفور دیوؤں اور پریزادوں کو حکم کیا کہ دیکھو تو صاحبقران کدھر کو گئے جہاں ملیں ان کو لے آؤ انکے لانے میں ذرا دیر نہ لگاؤ اب ذرا حال آسمان پری کا سنیے کہ ایک دن سرخ جوڑا پہنکر بادشاہ کے دربار میں آئی عبدالرحمن کی طرف دیکھ کر کہا دیکھو تو آجکل امیر کہاں ہیں اپنے قاعدہ ہائے رمل سے دیکھ کر سچ بتاؤ جہاں ہیں عبدالرحمن نے رمل دیکھ کر اور تو کچھ نہ کہا مگر اتنا کہا کہ امیر تمہاری بدولت پریشان پھرتے ہیں چونکہ آسمان پری متصل بیٹھی ہوئی تھی اور خود بھی رمل میں دخل رکھتی تھی زائچہ کو دیکھ کر بولی کہ اللہ اللہ جنی سبز قبا میرا چچا میرے خاوند سے اپنی بیٹی کی شادی کرے اور میری آبرو اور عزت کا لحاظ نہ کرکے میرے غیظ و غضب سے نہ ڈرے معلوم ہوا کہ وہ میرا عمو نہیں ہے رقیب ہے چچا سے ایسے امر کا سرزد ہونا فعل عجیب ہے کہ ریحان پری کو دیدہ و دانستہ میری سوت بنایا اگر میں اس کے ملک کو خاک سیاہ کرکے اس کو سزا نہ دوں تو آسمان پری اپنا نام نہ رکھوں یہ کہکر فوج قہار اپنے ساتھ لے تخت پر بیٹھ قلعہ سبز نگار کی طرف روانہ ہوئی

جانا آسمان پری کا مع فوج جرار قلعہ سبز نگار کی طرف اور تاراج کرنا شہر کو اور گرفتار کرکے لانا جنی سبز قبا و ریحان پری کو اور سزا دینا جنی سبز قبا کو اور قید کرنا

زندان سلیمان میں ریحان پری کو

راوی لکھتا ہے کہ ہرگاہ آسمان پری قلعہ سبز نگار کے متصل پہونچی حبشی سبز قبا کچھ تحائف اپنے ساتھ لیکر آسمان پری کے استقبال کیواسطے گیا اور بکمال عزت و توقیر اپنے شہر میں لے آیا نہایت محبت و اخلاق سے پیش آیا آسمان پری نے اُسکی بارگاہ میں پہونچکر حکم دیا اور اپنے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حبشی سبز قبا اور ریحان پری کی مشکیں باندھو ہرگز میرے تعمیل ارشاد میں توقف و تاخیر نکرنا جب لوگوں نے اُن دونوں کو باندھ کر حاضر کیا آسمان پری شہر کو تاراج کرکے گلستان ارم میں گئی اور کئی دن تک ہزار ہزار کوڑے حبشی سبز قبا اور ریحان پری کو لگوا کر ریحان پری کو زندان سلیمان میں قید کیا یہ خبر شہپال کو پہونچی کہ آسمان پری نے اسطرح سے حبشی سبز قبا کو بیحرمت کیا گریبان چاک کرکے بے اختیار سر و پا برہنہ روتا ہوا دوڑا آسمان پری اپنے مکان پر جا چکی تھی شہپال حبشی سبز قبا کو وہاں سے لیکر اپنے مکان میں آیا اُسکے حال پر بہت التفات فرمایا اور اُسکے پاؤں پر گر کر خوب رویا بہت عذر کرکے اُسکے دل سے غبار کدورت اور آزردگی کا دھویا اور کہا کہ اس کمبخت شوخ دیدہ نے آپکو کیا مجھکو بیحرمت کیا تم کو نہیں حقیقت میں مجھکو رنج دیا ہر چند شہپال شاہ نے یہ سب کچھ کہا اُسکی تشفی نہوئی اُسکے دل سے رنجش نگئی دیوانہ وار وہاں سے اُٹھ کر قلعہ گلستان ارم کے دروازہ پر ایک دوہتڑ مار کے بولا اللہ کی جناب میں کمال عاجزی و بیکسی سے عرض کرنیکو منہ کھولا کہ یا بار الہا آسمان پری نے جیسا مجھ سے سلوک کیا ہے اور بیوجہ و بے سبب مجھکو رنج دیا ہے اُسکے بدلے تو اپنا غضب اُسپر نازل کر یہ کہکے روتا ہوا اپنے شہر کو چلا گیا اُسکے حق میں دعاء بد کرتا گیا اس دعاء بد کے اثر کا حال سنیے کہ پردہ ہفتم قاف میں رعد شاطر نامی ایک دیو کہ حضرت سلیمان کے وقت میں پیک رہتا تھا اُسکو ہر شخص جرأت و دلاوری میں بےمثل کہتا تھا اور حضرت سلیمان کے ہفت دریا سحر مشہورہ میں کہ اُن کے پار کوئی دیو یا جن نجا نہ سکتا تھا بلکہ اُسکے زور و شور کے سننے کی کوئی تاب لا نہ سکتا تھا ہرگاہ حضرت سلیمان نے دنیا سے مفارقت کی اور راہ آخرت لی رعد شاطر نے کہ بھانجا عفریت دیو کا ہے اُن ساتوں کے پار دو قلعے بنائے ایک کا تو نام سیاہ بوم رکھا اور دوسرے کا نام سفید بوم اور طلسم بھی تیار کیا اُن کو ہر طرح آراستہ و مستحکم کیا بالفعل اُسکو عفریت کے مارے جانیکی خبر پہونچی کہ شہپال شاہ نے ایک آدم زاد کو جس کا نام زلزال قاف ہے جیکہ سلیمان ہے پردہ دنیا سے بلا کر عفریت و اہرمن و ملعونہ جادو کو قتل کروایا اور بہت سے دیوان زبردست قاف کو اُس آدم زاد سے بیجان کرکے گلدستہ قاف کو برباد کیا الغرض اُس نے پرستان میں بہت فساد کیا سنتے ہی آگ ہوگیا فی الفور حضرت سلیمان کا جال کہ بعد آنحضرت کے اُسکے ہاتھ آیا تھا کسی تدبیر سے اُسنے پایا تھا لیکر قلعہ سیاہ بوم سے اُڑا اور گلستان ارم سے سب کو لاکر قید کیا اور محافظان مجلس کو اُن کے ایذا دینے کا حکم دیا عبد الرحمٰن کہ رخصت لیکر اپنے مکان پر گیا تھا بچ گیا اور جو جو رئیس و ندیم کہ بادشاہ کے پاس حاضر رہتے تھے کوئی اُس کے ہاتھ سے نہ بچا ہر شخص اس بلا میں پھنسا یہ خبر

عبدالرحمٰن جنی کو پہونچی اُسکو نہایت غم والم ہوا اس حال کے سننے سے بہت برہم ہوا قرعہ پھینک کر دریافت کیا کہ امیر میرے شہر کی جانب شمال میں ہیں تخت پر سوار ہوکر ڈھونڈھنے کو نکلا اُنکی تلاش میں چلا صاحبقران کا حال سنیے وہ جو شہر سبز نگار سے نکلے کئی دن میں صحرا کو طے کرکے ایک پہاڑ کے دامن میں کہ عبدالرحمٰن کے مکان کے متصل واقع تھا آکر بیٹھے ایک ساعت نہ گذری تھی کہ عبدالرحمٰن کو سوار تخت پر دیکھا چار آنکھیں ہوتے ہی عبدالرحمٰن تخت پر سے اُترکے امیر کے قدمبوس ہوا امیر نے سر اسکا اُٹھاکے چھاتی سے لگایا صاحبقران نے پوچھا کہ تم شہپال شاہ سے کیونکر جدا ہوئے اُسنے اپنے رخصت ہوکے آنے اور شہپال شاہ اور آسمان پری و قریشہ و دیگر سرداران اقوام دیو و جن کی گرفتاری اور قلعہ سفید بوم میں قید ہونیکا احوال مفصل بیان کیا جو جو حال کہ اُنپر خرابی کا گذرا تھا سب شرح دیا امیر نے کہا کہ یہ جھوٹے قسم کھانے اور میرے ستانے کا ثمرہ شہپال شاہ و آسمان پری کو ملا کہ یکایک اُنپر غضب خدا پڑا عبدالرحمٰن نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ جو کچھ حضرت فرماتے ہیں سب بجا ہے یہ اُن کی بدعہدی اور پیمان شکنی کا نتیجہ ہے لیکن آسمان پری آپ کا ناموس ہے اگر وہ قید میں وہاں پڑی رہی تو بدنامی کس کے واسطے ہے سوائے آپکے اگر تقصیروار ہے تو آسمان پری ہے قریشہ تو بے قصور ہے اُسکے صدقے میں سب کو چھڑا لیجیے ان سب کو عذاب سے نکالنے کی کوشش اور تدبیر فرمائیے اول تو امیر نے انکار کیا بعد ازاں اُسکی منت و عاجزی سے مجبور ہوکر بولے کہ پھر وہ قلعہ سفید بوم کہاں ہے اور وہاں تک جانا کیونکر ہو ہم وہاں کسطرح سے جائیں اور اُس قلعہ پر کس صورت سے قابو پائیں عبدالرحمٰن نے کہا کہ قلعہ سفید بوم ہفت دریائے سحر کے پار ہے اُن دریاؤں سے عبور کرنا بہت دشوار ہے اور وہاں شاہ سیمرغ کے سوا کوئی پہونچا نہ سکے گا وہ ایسا سخت مقام ہے کہ اور کوئی تمکو لیجا نہ سکیگا امیر نے پوچھا کہ سیمرغ کہاں رہتا ہے اسکا کس جگہ مقام ہے اور کس دشت میں اُسکا قیام ہے عبدالرحمٰن نے کہا کہ شاہ سیمرغ تک میں آپ کو پہونچا سکتا ہوں اُسکے مکان کا پتہ بھی میں تم کو بتا سکتا ہوں بارے امیر کو طوعاً و کرہاً راضی کیا اور قلعہ میں اپنے لاکر مجلس جشن کی برپا کی اور مکان کو خوب آراستگی دی اور کئی شبانہ روز تک امیر کی ضیافت میں سرگرم رہا امیر نے قلعہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں اس قلعہ میں ایک بار اور بھی آیا تھا یہاں کے دیکھنے سے بہت حظ اُٹھایا تھا اُن دنوں میں یہ قلعہ لاہوت شاہ بدلانیسر کے پاس تھا عبدالرحمٰن نے کہا کہ بجا ہے وہ میرا نائب تھا وہ شخص رستے میں بہت صیاناب تھا الحاصل بعد الفراغ جشن عبدالرحمٰن نے امیر کو تخت پر بٹھلا کے چار جنوں سے کہا کہ امیر کو شاہ سیمرغ کے مکان پر پہونچا دو اس مقدمہ میں خوب اہتمام کرو چار دن جن اس تخت کو لیکر قندیل فلک ہوئے سوائے پانی کے زمین کا سواد تک دکھائی نہ دیتا تھا سات شبانہ روز تخت کو لیے چلے گئے آٹھویں دن چار گھڑی دن آیا ہوگا کہ دریا کے کنارے امیر کے تخت کو رکھ دیا چلتے چلتے بہت تھک گئے تھے ذرا آرام کیا امیر نے دریا کو دیکھا کہ ہر موجہ اُسکا دریائے اخضر فلک تک بلند ہوتا ہے آدمی تو کیا جانوران پرند کا اُسکے دیکھنے سے دم بند ہوتا ہے اور دریا کے کنارے ایسے بڑے بڑے درخت لگے ہوئے ہیں کہ شاخیں اُسکی طوبیٰ سے باتیں کرتی ہیں اور ہر درخت پانچ فرسنگ تک سایہ زن ہے اور اُن درختوں کے اوپر ایک قلعہ چوبی بکمال وسعت و فسحت بنا ہوا ہے اس میں بھی سب طرح کا سامان آرائش

لگا ہوا ہے امیر نے اُن جنوں سے پوچھا کہ یہ قلعہ کس نے بنایا ہے کہ گلستان ارم کا ہمسایہ ہے اُنھوں نے کہا کہ یا امیر یہ قلعہ نہیں ہے شاہ سیمرغ کا آشیانہ ہے امیر یہ سنکر بہت متعجب ہوئے حمالان تخت تو رخصت ہوکر اپنے گھر کو گئے امیر ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھکر صحرا کی نضا دیکھنے لگے ایک ساعت نگذری تھی کہ ایک درخت پر سے شور وغل پیدا ہوا امیر اُس درخت کے نیچے بالا غور سے دیکھنے لگے معلوم ہوا کہ سیمرغ کے بچے شور وغل کرتے ہیں سیمرغ کے بچوں کو جو دیکھا تو باوجود گوشت کے لوتھڑے ہونیکے ہر ایک ہاتھی سے زیادہ قد آور ہے جسم ہر ایک کا کوہ کے برابر ہے اور بے تحاشا چیختے ہیں امیر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ اُنھوں نے کس چیز کو دیکھا ہے کہ جسکے خوف سے بھر گئے ہیں دیکھتے دیکھتے نگاہ امیر کی ایک اژدہے پر پڑی کہ اُس درخت پر چڑھا چلا جاتا ہے کہ جسکے منھ کی پھونک سے سبزہ بیابان جلا جاتا ہے امیر نے تہ دل سے اُس اژدہے کو مارا اور ٹکڑے کر کے برچھی کی نوک سے سیمرغ کے بچوں کو کھلایا اُنکو اُس اژدہے سے بچایا اُن بچوں کا جو پیٹ بھرا آشیانہ میں گھسکر سو رہے بھوک کی شدت سے فارغ ہو رہے دو گھڑی کے بعد سیمرغ کا جوڑا بچوں کیواسطے طعمہ لیکر آیا تو بچوں کو در آشیانہ پر نہ پایا معمول تھا کہ بچے اپنے ماں باپ کی آہٹ پاکر آشیانہ سے سر نکال لیتے تھے اور اپنی زبان میں اشتہا جتاتے تھے اُسوقت بچوں نے جو آشیانہ سے سر نہ نکالا اور امیر کو اس درخت کے نیچے سوتا دیکھا سیمرغ بایکدیگر کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے یہی شخص جو زیر درخت سوتا ہے ہمارے بچے کھا جاتا ہے اور آج بھی کھا گیا تب تو کسی بچے کی آواز نہیں آتی ہے اسکو مار ڈالا چاہیے بچوں کے کان میں جو یہ آواز پڑی پھڑپھڑا کر آشیانے سے باہر نکل آئے اُنکے اس شتاب نے سے بہت گھبرائے اور اپنی زبان میں حقیقت حال بیان کی اُس اژدہے کی کیفیت اور مارے جانے سے اُنکو اطلاع دی سیمرغ امیر سے بہت خوش ہوا امیر پر جو دھوپ آگئی تھی ایک بازو سے امیر پر سایہ کیا دھوپ کی تکلیف سے آرام دیا اور دوسرے بازو سے ہوا دینے لگا اُنکو راحت جانفزا دینے لگا امیر کو جو راحت معلوم ہوئی امیر کی آنکھ کھل گئی امیر نے اُنکو دیکھا تیر و کمان کو سنبھالا اُنکے مارنے کیلیے تیر ترکش سے نکالا سیمرغ بولا کہ یا زلازل قاف آپنے مجھ کو اپنا بندۂ احسان کیا ہے اور پھر میرے مارنے کا ارادہ کرتے ہو یہ میرے ہی بچے ہیں جن کو آپ نے اژدہے سے بچایا ہے تم کو اُن کے حال پر رحم آیا ہے امیر نے فرمایا کہ تو میرا نام کیا جانے اور مجھ کو کیا جانے سیمرغ نے کہا کہ میں نے حضرت سلیمان سے سنا تھا کہ ایک آدمی کسی زمانے میں یہاں آویگا اور سیمرغ کے بچوں کو اژدہے سے بچا دیگا عادل قاف اُسکا نام ہوگا دیوونکو قتل کرنا اُسکا کام ہوگا اور تمام قاف میں اُس سے جو بھڑجاویگا اُس سے زک اُٹھاویگا اور لوگ اُسکو زلازل قاف کہیں گے اُسکی دلاوری سے ہمیشہ اندیشہ میں رہینگے امیر یہ سخن سنکر بہت اپنے دلمیں خوش ہوئے اور پوچھا کہ اس سرحد کا کیا نام ہے یہ کونسا مقام ہے اُس نے کہا کہ اسکو بیشۂ قضا و قدر کہتے ہیں قاف کی حد سے یہ باہر ہے بادشاہ پرستان کے زیر حکم نہیں جو اس کے اندر ہے امیر نے فرمایا کہ میں ایک ضرورت لیکر تیرے پاس آیا ہوں اُس نے التماس کیا کہ میں تابعدار و فرمانبردار ہوں جو کچھ حکم ہو اُسکو بجا لاؤں امیر نے کہا رعد شاطر دیو نے شہپال شاہ اور آسمان پری کو اُن کے ارکان دولت سمیت قلعہ سفید بوم میں قید کیا ہے اُنکو کمال رنج دیا ہے تو مجھ کو وہاں پہونچادے

جہاں وہ قید ہیں وہ مکان مجھ کو دکھا دے اُس نے کہا کہ ہر چند اس حرکت سے دیوان قاف میرے دشمن ہو جائینگے مجھ سے
بر سر پرخاش آئینگے لیکن میں آپ کو پہونچا دونگا اتنا کام ضرور کرونگا آپ سات نقمے طعمے کے اور سات گھونٹ پانی کے میری
پیٹھ پر رکھ لیجیے اُسکی تدبیر ضرور کیجیے جب مجھ کو اشتہا معلوم ہوگی ایک لقمہ اور ایک گھونٹ پانی کا کھلا پلا دیجیے گا امیر نے
صحرا میں سے سات نیل گائیں شکار کر کے پوست اُنکا کھینچکر مشکیں بنائیں اور اُسمیں آب شیریں بھر کر ساتوں لٹکائیں لیکر
سیمرغ کی پشت پر سوار ہوئے روانہ بسوے قلعہ سفید بوم بکمال اضطرار ہوئے سیمرغ نے عرض کی کہ یا صاحبقران
لوہے کی قسم سے کوئی ہتھیار اپنے پاس نہ رکھیے گا کیونکہ راہ میں کوہ مقناطیس عین وسط میں دریا کے واقع ہے کہیں کشش
کر کے کھینچ نہ لیوے تمھارے ہتھیار و نگی وجہ سے خلاصی نہ دیوے امیر نے فرمایا کہ پھر میں سلاح کیا کروں اُنکو کہاں چھوڑوں
اُسنے کہا کہ یہیں چھوڑ چلیے اگر کوئی سلاح ایسا چھوٹا ہو کہ موزے میں چھپ سکے اُسے رکھ لیجیے اُسکے چھپانے میں احتیاط کیجیے
امیر نے نیمچہ سہراب یل کا تو موزے میں رکھ لیا باقی سلاح سیمرغ کو سونپ دیے سیمرغ نے اپنے آشیانے میں رکھدیے
سیمرغ امیر کو لیکر اوج گراے فلک ہوا امیر نے زمین کیطرف جو غور کر کے دیکھا تو چھوٹی سی انگشتری کے نگینے کے برابر معلوم ہوئی
پانی نظر آتا تھا جہانتک تا نظر اور قیاس جاتا تھا امیر نے سیمرغ سے پوچھا کہ اس دریا کا کیا نام ہے بولا کہ ہفت دریاے جادو
کا یہ پہلا دریا ہے ابھی چھ اور باقی ہیں اُن سے عبور کرنا ہے القصہ سیمرغ تیز پری کرتا ہوا اُڑا جاتا تھا اُسکے طے کرنے میں
بڑی محنت اُٹھاتا تھا جب نصف دریا میں پہونچا سیمرغ کو اشتہا معلوم ہوئی امیر سے کہا کہ یا امیر بہت جلد ایک لقمہ
میرے منھ میں دیدو کہ میرا زور گھٹتا چلا مجھ پر بھوک نے غلبہ کیا امیر نے ایک مشک پانی کی اور ایک نیل گاے اُسکے
منھ میں دیدی اُسنے جلد نوشجان کی بارے ایک شبانہ روز میں دریاے اول کو طے کیا دوسرے دن دوسرے دریا
کے اوپر سے چلا امیر نے اُس دریا میں تاریکی دیکھ کر سیمرغ سے پوچھا کہ یہ تیرگی کیسی ہے کچھ نظر نہیں آتا ہے دل نہایت
گھبراتا ہے سیمرغ نے التماس کیا کہ یہ دریا خاک کا ہے جب نصف دریا پر پہونچا امیر سے طعمہ طلب کیا امیر نے اُسکے
منھ میں ڈالدیا القصہ اس دریا سے بھی پار ہوا تیسرے اور چوتھے دن بدستور طعمہ کھا کے دریاے سیماب و دریاے خون کو
بھی طے کیا کہیں اُسنے دم نہ لیا قصہ کوتاہ جب دریاے مقناطیس کے اوپر پہونچا مقناطیس بسبب اُس نیمچہ کے جو امیر نے
اپنے موزے میں رکھ لیا تھا سیمرغ کو اپنی طرف کھینچنے لگا سیمرغ نے دیکھا کہ ہر چند بالا پروازی کیواسطے زور کرتا ہوں مگر
نیچے کو چلا جاتا ہوں اوپر اُڑنے کا قابو نہیں پاتا ہوں یاد آیا کہ یہ بدولت اُس نیمچے کے ہے جسکو امیر نے اپنے موزے
میں رکھا ہے وہی میرے اُڑنے کا حارج ہوا ہے امیر سے ملتمس ہوا کہ یا صاحبقران بہت جلد نیمچہ کو موزے سے نکالکر
پھینکدیجیے یہ کام فوراً کیجیے نہیں تو کوئی دم میں کوہ مقناطیس مجھ کو کھینچ لے گا امیر نے نیمچہ کو تو موزے سے نکال کر پھینکدیا
لیکن نیمچے کیواسطے بہت تاسف کیا جب سیمرغ اُس سے گذر کر دریاے ہفتم کے اوپر سے کہ آتش کا تھا چلا باوجود بلند پروازی
کے شعلہ اُس دریاے آتش کا کرۂ نار سے باتیں کرتا تھا سیمرغ کو بیتاب کیے ڈالتا تھا سیمرغ کے ہوش و حواس گم ہوتے تھے

ہر چند یہ اپنے تئیں سنبھالتا تھا بارے سیمرغ وہ سب تپش انگیز کرکے نصف دریاے آتش پہ پہونچا اور امیر سے کہنے لگا کہ یا
زلازل قاف بہت جلد مجھ کو طعمہ دو کہ مقام نبرد آوری و تیز پروازی کا ہے یہی مقام تو محنت کشی و جانبازی کا ہے امیر
نے نیل گاے اُسکے منھ میں دیکر تپش آتش سے ہاتھ کو جو جلدی سے کھینچا وہ نیل گاے سیمرغ کے منھ میں تو نہ گئی دریاے آتش
میں گر کر جل گئی ایکدم میں اُسکی ہڈی پسلی سب گل گئی پھر چند قدم پر سیمرغ نے طعمہ جاکر طلب کیا امیر نے جواب دیا کہ نوالہ
ہفتم جو باقی تھا ابھی میں تجھ کو دیچکا ہوں اب طعمہ کہاں ہے کہ تجھ کو دوں اور تیرے کھانے کی تدبیر کروں اُسنے کہا کہ میں نے
نہیں پایا وہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں آیا اور زور اُسکا گھٹنے لگا امیر نے دیکھا کہ بڑا غضب ہوا کوئی دم میں یہ مجھ کو دریاے
آتش میں لے گریگا فی الفور کلیجہ خضر اُسکے منھ میں ڈالدیا بھوک کیطرف سے اُسکو مطمئن کیا اُس کلیجے کی برکت سے بقوت تمام
اُس دریا سے وہ پار ہوا سب دفع اُسکا اضطرار ہوا سیمرغ نے خشکی میں اُترکر امیر کو مبارکباد دی اُنکی طبیعت اس خوشخبری
سے مسرور کی لیکن سلاح کیواسطے کمال متردد تھے کہ داہنی طرف سے حضرت خضر نے سلام علیک کی اور اُنکو تسلی دی و تمام
ہتھیار امیر کے کہ جو سیمرغ کے گھر پر چھوڑے تھے اُس نیچہ سمیت کہ دریاے مقناطیس میں پھینکدیا تھا امیر کو دیے امیر
سلاح لیکر بہت خوش ہوے اور حضرت خضر کے قدم چومے اور شکر اس احسان کے ادا کیے حضرت خضر تو اُسی جا سے
تشریف لیگئے امیر نے سلاح اپنے بدن پر سجکر میدان کی طرف جو نظر کی تو دو کوہ دیکھے ایک سفید مثل صبح صادق اور دوسرا
سیاہ مانند شام غریباں نظر آئے وہ بھی اُنھوں نے تئی سمت کے پاے امیر نے سیمرغ سے پوچھا کہ یہ سفید و سیاہ پہاڑ
ہیں یا کچھ اور ہے ان پہاڑوں کا تو نیا طور ہے اُسنے عرض کی کہ یہی قلعہ سیاہ بوم و سفید بوم ہیں امیر نے سیمرغ سے فرمایا
کہ تو خدا حافظ ہے مجھ پر تم نے بڑا احسان کیا کہ یہانتک پہونچایا سیمرغ نے تین پر اپنے بازو سے اُکھیڑ کے امیر کو دیے اور کہا
کہ ہرگاہ خدا نا کردہ کسی مشکل کا سامنا ہو تو آپ ایک پر آگ پر رکھیے گا اُسیدم میں آنکر حاضر ہونگا جو کچھ فرمائیے گا وہ کرونگا
اور دوسرا پر دنیا میں جاکے اپنے گھوڑے کی کلغی میں لگا دیجئے گا اُسکو خوبصورت بنا لیگا اور تیسرا پر خواجہ عمرو عیار کو میری
طرف سے دیجیے گا جو میں کہتا ہوں اُسپر عمل کیجیے گا یہ کہکر سیمرغ تو رخصت ہوکر اپنے آشیانہ کیطرف اُڑ گیا اور امیر اُن قلعوں کیطرف
قدم زن ہوے تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک شیر ببر نے امیر کے برابر آکے امیر پر حملہ کیا اُنکو آ گھیر لیا امیر نے ایک تیغ عقرب سلیمانی
کا لگا کے اُسکے دو ٹکڑے کیے اور کھال اُسکی کھینچکر اپنے کاندھے پر رکھ لی اور یہ فکر کی کہ دنیا میں جاکر اُسکی قبا بناونگا اپنے مصرف
میں لاؤنگا کہیں سنا تھا کہ رستم بن زال کے تکلے میں شیر کی کھال کی قبا تھی اُسکی ہیبت و شوکت سے اُسکو ہر کام میں کامیابی
بے انتہا تھی القصہ جب امیر قلعہ سیاہ بوم کے دروازے میں پہونچے دیکھیں تو دروازہ کھلا ہوا ہے نہ کسی پاسبان کا نشان
ہے نہ سپاہی کا پتہ ہے مگر چار سو دیو دروازے پر بیٹھے ہیں تاکہ کوئی شخص آنے نہ پاوے ناگاہ ان دیووں کے سردار کی نگاہ
امیر پر پڑی اُسنے ایک نعرہ آہ کا مار کر کہا کہ یارو بڑا غضب ہوا زلازل قاف کوچک سلیمان یہاں بھی آ پہونچا بے تحاشا دوڑ کر
ایک وار شمشاد امیر کے سر پر مارا کہ زمین اُسکے صدمے سے الحذر پکاری امیر نے اُسکو رد کرکے ایک ہاتھ اس زور سے اُسکی

کمر پہ لگایا اُسنے اس ضرب سے وہ صدمہ اُٹھایا کہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا دیووں نے جو اپنے سردار کو کٹتے کی موت مارے جاتے
دیکھا اُسکے سر پر اس بلاے ناگہانی کو آتے دیکھا شتر بے مہار کیطرح بھاگ گئے اُنھوں نے بھاگ جانا اپنی جان کا بچانا غنیمت
جانا ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ سر سے پاؤں کو نہ پہچانا اُسوقت رعد شاطر شکار کھیلنے کو گیا تھا فراریوں نے اُسکا رستہ روکی
راہ لی کہ رعد شاطر کو اس حادثہ کی خبر دیویں اُسکو اس خرابی حال کی دوڑ کر خبر کریں امیر دروازے پر کھڑے ہو کر فکر کرنے لگے
کہ دیکھا چاہیے شہپال شاہ و آسمان پری وغیرہ قلعہ سیاہ بوم میں ہیں یا قلعہ سفید بوم میں غیب سے آواز آئی یا امیر
شہپال شاہ و آسمان پری قلعۂ سفید بوم میں قید ہیں امیر اُس قلعہ کی طرف چلے جب دروازہ پر پہونچے تو دیکھا
کہ اُس قلعہ کے سو برج ہیں اور ہر برج پر کوئی دیو شیر سر کوئی اسپ سر کوئی مار سر کوئی زاغ سر کوئی گرگ سر حربہ لیے
سحر خوانی کر رہا ہے ہر شخص صورت مختلف سے اُس قلعہ کی پاسبانی کر رہا ہے اور دروازے میں ایک اژدہا آتش فشاں
ہے کہ جسکی شعلہ زنی خارج از بیان ہے اور اُسکا منھ اسقدر وسیع ہے کہ دروازہ اُسکے منھ سے بند ہے گویا اُسکا دہانہ
گردن دروازے کے لیے ایک کمند ہے امیر متردد ہوے کہ اسکے اندر کیونکر جائیے کس صورت سے اسمیں دخل پائیے کہ پھر
غیب سے آواز آئی حمزہ اس طلسم کی فتح تیرے نام نہیں ہے اسکا توڑنا تیرا کام نہیں ہے ایک تیرا پوتا رستم ثانی نام ہوگا وہ اسکو
فتح کریگا وہی اس معرکہ میں مردانہ وار پاؤں دھریگا امیر نے اپنے دلمیں کہا ابھی میں آپ لڑکا ہوں واللہ اعلم کہ لڑکا کب
پیدا ہوگا اور پوتا کب تولد ہوگا بس یہ لوگ جو اسمیں قید ہیں تب تک یوں ہی گرفتار رہینگے قید کی تکلیف تمام عمر کیونکر
سہینگے دوسری مرتبہ پھر صدا آئی کہ تو سواے قیدیوں کے چھڑانے کے طلسم توڑنیکا قصد نہ کر اسم اعظم کو پڑھ کر اژدہے پر
دم کر وہ چلا جائیگا تو اُسپر قابو پائیگا صاحبقران نے جو اسم اعظم اژدہے پر دم کیا اژدہا دروازے پر سے چلدیا صاحبقران
اندر جا کر دیکھیں تو قلعہ کے اندر باغ ہے اور اس باغ میں شہپال مع رفقا بیٹھا رو رہا ہے اپنی مصیبت پر جان کھو رہا ہے
صاحبقران کو دیکھ کر خجالت سے سر نیچا کر لیا صاحبقران نے سب کی دست و پا کی قید دور کی رہائی دے کے سب کی
خاطر مسرور کی اور شہپال شاہ سے پوچھا کہ آسمان پری کہاں ہے شہپال شاہ نے کہا کہ وہ سامنے جو گنبد ہے اُسمیں
مقید ہے امیر گنبد کے اندر گئے دیکھیں تو آسمان پری سر نیچے پاؤں اوپر لٹکی ہوئی ہے ایک فراسی جان لٹکی ہوئی ہے اور
قریشہ بیٹھی رو رہی ہے ماں کی طرح جاں بلب ہو رہی ہے صاحبقران نے بند قید کاٹکر مع قریشہ شہپال شاہ کے
پاس اُسکو لاکر بٹھا دیا سب کو ایک جگہ جمع کیا آسمان پری کمال منفعل ہوئی اور امیر کے قدموں پر گر کے کہنے لگی کہ یا امیر
اب تو میرا قصور معاف کیجیے چھ مہینے کے بعد ضرور دنیا میں بھیجدونگی مجھکو قسم ہے کہ اب دغابازی نہ کرونگی امیر نے کچھ
جواب نہ دیا اُسکے کہنے پر کچھ التفات نہ کیا اور سب کو ہمراہ لیکر قلعہ کے باہر نکلے دیکھا کہ رعد شاطر کئی ہزار دیو ہمراہ لیے ہوے
چلا آتا ہے کہ جسکی ہیبت سے تمام قلعہ تھراتا ہے امیر کے پاس آکر کہنے لگا کہ او آدم زاد تو نے تمام گلدستۂ قاف کو برباد کیا اور یہاں
بھی آکے میرے قیدی چھڑانے لیے جاتا ہے مگر میں تجھکو اسدم جیتا نہ چھوڑونگا تو میرے ہاتھ سے کب نجات پاتا ہے یہ کہکر ایک

بہت بھاری پتھر امیر کے سر پر مارا امیر نے خالی دیکر ایک ہاتھ اس زور سے لگایا کہ مثل چنار کرم خوردہ قلم ہوگیا ایک ہی ضرب میں بیدم ہوگیا دیو جو اُسکے ساتھ تھے نعش اُسکی اُٹھاکر دیو سمندون ہزار دست کے پاس لے گئے امیر شہپال وغیرہ کو لیکر گلستان ارم میں آئے اپنے وطن میں پہونچکر سب نے آرام پایا جب چھ مہینے گذر گئے امیر نے پھر ایک خواب پریشان دیکھا سوتے سے چونک کر رونے لگے موتی آنسوؤں کے پرونے لگے آسمان پری امیر کی آواز سے جاگ کر پوچھنے لگی خیر تو ہے یا امیر روتے کیوں ہو اسقدر غمگین ہوتے کیوں ہو امیر نے کہا کہ اے آسمان پری خدا کو مان کے مجھ کو میرے ملک میں بھیجدے کہ اہل وعیال کی مفارقت میں حال زار ہے آسمان پری بولی کہ یا صاحبقران ایک برس کے بعد میں تم کو تمھارے ملک میں پہونچا دونگی وعدہ خلافی نہ کرونگی صاحبقران آسمان پری کے اس کلام سے ناخوش ہوکر بادشاہ کے پاس گئے اور آسمان پری کی شکایت کرنے لگے اور بیمروتی کی حکایت کرنے لگے شہپال نے امیر کی دلدہی کرکے اُسی دم تخت پر سوار کیا اور دیوؤنکو حکم دیا کہ صاحبقران کو دنیا میں پہونچا آؤ میرا کہنا عمل میں لاؤ جب صاحبقران روانہ ہوئے آسمان پری نے ایک پریزاد سے کہا کہ تو جاکر دیوان حمال سے کہہ کہ امیر کو سکارگاہ سلیمان میں چھوڑ آویں اور دنیا میں خبردار نہ پہونچاویں وہ پریزاد جو اثنائے راہ میں امیر کے پاس پہونچا امیر نے اُسکو دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ دیوؤنکو منع کرنے آیا ہے وہی پیغام اُنکا آسمان پری کا لایا ہے امیر شہپال کے پاس پھر آئے اُسکا شکوہ زبان پر لائے آسمان پری بھی اُسوقت وہیں حاضر تھی شہپال نے غصہ کرکے کہا کہ او آسمان پری تو اپنی شیطنت سے باز نہیں آتی آسمان پری بولی کہ آپ اس امر میں دخل نہ دیجیے میں کیا آپ کے کہنے سے اپنا بسا بسایا گھر اُجاڑدوں امیر یہ کلام سنکر اُٹھ کھڑے ہوئے آسمان پری کو بددعائیں دیتے ہوئے صحرا کیطرف روانہ ہوئے غم تنہائی سے بجائے اشک خونفشاں ہوئے بعضے لکھتے ہیں کہ امیر نے اُس دن آسمان پری کو طلاق دی اور بعضے اس قول کو نہیں مانتے اس روایت کو جھوٹ جانتے ہیں راوی لکھتا ہے کہ امیر کے جانیکے بعد شہپال بھی آسمان پری کی گفتگو ناملائم سے خفیر ہوکر ایک پہاڑی پر بیٹھا اپنی سلطنت سے ہاتھ اُٹھا بیٹھا اور آسمان پری تخت پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگی اور قاف میں منادی پھروائی کہ جو کوئی صاحبقران کو دنیا میں پہونچا دیگا میں بہت بُری طرح اُس سے پیش آؤنگی وہ اپنے کیے کی سزا پائیگا پس ازاں خواجہ عبد الرحمن سے بولی کہ دیکھو تو وہ عورت کہ جسپر حمزہ عاشق ہے کیسی ہے اور کہاں ہے سنتی ہوں کہ وہ حسن وجمال میں مشہور خرد وکلاں ہے عبد الرحمن نے رمل دیکھ کر عرض کی کہ نفس الامر میں حمزہ کے حق بجانب ہے اُسکی لونڈیاں بھی آپ سے زیادہ حسین ہیں ہر ایک ماہوش اور زہرہ جبین ہیں اور وہ قلعہ دیو ود میں ہے اُسی سرحد میں ہے آسمان پری نے اُس قلعہ کا نقشہ کھنچواکر کئی پریزادوں کو دیا اور حکم کیا کہ تم دنیا میں جاکر اس صورت کا جو قلعہ ہو اُسمیں سے مہرنگار کو اُٹھالاؤ اُسکو میرے پاس جلد لیکر آؤ پریزاد حکم پاتے ہی نقشہ قلعہ کا لیکر روانہ ہوئے کہ مہرنگار کو آسمان پری کے پاس لائیں اب جبتک اس داستان پر آؤں دو کلمے داستان ملک لندھور بن سعدان گرد کے سناؤں واضح ہو کہ ملک لندھور جب قید سے چھوٹ کر شہر میں آئے جشن میں مشغول رہے اور سامان عیش عشرت کے بہم پہونچائے ایک پریزاد نے

دیو سفید کے آنیکے حال سے خبر دی اُسکے پہونچنے کی اطلاع کی لندھور حبش میں سے اُٹھ کر سفید دیو کی طرف گئے اور اُسکو قتل کیا ایک دن بھی ٹھہرنے نہ دیا راوی لکھتا ہے کہ اُسکی جنگ میں لندھور نے جو نعرہ مارا آواز اُس نعرہ کی امیر کے کان میں گئی وہ صدا اُنکی تمام میدان میں گئی اور امیر اُسوقت دیو شاطر سے لڑ رہے تھے اور امیر نے جو دیو شاطر کی جنگ میں نعرہ کیا اُسکی صدا لندھور کے کان میں پہونچی مگر دونوں حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور عجب ماجرا ہے صاحبقراں کہتے تھے کہ پردۂ قاف میں لندھور کہاں اور لندھور کہتا تھا کہ قاف میں صاحبقراں کہاں جب لندھور سفید دیو کو مار چکا اور سر ناپاک اُسکے جسم نجس سے اُتار چکا بادشاہ سے کہا میں نے آپکے دشمن کو قتل کیا اب مجھ کو میرے گھر بھیجدیجیے اب تو وعدہ وفا کیجیے بادشاہ نے اُسیدم ایک تخت پر لندھور کو مع ارشیون پریزاد سوار کر کے دنیا کیطرف رخصت کیا دیوؤں کو اُنکے دنیا میں پہنچانیکا حکم دیا بہرام خاقان گرد چین کا حال سنیے کہ سنگساروں پر فتحیاب ہو کے شبانہ روز اُسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتا تھا نہایت مضطرب و پریشان رہتا تھا کہ لندھور کو کون لیگیا یہ مجھ کو داغ تازہ دیگیا چنانچہ اُسدن بھی جبیوں سرداران لشکر سے سر مجلس یہی ذکر تھا کہ یار و حیف ہے آجتک خسرو کا حال معلوم نہ ہوا کہ کدھر گئے اور کون لیگیا اُنکو کہاں ڈھونڈھوں کس طرح سے اُنکی تلاش کروں کہ اسمیں تخت خسرو ہند کا فلک پر سے قلعہ میں اترا بہرام دوڑ کر لپٹ گیا اور ہر شخص آنکر قدمبوس ہوا قلعہ میں شادیانے بجنے لگے نقارے مانند رعد کے گرجنے لگے خسرو ہند تخت پر جلوہ افروز ہوا اور محفل جشن کی برپا ہوئی مبارکباد کی آواز سامعہ پیرا ہوئی بہرام نے عین جشن میں خسرو سے کہا کہ میں سنگساروں سے لڑ رہا تھا کہ ایک خط میرے روبرو کسی نے پھینکدیا میں نے وہ خط اُٹھا لیا اُس خط میں جو نیچہ بنا ہوا ہے وہ عجیب حرفوں میں لکھا ہوا ہے ہر چند چاہا کہ اس خط کا مضمون دریافت کروں مگر کسی سے پڑھا نہ گیا کوئی آجتک اسکو پڑھ نہ سکا لندھور نے کہا لاؤ دیکھیں اگر ہم سے پڑھا جائے تو پڑھیں بہرام نے اُس خط کو منگا کر خسرو کے حوالہ کیا اُنکے ہاتھ میں دیا خسرو بھی اُسکو دیکھ کر متعجب ہوا مگر ارشیون نے پڑھکر کہا یہ نیچہ میرا ہے اور خط میری ماں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے طلسم سے لکھ کر باہر پھینکدیا تھا تمہارے پاس اُسکے پہونچنے کا یہ سامان کیا تھا بہرام نے ارشیون کو چھاتی سے لگایا اور اُسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور اُسکو بہت پیار کیا اور جس نے ارشیون کو دیکھا وہ باغ باغ ہو گیا اور ہر طرف سے صدا بلند ہوئی کہ سراندیپ نئے سرے سے آباد ہوئی سب چھوٹے بڑے کی خاطر شاد ہوئی

غائب ہونا زہرہ مصری کا بالائے قصر سے اور پہونچنا آسمان پری کے پاس

اب دو کلمہ داستان مصیبت زدہ فراق سراپا دیدہ اشتیاق ملکہ مہرنگار کی سنیے کہ شبانہ روز امیر کے فراق میں گریہ و زاری سے سروکار رکھتی تھی غیر از لخت جگر و خون دل کچھ کھاتی پیتی نہ تھی میلی کچیلی چھپر کھٹ میں پڑی رہتی تھی اگر زہرہ مصری یا طرار خوباں یا اور کوئی ندیم منھ دھونیکو کہتی تو اشک خونی سے منھ دھوتی اور اگر کوئی سنگار کو کہتا تو گوہر اشک پلکوں میں پروتی مصاحبوں نے دیکھا کہ ایسا نہ ہو رفتہ رفتہ کہیں سودا ہو جائے ہر ایک چاہتی تھی کہ کسی طرح سے اُسکے دل مغموم کو

بہلانے اُسکی طبیعت کو کسی کھیل تماشے میں لگائے سب مگر اُسکو سمجھاتی رہتی تھیں اور قسمیں کھا کر کہتی تھیں کہ ملکہ بہت گئی تھوڑی رہی ہے اب کوئی دنمیں امیر آتے ہیں تمھارے اندوہ و غم سب خدا کے فضل سے دور ہوے جاتے ہیں پوشاک بدلیے کھانا کھائیے دل بہلائیے اگر آپ نے اپنے کو تج دیا تو کیا امیر آئے تو کسکو دیکھیں گے اور امیر کو کون دیکھے گا چلیے ذرا کوٹھے پر ٹہلیے کسب ہوا کیجیے برائے خدا ہم لوگوں کو زیادہ رنج نہ دیجیے الغرض کہہ سنکر مہر نگار کو سقف محل پر لیگئیں اور سبزہ زار صحرا کا تماشا دکھانے لگیں ادھر کا ذکر کرکے اُسکی طبیعت کو بہلانے لگیں تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک لکا ابر کا نمودار ہوا آسمان پر بادل سیاہ پیدا ہوا اور آہستہ آہستہ وہ ابر اس قصر پر آیا چاروں طرف چھایا برق درخشندہ چمکنے لگی بادل گرجنے لگا دفعۃً واحدۃً اُس ابر سے ایک پنجہ پیدا ہوا عجیب سے ایک ہاتھ ہویدا ہوا زہرہ مصری کو کہ مہر نگار کے برابر کھڑی تھی اُٹھا لیگیا آنکی آن میں اُسکو اُڑا لیگیا کوئی دہشت کے مارے آنکھ بند کرکے بیٹھ گئی اور کوئی دوڑ کر سیڑھیوں پر منہ کے بل جا گری عجب طرح کا تہلکہ ہوا کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا سب محو حیرت ہو گئیں اپنے جی کا ہوش نہ رہا جب حواس لوگوں کے بجا ہوے دیکھیں تو زہرہ مصری نہیں ہے عجب طرح کا کہرام پڑا محل میں آثار قیامت نمودار ہوے اب ذرا حال زہرہ مصری کا سنیے اُسنے جو دیکھا کہ میں تخت پر بیٹھی ہوں اور تخت فلک پر اُڑا چلا جاتا ہے میری آنکھوں میں تمام عالم سیاہ ہے کچھ مجھکو نظر نہیں آتا ہے حمالان تخت سے پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھکو کہاں لیے جاتے ہو وہ بولے کہ آسمان پری زوجۂ حمزہ نے ہم کو حکم دیا تھا کہ مہر نگار دختر نوشیرواں کو لے آؤ اس امر میں ہرگز دیر نہ لگاؤ سو ہم تم کو اُسکے پاس لیے جاتے ہیں آسمان پری کے پاس تمکو پہونچاتے ہیں زہرہ مصری اپنے دلمیں سمجھی کہ حمزہ نے قاف میں بیاہ کیا ہے سو اسواسطے اُسکی زوجہ نے مہر نگار کو بلایا ہے کہ مار ڈالے اُسکو قتل کرکے اپنے دل کا بخار نکالے یہ لوگ اسکو پہچانتے نہیں تھے حقیقت حال بھلا جانتے نہیں تھے مہر نگار سمجھ کر مجھکو لیے جاتے ہیں خوب ہوا کہ ملکہ مہر نگار کے سر پر سے تصدق میں ہی ہوئی اُسکو خدا نے اس آفت سے بچایا مجھکو اُسکے عوض میں یہاں پہونچایا الحاصل جب زہرہ مصری گلستان ارم میں پہنچی سرمہ سلیمانی اُسکی آنکھوں میں دیدیا تا ہر ایک کو دیکھے کوئی دیو پری اور جن اُسکی آنکھوں سے غائب نہ رہے ہر گاہ آسمان پری کے سامنے اُسکو لے گئے آسمان پری اُسکے حسن و جمال کو دیکھ کر ٹھٹک رہ گئی اُسکی شکل و صورت دیکھکر متحیر ہوئی اور کہنے لگی کہ حمزہ کے حق بجانب ہے کیونکر نہ اُسکے فراق میں بیتاب ہووے اُسکی جدائی میں کیوں نہ اُس کا اسطرح حال خراب ہوئے پھر زہرہ مصری کیطرف دیکھا اور مخاطب ہو کر پوچھنے لگی کہ مہر نگار دختر نوشیرواں تو ہی ہے خوبصورتی میں شہرۂ آفاق اور مقبول خاطر پیر و جوان تو ہی ہے زہرہ مصری نے با ادب تسلیم کرکے کہا کہ میں عبد العزیز شاہ مصری کی بیٹی اور زوجہ مقبل وفادار نامے غلام حمزہ کی ہوں میری کیا مجال ہے کہ مہر نگار کی ہمسری کروں زہرہ مصری میرا نام ہے مجھ سے بہتر بہتر چار سو بیٹیاں بادشاہان عرب و عجم و چین و ماچین وغیرہ کی مہر نگار کی لونڈیاں ہیں خدمتگذاری میں سرفراز ہیں مصاحبت میں دمساز ہیں آسمان پری زہرہ مصری

کا ادب قاعدہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور پوچھنے لگی کہ سچ کہنا زہرہ مصری تجھے حمزہ کے سر کی قسم ہے میں خوبصورت ہوں یا مہر نگار خوبصورت ہے زہرہ مصری نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ بے ادبی ہوتی ہے مہر نگار کی لونڈیوں کے پاؤں کے تلوے کے برابر بھی آپ میں حسن نہیں کہاں آفتاب کہاں ذرۂ بے آب آسمان پری نے زہرہ مصری کی تقریر سنکر برہم ہو کے حکم دیا کہ ہاں اسکو جلادوں کے حوالے کرو کہ اسکی گردن ماریں یہ کمال شریر اور بے ادب ہے یہ بے تمیز مصاحبت کے قابل کب ہے، جلاد زہرہ مصری کو قتل گاہ میں لیگئے اتفاقاً قریشہ کہ ان دنوں میں ہفت سالہ تھی مگر جلوہ حسن میں ماہ چہاردہ سالہ کو رشک سے گھٹاتی تھی حور بہشتی اسکو دیکھ کر شرماتی تھی نیمچہ ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہ میں جاتی تھی لوگوں کا اجماع دیکھ کر زہرہ مصری کیطرف گئی جلاد سے پوچھا یہ کون ہے اور اس نے کیا قصور کیا ہے کہ اسکو قتل کرتا ہے کیوں اس بیگناہ کی گردن پر چھری دھرتا ہے جلاد نے کہا میں کچھ نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور اسنے کیا قصور کیا ہے مگر شاہ پری نے حکم دیا ہے قریشہ نے زہرہ مصری سے حال اسکا پوچھا اس نے مفصل بیان کیا قریشہ غصے کے مارے تھر تھر کانپنے لگی اور زہرہ مصری کو اپنے ساتھ بارگاہ میں لیجا کر آسمان پری سے کہنے لگی کہ اسنے تمہارا کیا قصور کیا ہے کہ اسکو پردۂ دنیا سے بلا کر قتل کرنیکا حکم دیا ہے معلوم ہوا کہ اگر مہر نگار آتی تو اسکو بھی قتل کرتیں نہ صاحبقران کا خیال رہتا نہ غضب خدا ڈرتیں سنو وہ بھی ناموس صاحبقران ہے اور تم سے لاکھ درجے عزت و حرمت میں بہتر ہے کہ صاحبقران کی زوجہ اول ہے بہر صورت تم سے سب باتوں میں افضل ہے کیا کروں کہ تم میری ماں ہو نہیں تو اس حرکت سے ایک نیمچہ مار کے دو ٹکڑے کرتی ہرگز کسی سے نہ ڈرتی آسمان پری قریشہ کا غیظ دیکھ کر لرز گئی خاموش ہوئی کچھ نہ بولی ہرگز زبان نہ کھولی بارے قریشہ نے اسی دم زہرہ مصری کو تخت پر سوار کروا کے جو حمال لائے تھے انکو حکم دیا کہ جہاں سے اسکو لائے ہو وہاں پہونچا آؤ میرا کہنا بجا لاؤ حمالان تخت کو اٹھا کر روانہ ہوئے ہر گاہ دیو سمند ہزار دست کے مکان کے اوپر کہ اثناے راہ میں اسکا مکان تھا وہ تخت پہونچا اتفاقاً دیو سمندون اسوقت اپنے رفیقوں کو لیے ہوئے شراب پی رہا تھا اسکی نگاہ جو تخت پر گئی دیوؤں کو حکم دیا کہ اس تخت کو لے آؤ یہ کون ہے اور اسکو کہاں لیے جاتے ہیں میرے سامنے لاؤ دیو جو تخت کو لے آئے زہرہ مصری سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جاتی ہے تیرا یہ رتبہ ہے کہ دیوؤں سے تخت اٹھوائی ہے اسنے مفصل حال بیان کیا دیو سمندون نے پریزادوں کو مروا ڈالا اور زہرہ مصری سے کہا کہ میرے بیٹے کا پالنا ہلایا کر اسکو بہت آرام سے سلایا کر زہرہ مصری ناچار اسکے بیٹے کا پالنا جھلانے لگی گردش زمانے سے نئی مصیبت اٹھانے لگی

خواجہ عمرو کا حال سنیے ہر گاہ شور و غل سنکر محل میں گیا معلوم ہوا کہ ایک پنجہ فلک پر سے پیدا ہوا اور زہرہ مصری کو اٹھا لیگیا غصہ کے مارے کانپ کر مہر نگار سے کہنے لگا کہ میں نے لاکھ دفعہ سمجھایا ہے اور تم کو خوب جتایا ہے کہ بے میرے پوچھے کوئی امر نہ کرنا مگر میرا کہنا موثر نہ ہوا اگر وہ پنجہ تم کو اٹھا لیجاتا تو میں حمزہ کو کیا جواب دیتا اور پھر تمکو کیونکر پاتا بارہ برس کی محنت میری اکارت ہوتی اور سب میں میری ذلت اور حقارت ہوتی یہ کہکر تین کوڑے اس زور سے مہر نگار کی پیٹھ پر مارے

کہ وہ تلملا گئی کوڑوں کی ضرب سے بلبلا گئی اور لوٹنی . . . تڑپکر بیتاب ہوکر زمین پر لوٹنے لگی یہ حرکت عمرو کی مہر نگار کو نہایت ناگوار
ہوئی اور عمرو سے نہایت بیزار ہوئی دلمیں کہنے لگی کہ اگر امیر سے محبت نہ کی ہوتی تو ادنی ساربان زادے کے ہاتھ سے کوڑے
کیوں کھاتی اسطرح کی مصیبت کیوں اُٹھاتی اس سے بہتر بہتر میرے گھر میں غلام ہیں ہر خدمت میں نیکنام ہیں اُسوقت تو
کچھ بولی نہیں مگر جب آدھی رات گئی کمند لگاکر قلعہ سے نیچے اُتری اور اپنے بھائیوں کے خیمہ کیطرف گئی پھر دلمیں سوچی کہ بھائیوں
کے پاس نہ جانا چاہیے اُنکو اپنی صورت نہ دکھانا چاہیے ایک گھوڑا ہرمز کا چوکی میں لگا ہوا تھا ساز و سامان سے تیار کھڑا ہوا
تھا اور سائیس خفتہ بخت سو گیا تھا مردانہ بھیس کر نقاب چہرے پر ڈال گھوڑے پہ سوار ہو جنگل کیطرف روانہ ہوئی عمرو کی
نظر سے پوشیدہ و پنہاں ہوئی عمرو کا حال سنیے ملکہ کو کوڑے مار کر جو محل سے باہر نکلا خجالت سے شب کو محل میں نہ گیا سوچا کہ
صبح کو عذر کر کے مہر نگار کو سمجھا دونگا آخر شب کو امیر نے اُسکے خواب میں آکر کہا کہ کیوں عمرو ایسا ہی کرتے ہیں جیسا تو نے
مہر نگار کے ساتھ کیا اُسکو ایسا رنج دیا تیری اس حرکت سے وہ سر صحرا ہوئی ہزاروں تکلیفوں میں مبتلا ہوئی عمرو جو اس خواب
پریشان کو دیکھ کر گھبرا کے محل میں گیا دیکھے تو واقعی مہر نگار پلنگ پر نہیں ہے ادھر ڈھونڈھا اُدھر ڈھونڈھا کہیں پتہ نہ لگا
تب تو یہ مہر نگار کو نہ دیکھ کر بہت مضطر ہوا قلعہ کی فصیل پر جو چڑھا ایک طرف کو کمند لگی نظر آئی اُسکے چلے جانیکی عمرو
نے علامت پائی معلوم کیا کہ اسطرف سے مہر نگار اتر گئی مگر یہ دریافت نہ ہوا کہ کدھر گئی عمرو بھی اُسی کمند پر سے اُترا اور
مہر نگار کے پاؤں کے نشان پر چلا جاتے جاتے خیمہ ہرمز تک پہونچا وہاں پہونچکر ادھر اُدھر مہر نگار کا سراغ لیا دیکھا کہ ایک سائیس
باگڈور ہاتھ میں لیے سوتا ہے گھوڑا نظر نہیں آتا ہے سائیس خراٹے لگاتا ہے اُسکو جگا کر پوچھا کہ گھوڑا کہاں ہے وہ گھبرا کر ادھر
اُدھر دیکھنے لگا چاروں طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے لگا عمرو نے جانا کہ مہر نگار یہانتک آئی اور گھوڑے پر سوار ہوکر چلی گئی میری
حرکت سے بیزار ہوکر چلی گئی گھوڑے کے قدم کے نشان پر چلا اس خیال کر اس سے اُسکا پتہ لگ جائیگا سراغ اُسکا ہاتھ آئیگا
مہر نگار کا حال سنیے کہ وہ صبح تک پچاس کوس پہونچی ناگہاں بادشاہ الیاس ترسالات پرست باز ہاتھ میں لیے اسطرف سے
نکلا مہر نگار ایک تنہ درخت میں آگئی اُسکی نظر بچا گئی اُسنے دور سے دیکھا کہ ایک نقاب پوش مجھ کو دیکھ کر درخت کی آڑ
میں ہو گیا قریب جا کر پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے کہاں سے آیا ہے تیرا نام کیا ہے اور اس جنگل میں آنیکا کام کیا ہے مہر نگار
نے کہا میں مسافر ہوں گردش فلک مجھ کو یہاں لائی ہے قسمت نے یہ مصیبت دکھائی ہے بادشاہ نے کہا کہ ہماری نوکری کرے گا
جواب دیا کہ مجکو احتیاج نوکری کی نہیں ہے بادشاہ کو آواز سے شبہہ عورت کا ہوا ہاتھ بڑھا کر نقاب کو جو چہرے سے کھینچا
تو دیکھا کہ ایک عورت نہایت خوبصورت ہے اگر آفتاب اُس سے چار آنکھ کرے تو چکا چوندھی آوے اُسکے دیکھنے کی
تاب نہ لائے اُسی دم گھوڑے پر سے اُتار کے محافے میں سوار کیا بہت سا دلاسا دیا اور اپنے مکان پر لیجا کر ایک نفیس مکان
میں اُتارا سب سامان آسائش کا موجود کیا اُسکی طبیعت کو کمال خوشنود کیا جسوقت آپ جانیکا قصد کیا اُسکو ہاتھ لگانیکا
قصد کیا مہر نگار نے کہا خبردار اگر آگے قدم بڑھائیگا تو تو میرے ہاتھ سے بڑا صدمہ اُٹھائیگا بادشاہ ڈر کر اپنے مکان میں

چلا آیا بڑا غم وغصہ کھایا کہ افسوس ایسی پری ہاتھ آئے اور منت میں کوری نکلجائے اتفاقاً اُسی روز خواجہ نہال سوداگر کہ کسی زمانے میں نوشیرواں کا رفیق تھا اور مہر نگار کو اُس نے گودی میں کھلایا تھا اور اسکے سبب سے بہت سا نفع اُٹھایا تھا مع تحائف و سوغات اُس بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کو ملول دیکھ کر سبب ملال پوچھا افسردہ دلی کا حال پوچھا اُسنے راز دل اپنا بیان کیا ضمیر مخفی کو عیاں کیا کہ ایک پری جنگل سے میرے ہاتھ لگی ہے لیکن مجھ سے راضی نہیں ہوتی اسکو مجھ سے انکار ہے اور میری طبیعت اُسکے لیے بیقرار ہے خواجہ نہال نے کہا کہ اگر میں اُسکو دیکھوں تو افسوں پڑھکر راضی کردوں ایک بات میں اُسکو تمھارا تابعدار کردوں بادشاہ نے اُسیوقت خواجہ نہال کو اپنے ساتھ لیجاکر دور سے وہ مکان دکھا کر کہا کہ اسی مکان میں ہے خواجہ نہال نے دروازہ کی درار سے جو دیکھا تو پہچان کر بے اختیار نام لیکر پکارا مہر نگار نے بھی خواجہ نہال کو پہچان کے دروازہ کھولدیا اندر آنیکا حکم کیا خواجہ نے بعد دریافت حال کے چپکے سے ملکہ کو سمجھا دیا اور اُسکو آگاہ کیا کہ اب تم خاطر جمع رکھو میں تم کو یہاں سے نکال لیجاتا ہوں اس بدطینت کے ہاتھ سے بچاتا ہوں ملکہ کو تشفی دیکے بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ نگہبانوں کو حکم ہو جائے کہ میں دن رات میں جسوقت اُس عورت کے پاس جاؤں کوئی مجھ سے مزاحم نہ ہووے آپکے اقبال سے آج کے تیسرے دن میں اُسکو راضی کردونگا بر سر موافقت لاؤنگا بادشاہ نے خوش ہو کر اُسکو خلعت دیا بہت کچھ دیکر خوش کیا خواجہ جو وہاں سے اُٹھا سوداگروں کے طویلے جو شہر میں تھے دیکھنے شروع کیے آخر دو گھوڑے وہاوے دار پسند کر کے مول لیے اُس مکان کے دروازے پر جسمیں مہر نگار رہتی تھی حاضر کیے اور اُسی رات کو ایک پر ملکہ کو سوار کیا اور دوسرے پر آپ سوار ہو کے شہر سے نکلا شبا شب چلا ہی گیا صبح کو بادشاہ نے خواجہ کو طلب کیا فرودگاہ پر نہ پایا ادھر نگاہبانوں نے آکر خبر دی کہ وہ عورت جو حضور نے اس مکان میں رکھی تھی نظر نہیں آتی مکان خالی پڑا ہے اُس کے نکلجانے سے ہم کو تعجب بڑا ہے بادشاہ نے معلوم کیا کہ خواجہ نہال اُسے لے بھاگا اُسی دم فوج جرار لیکر اُسکے پیچھے روانہ ہوا دوپہر کے قریب دن آیا ہوگا کہ ملکہ نے گرد و غبار دیکھ کر خواجہ نہال سے کہا کہ اے خواجہ گھوڑے کی باگ اُٹھاؤ دیکھو بادشاہ آپہونچا وہ بدنیت روسیاہ آپہونچا خواجہ تو اس گرد و غبار کو دیکھنے لگا مگر مہر نگار جنگل میں گھس گئی کہ اُس نالائق کی نظر سے پوشیدہ ہو جائے وہ اُسپر قابو نہ پائے اتنے میں سواری بادشاہ کی خواجہ نہال کے متصل پہونچی خواجہ نہال جسطرح کھڑا تھا اُسیطرح ہکہ بکہ رہگیا بادشاہ نے خواجہ کو قتل کیا اس سے اپنا انتقام لیا اور مہر نگار کو تلاش کرنے لگا مہر نگار کا سراغ مثل عنقا نہ پایا ہر چند کہ اُسکی جستجو میں رنج اُٹھایا ناچار ڈھونڈھ ڈھانڈھ کے مایوس اپنے گھر کو گیا اور مہر نگار دوسرے دن تک وہاں سے کئی دن کی راہ پر پہونچی بھوک کے مارے بیچین تھی کہ ایک فالیز نظر آئی تب اُسکی طبیعت نے تسکین پائی فالیزبان سے ایک سردہ طلب کیا اُسنے بہت سے سردے لاکر سامنے رکھدیے اُس نے اُس بھوک کی شدت سے سب تناول کیے مہر نگار سردوں کو کھانے لگی اُسکی طبیعت ٹھکانے لگی اور وہ بھکوا قرمساق کم از نوزدہ سالہ نہ ہوگا مہر نگار سے کہنے لگا کہ اے جانِ جہاں اگر میرے پاس تو رہے تو میں بہت اچھی طرح سے تجھ کو رکھوں جو تو مانگے وہی دوں مہر نگار حیران ہوئی کہ یہ مسخرہ کیا بکتا ہے

جب سیر ہوکے سر دے کھا چکی اور نیت بھر کے آسودگی پا چکی اُس سے پوچھا کہ تیرے کوئی اور بھی ہے یا نہیں وہ بولا کہ میرے دس بیٹے گیارہ بیٹیاں اور ایک جورو ہے مہر نگار نے کہا کہ جب جورو تیرے پاس موجود ہے تو میں تیرے پاس کیونکر ہونگی یہاں رہنے سے کیونکر خوش ہونگی فرمساق بولا کہ میں اُسکو طلاق دونگا تیری خاطر سے اُسکو علیحدہ کرونگا مہر نگار نے کہا کہ اچھا تو جا اُسکو طلاق دے آ میں یہاں بیٹھی ہوں وہ سادہ لوح تو اپنی جورو کو طلاق دینے گیا اور مہر نگار اُسکے سر دوں کی قیمت وہاں رکھکر گھوڑے پہ سوار ہوکے چلتی ہوئی فالیز بان جو اپنی جورو کو طلاق دیکر فالیز پر آیا مہر نگار کو وہاں نہ پایا چلا چلا کے کہنے لگا کہ بارے پری وا رے پری کدھر گئی مجھ کو ملول کر گئی جورو اُسکی زمیندار کو لیکر کھیت پر آئی کہ اسکو معقول کرے یہاں آ کر اُسکو جو دیکھا تو وہ بارے پری وارے پری کہتا ہے اور روتا ہے سبھوں نے جانا کہ اسکو سایہ ہو گیا ہے اسکو جنوں نے گھیرا ہے مہر نگار جو وہاں سے چلی شام اُسکو ایک جنگل میں ہوئی جدھر دیکھے اُدھر جانوران درندہ مثل شیر چیتا چرغ بھیڑیا ارنا گینڈا ریچھ لنگور بندر نظر آتے ہیں جسکو پاتے ہیں پھاڑ کھاتے ہیں گھوڑے کو چھوڑ کر ایک درخت پر چڑھ کے بیٹھ رہی صبح کو ایک شیر پیدا ہوا اور مہر نگار کے گھوڑے کو مار کر جدھر سے آیا تھا اُدھر چلا گیا مہر نگار نے درخت سے اُتر کے گھوڑے کے ساز کو تو درخت سے باندھ دیا گھوڑے کے ضائع ہونے پر بہت تاسف کیا اور آپ پیادہ پا وہاں سے روانہ ہوئی شام کو ایک بستی سے چند کھیت اُدھر ایک تالاب بہت وسیع نظر آیا اُسکے کنارے پر ایک درخت عظیم الشان پایا ملکہ اُسپر چڑھ کر بیٹھ رہی صبح کو اُس بستی کے چودھری نے بارادہ غسل اپنی لونڈی کو پانی لانیکے واسطے تالاب پہ بھیجا اُس نے اُس تالاب میں مہر نگار کے چہرے کا عکس دیکھ کر جانا کہ میری صورت کا پرتو ہے گھمنڈ کے مارے خالی ٹھلیاں لیکر گھر کو پھر گئی چودھری نے پوچھا کہ پانی لائی بولی کہ واہ واہ میں ایسے حسن و جمال پر پانی بھرونگی تمہارا کام کاج کیا لونڈیوں کی طرح کرونگی چودھری نے پاپوش کاری معقول کر کے کہا کہ جا تجھے جلد پانی لا خبردار ہرگز دیر نہ لگا کہ غسل کروں کثافت سے جی گھبرایا ہے خوب نہاؤں وہ پھر گھڑا لیکر تالاب پر گئی مہر نگار ہنوز وہاں موجود تھی وہ پھر اُسکا عکس دیکھ کر چراغ پا ہوئی بے پانی بھرے گھر کو گئی اور اسی گفتگوے اول کا اعادہ کیا چودھری نے پھر اُسے تنبیہ کر کے پانی لانے کیواسطے آمادہ کیا تیسری مرتبہ بھی وہ مہر نگار کا پرتو دیکھ کر خالی گھڑا لیکر گھر کو پھر گئی اُسکو ایسا غرور نے گھیرا کہ سب کی حرمت اُسکی نظر سے گر گئی مہر نگار نے سوچا کہ اسکی لونڈی تالاب پر آئی اور فساد پیدا ہوا ہے شبہہ پھر کوئی نیا شعبدہ ہویدا ہوا درخت سے اُتر کے ایک طرف کو راہی ہوئی لونڈی نے جو پھر کے وہی گفتگو اپنے میاں سے کی اُسنے ناچار ہو کر آئینہ اُسکو دکھلا کر کہا کہ دیکھ تو مردار اپنی صورت کو اسی صورت پر گھمنڈ کرتی ہے اُسنے جو آئینہ میں دیکھا تو صورت کریہہ دکھلائی دی تب وہ اپنے دلمیں غور کر کے بولی کہ تالاب پر چل کے میری صورت کو پانی میں دیکھو تو معلوم کرو کہ میں سچ کہتی ہوں یا جھوٹ مجبور چودھری جی اور چند آدمیوں کو ساتھ لیکر اُسکے ہمراہ تالاب پر گئے اگرچہ لونڈی نے اپنی صورت پانی میں بھی ویسی ہی دیکھی کہ جیسی آئینہ میں دیکھی تھی لیکن بیحیائی سے یہی کہے گئی کہ میں اس حسن و جمال پر پانی تو نہیں بھرونگی ایسا ذلیل کام ہرگز نہ کرونگی لوگوں نے کہا شاید کسی پری کا اسکو سایہ ہوا ہے

اسکا علاج کیا چاہیے اور مہر نگار جو اُس درخت پر سے اُتر کر روانہ ہوئی دوسرے دن ایک فقیر کے تکیہ پر پہونچی وہ فقیر جاکر گروہ کا افسر تھا ایک بڑے انبوہ کثیر کا سردار سرور تھا مہر نگار کو دیکھ کر مستفسر حال ہوا مہر نگار نے کہا کہ جولاہہ زادی ہوں میرے باپ نے اس عالم پیری میں نکاح کیا ہے سوتیلی ماں نے مجھ کو نکالدیا ہے تباہ و سرگرداں پھرتی ہوں اُس ماں کی بدمزاجی اور بے محبتی سے حیران و پریشان پھرتی ہوں فقیر ازبسکہ رحمدل تھا مہر نگار کا حال سنکر بولا کہ میں نے تجھ کو اپنا فرزند کیا میں نے تجھ کو اپنی بیٹی بنایا اور تیری نیکذاتی کو پسند کیا فقیروں کو چھاندا بانٹ دیا کر اتنا کام ہر روز کیا کر اور سب گھر کا کام اُسکے حوالے کیا تمام گھر کا اختیار کل اُسکو دیا مہر نگار شکر الٰہی بجالا کر وہاں رہنے لگی اُس فقیر کی مہربانی اور التفات کا شکر و سپاس رات دن کرنے لگی اب شاہ عیاران عیار کا حال سنیے مہر نگار کے ڈھونڈھنے کو جو نکلا کئی دن میں اُس بادشاہ کے شہر میں پہونچا جو مہر نگار کو جنگل سے لیگیا تھا وہاں سے بھی سن گن لیکر روانہ ہوا اقالیز بانگی کشت پر پہونچ کے بابے پری وادی پری جو اُسکی زبان سے سنا جانا کہ یہاں بھی وہی آئی تھی ان سب مقاموں پر اُسکی تقدیر اُسکو لائی تھی وہاں سے اُس جنگل میں پہونچا جہاں گھوڑے کو شیر نے مارا تھا اور مہر نگار نے ساز کو درخت سے باندھ دیا تھا وہاں سے آگے کا راستہ لیا تھا عمرو نے ساز کو درخت سے کھولکر زنبیل کے سپرد کیا اور وہاں سے اُس بستی میں پہونچا جہاں چودھری کی لونڈی خبطی رہتی تھی وہاں سے فقیر سرگروہ کے تکیے پر آیا پھرتے پھرتے اپنے تئیں آخر کو منزل مقصود پر پہونچایا دور سے دیکھا کہ مہر نگار فقیروں کو چھاندا بانٹ رہی ہے آپ بھی بوڑھا بن کے نزدیک گیا مہر نگار اُسکو بھی کھانا دینے لگی خواجہ نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ اے ملکہ میں فقیر نہیں ہوں تمہارا غلام ہوں عمرو اپنے قصور پر نادم ہوں میں تمہارا پرانا خادم ہوں اور کہاں کہاں کی خاک تمہاری تلاش میں نہیں چھانی ہے ملکہ نے جو عمرو کو دیکھا لپٹ کر رونے لگی فقیر رونے کی آواز سنکر کہتا ہوا دوڑا کہ بیٹا خیر تو ہے ایسی زار زار کیوں روتی ہو مہر نگار بولی کہ خیریت ہے یہی میرا باپ ہے فقیر اُسکو سمجھانے لگا کہ اے عزیز جان بیٹی کو کوئی اسطرح رکھتا ہے عمرو بولا کہ کیا کروں محتاج ہوں شادی کہاں سے کردوں اتنا سامان اور اسباب کہاں سے لاؤں فقیر نے پانچ سو روپے عمرو کو دیے اور کہا کہ جلد اسکی شادی کردے اس کام کے انجام سے نیکنامی ہے عمرو روپیہ اور مہر نگار کو وہاں سے لیکر چلتا ہوا اثنائے راہ میں روپئے زنبیل میں رکھے اور مہر نگار کو بیہوش کر کے پشتارہ باندھا اور پیٹھ پر لاد کے قلعہ کیطرف چلا کہ اسکو قلعہ میں پہنچائیے اطمینان پائیے ہرمز و فرامرز نے بھی عیاروں سے خبر پائی تھی کہ رات کو مہر نگار خیمہ تک آئی اور اُسنے اپنی صورت مردونکی طرح بنائی اور چوکی کے گھوڑے پر سوار ہوکر معلوم نہیں کدھر کو چلی گئی اور عمرو مہر نگار کی تلاش میں گیا ہے اور وہ اُسکی تلاش میں راہی ہوا ہے بایکدیگر صلاح کی کہ سوائے اس پہاڑ کے دربکے اور کوئی راہ اسطرف آنیکی نہیں ہے دوسری جانب تو گنجائش جانیکی نہیں ہے عیار ہمارے کمین گاہ میں لگے ہیں جسوقت عمرو آئے اور مہر نگار کو اپنے ہمراہ لائے مہر نگار کو اُس سے چھین لیں ہرگز اُسکو قلعہ میں جانے نہ دیں اور قابو پڑے تو اُسکو بھی مار ڈالیں اور اگر جیتا ہاتھ آئے تو کیا کہنا ہے پھر ہمیشہ اُسکے ہاتھ سے مطمئن رہنا ہے چار سو عیار دامن کوہ میں چھپکر بیٹھے

اور عیاروں کی ڈاک بٹھائی کہ جسوقت عمرو آئے عیار کمینگاہ سے نکلکر اُسکو گھیر لیں فوراً ہم کو خبر ہووے کہ ہم بھی کچھ لوگ منتخب ساتھ لیکر عیاروں کی مدد کو پہونچیں کہ اُنکے دلمیں ہراس نہ آئے کوئی شخص پسپا نہ ہوجائے اور جن لوگونکو ساتھ لیجانے کیلیے تجویز کیا تھا اُنکو حکم دیا کہ کسیوقت کمر نہ کھولیں اور گھوڑونکی بدلی رہے چنانچہ عمرو جب پشتارہ لادے ہوے دامن کوہ کے نزدیک پہونچا چارسو عیاروں نے کمینگاہ سے نکلکر عمرو کو گھیر لیا چاروں طرف سے محاصرہ کرکے اُسکو خوب تنگ کیا عمرو نے بھی سپر تلوار اپنی سنبھالی شمشیر آبدار میان سے نکالی ہرمزو فرامرز نے جو عمرو کے گھرنے کی خبر پائی اُسکے گھیرنے کی کیفیت سن پائی فی الفور مع اشخاص معین چڑھ دوڑے عمرو شاہزادونکو دیکھ کر بہت گھبرایا اپنے دلمیں وسواس لایا کہ اُنکے ساتھ آدمیونکی کثرت ہے دشمنونکی بہت جمعیت ہے میں اکیلا ہوں سو بھی باربردار ہوں اس پشتارے کے اُٹھانے سے اور بھی مجبور و ناچار ہوں دعائیں مانگنے لگا آناً فاناً میں نقابدار نارنجی پوش چالیس ہزار سوار سے آپہونچا عمرو کی مدد کرنیکو بحکم خدا پہونچا اور جہاندار کابلی اور جہانگیر کابلی برادران تمدوین کو قتل کرکے ہرمزو فرامرز کی تمام جمعیت کو پریشان کیا سب اُسکے ہمراہیونکو سرگرداں کیا بہت سے کافر مارے گئے جنھوں نے فرار کو قرار پر ترجیح دی وہی جانبر ہوئے دائرہ مقتولان سے باہر ہوئے ہرمزو فرامرز شکست کھاکر شکستہ خاطر جہاندار کابلی و جہانگیر کابلی کا ماتم کرتے ہوئے اپنے لشکر میں آئے خوب صدمے اُٹھائے اور نقابدار عمرو کو قلعہ ترک میں پہونچا کر اپنے مسکن کیطرف راہی ہوا عمرو نے قلعہ میں جاکر ملکہ کو محل میں داخل کیا مہرنگار کیطرف سے اطمینان حاصل کیا اور مکرر عرض کرکے اپنا قصور معاف کروایا اس خدمتگذاری سے سب اُسکا رنج والم بھلایا اب جبتک اُنکی داستان پر آؤں دو کلمہ داستان صاحبقران گیتی ستان کے سناؤں کہ قلعہ گلستان ارم سے نکلکر چالیس دن تک دیوانہ وار بصحرا چلے گئے اُن لوگونکی بیوفائی سے عاجز ہوکر تن تنہا چلے گئے اکتالیسویں دن ہوش میں آئے دیکھیں تو سامنے ایک قلعہ ہے مگر دروازہ اُسکا بند ہے اور دیو اُسکو گھیرے ہوے کھڑے ہیں اُسکے دروازے پر حفاظت کیلیے اڑے ہیں امیر نے ایک نعرہ اس زور سے کیا کہ قلعہ تک ہل گیا اور اکثر دیوؤں کے کان کے پردے پھٹ گئے جو سامنے کھڑے تھے ہٹ گئے لشکر دیو کا جو سردار تھا اُسنے امیر کو دیکھ کر پہچانا روبرو آکر کہنے لگا کہ یا صاحبقران تمنے تمام گلدستۂ قاف کو برباد کیا ہے تمنے بڑا بڑا فساد کیا ہے میں تم کو خوب پہچانتا ہوں میں تمھاری حقیقت کو خوب جانتا ہوں آج تم میرے قابو میں آئے ہو اب جیتے نہیں بچتے یہ کہکر ایک وار شمشاد امیر کے سر پر ماری امیر نے اُسکو خالی دیکر ایک ہاتھ حمائل کا ایسا لگایا کہ ایک طرف کا ہاتھ اور سر اور گردن نصف کمر تک کٹ گئی اور زمین پر گر پڑا فوج اُسکی امیر کی ضرب دیکھ کر بھاگی قلعہ میں جو گاؤپاؤں کی قوم رہتی تھی بادشاہ اُنکا طلوع نام قلعہ سے برآمد ہوا اور امیر سے بغلگیر ہوکر بکمال عزت و توقیر امیر کو قلعہ میں لیگیا اور بڑے کروفر سے امیر کی دعوت کی بڑی عزت و حرمت کی امیر نے بعد الفراغ دعوت اُس سے پوچھا کہ تو مجھ کو دنیا میں پہونچا سکتا ہے اس سفر کی سرگردانی اور مصیبت سے مجھ کو چھڑا سکتا ہے اُسنے کہا پہونچا کیوں نہیں سکتا ہوں مگر آسمان پری نے منادی کروادی ہے کہ جو آپ کو دنیا میں پہونچا دیگا وہ میرے ہاتھ سے بڑی ایذا پاویگا لیکن یہ جوکھوں بھی

مجھے قبول ہے اگر آپ میری بیٹی کو قبول کریں امیر نے فرمایا کہ حاشا عقد کرنا مجھکو منظور نہیں ہے اس ملک کے لوگوں سے میری طبیعت مسرور نہیں ہے وہ بولا کہ اگر میری بیٹی سے عقد نہیں کرتے تو رخ نام ایک جانور میرا حریف ہے اُسکو مار ڈالیے اُس دشمن کی خلش میرے دل سے نکالیے ان دونوں شرطوں میں سے ایک کو بھی اگر آپ پورا کریں تو میں آپ کو دنیا میں پہونچوا دیتا ہوں آسمان پری کے نزدیک یہ ٹوکرا بدنامی کا اپنے سر پر لیتا ہوں امیر نے کہا کہ شرط ثانی مجھے قبول ہے اُس جانور کو جو تیرا حریف ہے چلکر مجھے دکھا دے طلوع نے اپنے آدمی امیر کے ہمراہ کیے کہ اُس جانور کو دور سے بتا کر دکھا دو اُسکا نشان اچھی طرح سے بتا دو صاحبقران نے جا کر ایک کوہچہ سفید دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون مکان ہے کس صاحب شوکت و شان کا یہ ایوان ہے ہمراہیوں نے کہا کہ یہ کوہچہ نہیں ہے یہ اُسی جانور کا انڈا ہے جو دشمن طلوع بادشاہ ہے اُسی کے خوف سے اُسکا حال تباہ ہے معلوم ہوا کہ وہ اسوقت کسی طرف کو چرنے گیا ہے امیر جا کر اُس انڈے کے متصل بیٹھ رہے کہ جب وہ آئے تو کچھ پکڑنے کی صورت کیجائے جب وہ جانور اپنے انڈے پر آ کے بیٹھا اُسکے اوپر پر پھیلا کے بیٹھا امیر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بہت قوی ہیکل ہے اسکا ہاتھ آنا مشکل ہے اور یقیناً دنیا کیطرف بھی جاتا ہوگا یہ سب طرف کی ہوا کھاتا ہوگا چلو اسکا پاؤں پکڑ کے نعرہ مار دیں گھبرا کر یہاں سے اُڑیگا دنیا کیطرف جائیگا اسکے ذریعہ سے دنیا کا پہونچنا ہاتھ آئیگا یہ منصوبہ کر کے امیر نے اُسکے پاؤں کو پکڑ کے اس زور سے نعرہ کیا کہ گھبرا کر وہ اُڑا مگر جب بحر اخضر کے درمیان میں پہونچا اس زور سے امیر کے ہاتھ میں چونچ ماری کہ امیر کا ہاتھ کمزور ہو گیا اور اُس جانور کا پاؤں ہاتھ سے چھوٹ گیا سر رشتۂ امید ٹوٹ گیا امیر کا نیچے پہونچنا تھا کہ خواجہ خضر و الیاس نے ہاتھوں ہاتھ امیر کو لیکے خشکی میں لٹا دیا کہ آرام پائیں کسیطرح کی اذیت اُٹھائیں مگر امیر اُس صدمہ سے بیہوش ہو گئے اب آسمان پری کا حال سنیے کہ ایک دن عبد الرحمن سے کہا کہ دیکھو تو امیر کہاں ہیں اور کیونکر ہیں دنیا میں پہونچ گئے یا ہمارے ملک کے اندر ہیں عبد الرحمن نے زائچہ کھینچکر حکم لکھ کے سنایا کہ امیر گاؤپا کے قلعہ تک پہونچے تھے اور طلوع گاؤپا کو دیو گھیرے ہوئے کھڑے تھے امیر نے دیوونکو مار کر طلوع کی جان بچائی اُنکی مدد سے اُسنے بڑے مخمصے سے رہائی پائی اُسنے امیر کی دعوت کی سب طرح راحت دی امیر نے اُسکو دنیا میں پہونچانیکا پیغام دیا اُس نے اُنکا کہنا قبول نہ کیا اور آپ کی منادی پھروانا بیان کر کے کہا کہ یہ جوکھوں میں تب اُٹھاتا ہوں کہ آپ میری بیٹی سے عقد کر لیں اُسکو اپنے نکاح میں لائیں اپنی جورو بنائیں امیر نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ حاشا یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ میں اُس سے عقد کروں اور بلا میں پھنسوں تب اُس نے کہا کہ اگر عقد نہیں کرتے ہو تو رخ جانور میرا دشمن ہے اُسکو مار ڈالیے یہ کھٹکا میرے دل سے نکالیے میں آپکو دنیا میں پہونچوا دونگا یہ کام آپ کا ضرور کرونگا امیر نے کہا کہ اس جانور تک پہونچوا دے اُسکا مکان دکھا دے چنانچہ اُسنے امیر کو اُس جانور تک پہونچا دیا امیر نے بجائے خود تجویز کیا کہ عجب نہیں کہ یہ جانور دنیا کیطرف جاتا ہو اُسکے پاؤں پکڑ کے نعرہ مار کر لٹک گئے وہ جو وہاں سے اُڑا بحر اخضر پر آ کر امیر کے ہاتھ کو زخمی کیا اپنا پاؤں چھڑا لیا اُنکو تلے گرا دیا امیر نیچے گرے آسمان پری اس تقریر کو سنکر بہت روئی اور قریشہ

کو مع لشکر قہار قلعہ گاؤ پلک کے اوپر بھیجا اور کہدیا کہ گاؤ پا تو کیا جانور ہے جانور تک اُس شہر کا جینا نہ بچنے پاوے ہر شخص تہ تیغ آئے اور آپ بحر اخضر کیطرف گئی لیکن حضرت خضر والیاس کو دیکھ کر شرم کے مارے سامنے نہ گئی اُنکی نظر سے غائب رہی ہر گاہ امیر کو ہوش آیا امیر نے خواجہ خضر والیاس سے آسمان پری کی نالش کی اُنھوں نے فرمایا کہ یا امیر بہت گئی تھوڑی رہی ہے گھبرانے کا مقام نہیں ہے رنج کھانیکا مقام نہیں ہے آسمان پری بھی آئی تھی مگر ہم کو دیکھ کر بخجالت سے اُلٹی پھر گئی اپنی شکل ہم کو نہ دکھائی ہمارے سامنے نہ آئی امیر نے عرض کی یا حضرت مجھ کو قلعہ گاؤ پا میں پہونچا دیجیے اتنی مہربانی کیجیے کہ اُس مردود سے اپنا عوض لوں اُسکو زیر کروں حضرت خضر نے امیر کو قلعہ گاؤ پا میں پہونچا دیا اُنکے کہنے پر عمل کیا امیر دیکھیں تو تمام شہر ویران ہے بستی سنسان ہے چڑیا تک نہیں کھائی دیتی امیر نے حضرت خضر سے پوچھا کہ یا حضرت اس قلعہ کے رہنے والے کہاں گئے ایک آدمی بھی نظر نہیں آتا ہے اس ویرانے کے دیکھنے سے تو دل گھبراتا ہے خواجہ خضر نے فرمایا کہ یہ جو کچھ حادثہ بالفعل تم پر گذرا عبدالرحمٰن سے آسمان پری کو معلوم ہوا اُسنے قریشہ کو بھیجکر اس شہر کو بے چراغ کیا ایک ایک شخص کو چن چن کے مار ڈالا یہ کہکر خضر تو وہاں سے غائب ہوئے اور امیر تین دن تک اُس شہر میں تنہا رہے چوتھے دن صحرا کیطرف چلے آٹھویں دن ایک قلعہ نظر آیا وہاں البتہ کچھ آبادی کا نشان پایا قریب جاکر دیکھیں تو قلعہ مدائن کا معلوم ہوتا ہے برج فصیلیں اور تلشاد کام موجود ہے قلعہ کے اندر جو گئے تو وہی مکانات جو قلعہ مدائن میں تھے دکھائی دیے مگر آدمی کوئی نہیں نظر آیا ہر قلعہ مکان کا خالی پایا سخت متحیر ہوے کہ آدمی اسکے کہاں گئے مہر نگار کی مجلس اکیطرف گئے شعر تک امیر کے لکھے ہوے اُسکی محراب پر موجود تھے مگر رہنے والے نیست و نابود تھے وہاں سے چہل ستون کو دیکھتے ہوے باغداد میں گئے جب باغ داد سے ہفت بہشت میں پہونچے دیکھا کہ ایک دیو طویل القامت قوی الجثہ کھڑا ہوا ہے امیر کو دیکھ کر کلقاریاں مارنے اور کہنے لگا کہ آدم زاد اس قلعہ کے آباد کرنیکی مجھ کو بہت آرزو ہے آٹھ پہر اسی کی جستجو ہے کہ دنیا میں مدائن نام ایک شہر ہے یہ نقل اسی کی میں نے بنوائی ہے اسکے بنانے میں میں نے بڑی دقت اُٹھائی ہے دو آدمی لایا بھی ہوں اور آدمی لایا چاہتا ہوں اس قلعہ کو آدمیوں سے بسایا چاہتا ہوں چونکہ تو آپ سے آیا ہے اللہ نے خود بخود تجھ کو یہاں پہونچایا ہے اسواسطے تجھ کو اس قلعہ کا بادشاہ کرونگا اس قلعہ کی حکومت بالکل تجھے دونگا امیر نے پوچھا یہ کون اقلیم ہے وہ بولا کہ قاف ہے امیر نے فرمایا کہ تو مجھ کو بھی پہچانتا ہے میرا نام جانتا ہے وہ بولا کہ میں نے آج کے سوا تجھ کو کبھی دیکھا بھی نہیں پہچانوں کیونکر امیر نے کہا کہ زلزلۂ قاف میرا ہی نام ہے میرا آوازہ جوانمردی و شجاعت مشہور خاص و عام ہے اُسنے پوچھا کہ عفریت واہرمن کو تو ہی نے مارا ہے اُنکا سر شمشیر آبدار سے تو ہی نے اُتارا ہے امیر بولے کہ اُنپر کیا موقوف ہے بہت سے دیو میں نے مارے ہیں وہ بولا کہ تو تو اس قلعہ کو برباد کریگا یہاں بھی ویسا ہی فساد کریگا میں تجھ سے دیوان قاف کا بدلا لونگا اور تجھ کو بہت ذلیل کرونگا یہ کہکر آسیا سنگ امیر پر اُسنے مارا امیر نے بقوت بازو اُسکو روککے ایک ہی ہاتھ میں کام

اُس ناکام کا تمام کیا چستی و چالاکی سے اپنا کام کیا امیر اسکو ذبح کرکے ایک دالان میں گئے وہاں دو لڑکے صاحبِ حسن و جمال بیٹھے ہوئے تھے با زیب و زینت مکان میں بیٹھے ہوئے تھے امیر نے پوچھا کہ تم کون ہو وہ بولے کہ ہم ایک سوداگر کے بیٹے ہیں باپ ہمارا مر گیا تھا ایک دیو جس کا یہ مکان ہے ہم کو اُٹھا لایا ہے اس ظالم نے ہم کو اس مصیبت میں پھنسایا ہے آپ بتلائیے کہ کون ہیں امیر نے فرمایا کہ مجھ کو قدرت اللہ سیف اللہ قدرت الرحمٰن زلازل قاف کوچک سلیمان کہتے ہیں شجاعت و دلاوری میں سب مجھ کو یکتائے زمان کہتے ہیں دنیا سے آکر تمام دیوان قاف کو مارا ہے اور اس دیو کو بھی جو تمہیں اُٹھا لایا تھا ابھی قتل کیا ہے اس مردود سے بھی اپنا بدلا لیا ہے اب تم خاطر جمع رکھو تم کو دنیا میں پہونچا دونگا انشاء اللہ کام تمہارا ابھی کرونگا تب وہ لڑکے امیر کے قدموں پر گر پڑے اور بہت خوش ہوئے صاحبقران نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے ایک بولا کہ مجھ کو خواجہ آشوب کہتے ہیں اور دوسرے نے کہا کہ میرا نام خواجہ بہلول ہے امیر نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں دنیا میں چلکر ایک کو تم میں سے اپنا وزیر کرونگا اُسکو ایک منصب عالی دونگا اور دوسرے کو بخشی کرونگا وہ بولے کہ جب جیتے جی دنیا میں پہونچیں گے تب تو وزیر و بخشی کہلاوینگے ہم تو یہ جانتے ہیں کہ کبھی خلاصی نہ پائینگے اس مصیبت میں مر جائیں گے امیر نے دونوں کی تشفی کی بہت سے دلاسے دیے کہ خدا چاہتا ہے تو عنقریب دنیا کو چلتے ہیں اس بلا سے نکلتے ہیں یہ کہہ کر اُن کو ہمراہ لیکے قلعہ سے باہر نکلے وہ دونوں بھی اُن کے ساتھ برابر نکلے اور ایک درخت سایہ دار کے نیچے بیٹھ کر کلیچہ خضر نکالا آپ بھی کھایا اور انکو بھی کھلایا امیر کی عنایت سے اُن دونوں نے بہت آرام پایا ایک دو گھڑی کے بعد ایک دیو دار شمشاد کاندھے پر رکھے ہوئے دکھائی دیا امیر کا آکر مقابلہ کیا امیر سے کہنے لگا کہ اے آدم زاد سیاہ سر دندان سفید ضعیف الجثہ تو میرے دربان کو مار کے ان لڑکوں کو لیکر کہاں جاتا ہے تیرے دل میں میری طرف سے ذرا خوف نہیں آتا ہے تو نہیں جانتا کہ میرا نام معمار دیو ہے تمام قاف میں مجھ سے زیادہ کون خونخوار دیو ہے امیر نے پوچھا یہ قلعہ مدائن کی نقل تو ہی نے بنایا ہے اور اس قلعہ کو تو ہی نے رونق دی ہے اور تو ہی نے بسایا ہے وہ بولا کہ اسکو بھی میں نے ہی بنایا ہے اور جہانتک کہ مکانات حضرت سلیمان پردہ ہائے قاف میں واقع ہیں سب میرے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں یہ کارخانے جو تم دیکھتے ہو یہ نقشے میرے ہی جمائے ہوئے ہیں اب تو بتلا کہ تیرا کیا نام ہے تجھ کو یہاں آنے سے کیا کام ہے امیر نے کہا کہ آسمان پری جو پریزادوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے میں اسکا شوہر ہوں نام میرا زلازل قاف کوچک سلیمان ہے میری شجاعت اور دلاوری تمہارے دیار میں زبان زد ہر پیر و جوان ہے وہ بولا کہ یہ کہو گلدستہ قاف آپ ہی کا برباد کیا ہوا ہے مگر آج آپکی قضا یہاں لائی ہے معلوم ہوا کہ تمہاری موت میرے ہاتھ سے آئی ہے یہ کہکر دار شمشاد امیر کے سر پر مارا امیر نے اُسکو خالی دیکر ایک ہاتھ عقرب سلیمانی کا ایسا سونتکر مارا کہ مانند خیار تر دو ٹکڑے ہو گیا تسمہ باقی نہ رہا لڑکوں نے جو امیر کی یہ قوت و شجاعت دیکھی بہت خوش ہوئے اور خوش طبعی سے کہنے لگے کہ واہ میاں قدرت اللہ تم تو بڑے ہی زور آور ہو سبحان اللہ کیا کہنا ہے بڑے شجاع اور دلاور ہو ہم تمہارے ساتھ ضرور رہیں گے اور جہاں جاؤ گے

وہاں چلیں گے جو تم کہو گے وہی کرینگے معلوم ہوا کہ تم اپنے ناموں کی برکت سے ایسے ایسے زبردست دیوؤں کو مارتے ہو نہیں تو آدمی میں یہ کہاں قدرت و طاقت ہے کہ دیو کو اس آسانی سے مارے انکا سر انکی گردن سے اس طور سے اُتارے ہم اپنا بھی نام یہی رکھینگے الغرض امیر بھی لڑکوں سے خوش طبعی کرتے ہوئے چلے وہ لڑکے بھی اُنکی محبت کا دم بھرتے ہوئے چلے قلعہ سیاہ بوم میں جو شیر مارا تھا اُسکی کھال کو دو ٹکڑے کر کے نصف بہلول اور نصف آشوب کو دی اور ایک کا نام جہاندار قلندر رکھا اور دوسرے کا نام جہانگیر قلندر رکھا دونوں کو ہر بات میں برابر رکھا جب آفتاب خط استوا پر پہونچا امیر ایک درخت کے سایہ میں پوست کر گردن بچھا کر لیٹے ہوا سرد تھی لیٹتے ہی سو گئے تھکے ماندے تھے غافل ہو گئے لڑکے اُٹھ کر دریا میں کہ متصل اُس درخت کے جاری تھا نہانے لگے آپس میں پانی کے چھینٹے اڑانے لگے ناگہاں جنگل کیطرف سے ایک دیو نمودار ہوا بہلول نے اپنے بھائی سے کہا کیوں بھائی وہ نسخہ یاد ہے چلو ہم تم ملکر اس دیو کو ماریں اس مردود کو قتل کریں دونوں بایکدیگر صلاح کر کے اُس دیو کو للکارے کہ او مردار خوار کہاں آتا ہے دیکھ ابھی تو ہمارے ہاتھ سے جہنم میں جاتا ہے نہیں جانتا کہ ہم قدرت اللہ و سیف اللہ ہیں تم لوگوں کی حقیقت سے خوب آگاہ ہیں یہ کہتے ہوئے اس دیو کیطرف چلے جب دیکھا کہ دیو ڈرتا نہیں چلا ہی آتا ہے ہماری بات کو کچھ خاطر میں نہیں لاتا ہے تب تو ڈر کے صاحبقران کو جگا دیا اُسکے حال سے جلد آگاہ کیا امیر نے دیکھا کہ ایک دیو عظیم الجثہ ہاں ہاں کرتا چلا آتا ہے جب نزدیک آیا امیر نے نعرہ اللہ اکبر کر کے اُسکو زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑھ کے خنجر سے اُسکا گلا کاٹ کے پھینکدیا اُسکو واصل جہنم کیا اور لڑکوں سے کہا کہ خبردار خبردار پھر کبھی ایسی جرأت نہ کرنا نہیں تو مفت مارے جاؤ گے ان مردودوں کے ہاتھ سے ہرگز نجات نہ پاؤ گے یہ کہکر ایک سمت کو چلے پانچویں دن دریا کے کنارے ایک جہاز عظیم الشان دیکھا مال اُسپر لادا جاتا تھا متصل جا کر اُسکے خلاصیوں سے پوچھا کہ یہ جہاز کسکا ہے اور کہاں جائیگا کس شہر میں لنگر کرائیگا وہ بولے کہ یہ جہاز سعید بازرگان کا ہے اور دنیا کیطرف جائیگا وہیں پر قرار پائیگا امیر نے فرمایا کہ ہم تین آدمی بھی دنیا کیطرف جانیوالے ہیں جو کچھ قول فرما دیجیے ہم بھی دیدیں اور جہاز پر بیٹھ لیں اور عنایت کا شکر کریں لوگوں نے کہا کہ ہم کو یہ اختیار نہیں ہے آپ جہاز کے مالک سے گفتگو کیجیے اس سے سوار ہونیکی اجازت لیجیے امیر نے خواجہ سعید سے ملاقات کر کے کہا کہ ہم بھی دنیا کو جانیوالے ہیں اُسی طرف کو ہم بھی رخت عزیمت اٹھانیوالے ہیں جو کچھ قول فرما دیجیے دینے کو حاضر ہیں خواجہ سعید نے بہت سا اخلاق کر کے امیر سے کہا کہ قول اسکا یہ ہے کہ آپ میری بیٹی سے عقد کر لیں امیر نے کان پر ہاتھ رکھا کہ یہ نہ ہوگا مجھے نکاح کرنے سے انکار ہے طبیعت میری اس امر سے بیزار ہے سوداگر امیر کے انکار سے ناخوش ہوا امیر تو اُٹھ کر چلے آئے سوداگر کے کلام اُنکو نہ بھائے مگر لڑکوں نے سوداگر سے کہا کہ اگر ہماری بھی شادیاں کر دو تو ہم امیر کو راضی کر دیتے ہیں اس امر کا ذمہ ہم لیتے ہیں سوداگر نے کہا کہ میں نے قبول کیا لڑکوں نے امیر سے کہا میاں قدرت اللہ شادی کیوں نہیں کرتے دنیا میں بھی پہونچ گئے اور مفت میں جورو بھی پاؤ گے پھر کیسے کیسے مزے اٹھاؤ گے امیر نے فرمایا کہ میں شادی نہیں کرنے کا اس وادی میں ہرگز

قدم نہیں دھرنے کا لڑکے بولے کہ میاں قدرت اللہ شادی تو تمھیں کرنی ہوگی آپ کا انکار کچھ کام نہ آئیگا ہم دیکھتے ہیں کہ آپکو بیچ دکھائیگا امیر نے کہا کیا تمھاری زبردستی سے میں شادی کرونگا اپنے تئیں مصیبت میں پھنساؤنگا لڑکوں نے کہا کہ البتہ ہماری زبردستی سے شادی کرنی ہوگی امیر انکی اس گفتگو سے ہنس پڑے اور کہا کہ اچھا اگر تمھاری ایسی ہی زبردستی ہے تو میں شادی کرونگا تم تو کسیطرح ملال نہ دونگا لڑکے خوشی خوشی سوداگر کے پاس دوڑے آئے اور آپس کے کلام سنائے اور کہنے لگے کہ لو صاحب ہم نے انکو راضی کیا اس بات پر ہم نے ان سے عہد مستحکم لیا اب آپ اپنی بیٹی سے عقد کر دیجیے محفل عروسی کا سامان کیجیے سوداگر نے جھٹ پٹ امیر کا نکاح اپنی بیٹی سے اور ان لڑکوں کا نکاح ایک دوسرے شخص کی لڑکیوں سے کر دیا اس کام کا انجام بخوبی کیا صبح کو امیر جو دیکھیں تو آسمان پری امیر کے پاس سوتی ہے اور وہ سوداگر عبدالرحمن ہے عجب معاملہ اور نیا سامان ہے چونکہ امیر نے آسمان پری کو غیظ میں طلاق دی تھی لہذا اس تدبیر سے عبدالرحمن نے دوبارہ امیر کا عقد آسمان پری کے ساتھ کر دیا بموجب شرع آسمان پری کو پھر مباح کیا آسمان پری امیر کے قدموں پر گر کے گڑگڑانے لگی اور اپنی عاجزی جتانے لگی اور عبدالرحمن نے بھی امیر کے قدموں کو ہاتھ لگایا بہت الحاح سے پیش آیا کہ آجتک جو قصور ہوا معاف فرمایئے اگلی باتوں کا خیال کچھ دلمیں نہ لائیے بار دیگر اگر کوئی قصور ہو تو معاف نہ کیجیے گا پھر جو آپکے جی میں آئے سزا دیجیے گا آسمان پری بولی کہ یا امیر نفس الامر میں اب میں آپ کو دنیا کیطرف بھیجدونگی مجھ کو قسم ہے کہ اب قصور نہ کرونگی ناچار امیر اُن دونوں لڑکوں سمیت آسمان پری کے ہمراہ گلستان ارم میں گئے آسمان پری نے چھ مہینے تک جشن کیا امیر نے پھر ایک دن آسمان پری سے کہا کہ اے آسمان پری مجھ کو اب رخصت کر کہ یہاں کے رہنے سے میرا جی بہت تنگ آیا ہے میں نے اپنے اہل و عیال کی مفارقت سے بہت صدمہ اٹھایا ہے آسمان پری بولی کہ یا امیر انشاء اللہ تعالےٰ کل صبح آپ کو رخصت کر دونگی لیکن یہ تو فرمایئے کہ پھر بھی کبھی یہاں آؤگے اپنی صورت پھر بھی کبھی دکھلاؤگے امیر نے کہا کہ اے ملکۂ قاف جس طرح مہر نگار کا مجھ کو یہاں اشتیاق ہے اسیطرح وہاں تمھارا اشتیاق ہوگا تمھارے دیکھنے کا میرا دل مشتاق ہوگا آسمان پری امیر کی اس بات سے بہت خوش ہوئی اور صبح کو بارگاہ میں تخت سلطنت پر بیٹھ کر اُن چار دیوونکو کہ ہمیشہ امیر کو لیجاتے تھے طلب کیا اور پہلے اُن کو انعام دیا پھر ایک تخت بزرگ منگا کر اُس پر تحفے قاف کے رکھوائے اور امیر سے کہا کہ بسم اللہ سوار ہو جیے جانے پر تیار ہو جیے امیر چاہتے تھے کہ تخت پر سوار ہوئیں کہ ایک مرتبہ سامنے سے شور و غل پیدا ہوا ایک ہنگامہ محشر ہویدا ہوا دیکھیں تو چار سو جن و دیو جو شہپال کی خدمت میں حاضر رہتے تھے گریبان چاک سر پر خاک زار زار روتے چلے آتے ہیں اپنے سروں پر خاک اڑاتے ہیں آسمان پری یہ حالت اُنکی دیکھ کر گھبرا گئی اُسکی آنکھوں پر اندھیری چھا گئی پوچھا خیر تو ہے التماس کیا کہ بادشاہ نے اس جہان فانی سے ملک جاودانی کیطرف رحلت کی فردوس بریں کی راہ لی آسمان پری یہ خبر سنتے ہی تخت پر سے نیچے گر پڑی اور اپنا حال زبوں کیا اور تمام گلستان ارم ماتم سرا ہو گیا

قیامت کا شور و غوغا بپا ہو گیا چھوٹے سے بڑے تک سیاہ پوش ہوے روتے روتے سب بیہوش ہوے آسمان پری نے ہاتھ باندھ کر امیر سے کہا کہ یا امیر جہاں آپ سترہ برس رہے وہاں اب چالیس دن اور رہیے میری خاطر سے چند روز اور غم مفارقت اہل و عیال سہیے کہ میں شہپال کی لاش کو شہرستان زرین میں جاکر دفن کر آؤں اُنکو بھی اُسی قبرستان قدیم میں پہونچاؤں اور چہلم تک اُنکا ماتم برپا رکھوں اُنکے مرنیکا سوگ کروں وہاں سے آکر آپ کو رخصت کروں گی آپکو یہاں سے جانے دونگی صاحبقران نے فرمایا کہ اچھا تم جاؤ میں یہاں رہونگا جو تم کہتی ہو وہی کرونگا آسمان پری نے کہا کہ ایسا نہو تم اُداس ہو کر کسی طرف چلے جاؤ مجھ کو اپنی جدائی کا پھر رنج دکھاؤ میں سلاسل پری کو تمہارے پاس چھوڑے جاتی ہوں اگر دل گھبرائے تو اُس سے کنجیاں لیکر چہل عجائبات سلیمانی کی سیر کرنا کہ تمہارا جی نہ گھبراوے طبیعت وحشت نہ کھاوے یہ کہکر شہپال کی لاش ہمراہ لیکر شہرستان زرین کیطرف روانہ ہوئی جب وہاں پر پہونچی تمام پردہ ہاے قاف و تاریکی و زبرجد و یاقوت و بیابان ضیا و زمرد وغیرہ کے شاہان نامدار حاضر ہوے ادنیٰ و اعلیٰ صغیر و کبیر جتنے تھے سب ایک جا حاضر ہوے اور سبھوں نے ملک شہپال کو تجہیز و تکفین کیا اور چالیس دن تک چھوٹا بڑا سیاہ پوش ہو کر ماتم داری میں مصروف ہا سب کارخانہ موقوف رہا صاحبقران کا حال سنیے دو روز تو جس تس طرح کاٹے تیسرے دن گھبرا کر باہر جانیکا قصد کیا سلاسل پری نے عرض کی کہ جبتک ملکہ آفاق آئیں حسب وعدہ وہاں کے کام سے فراغت کر کے تشریف لائیں تب تک آپ چہل عجائبات سلیمانی کی سیر فرمائیں اس شغل میں آپ اپنی طبیعت بہلائیں یہ کہکر ایک کنجی امیر کے ہاتھ میں دی اور دروازہ اُسکا بتادیا اُسکا حال سب سنادیا صاحبقران قفل کھول کر اُسکے اندر گئے اندر جانا تھا کہ اُس حجرۂ تاریک کا دروازہ بند ہو گیا ایک ساعت کے بعد تیرگی دفع ہوئی ایک میدان وسیع دکھائی دیا اُسکو بغور مشاہدہ کیا اُس میدان کیطرف جو گئے ایک تخت مرصع بچھا ہوا نظر آیا بہت پر تکلف پایا اُسپر ایک سیب نصف سبز و نصف سرخ رکھا ہوا تھا اُس سیب کو اُٹھا کر جو سونگھا بیہوش ہو کر تخت پر گر پڑے نہایت بیہوش ہو گئے خواب میں دیکھا کہ ایک قلعہ عالیشان ہے ازبس خوش وضع مکان ہے اُس قلعہ میں جو گئے ایک باغ دلکش دیکھا روشوں پر اُسکے خوبرویاں ماہرو بصد تجمل و ناز خراماں ہیں کمال نزاکت سے ہر طرف جلوہ کناں ہیں اور ایک نازنین مہ جبیں مکلف لباس پہنے ہوے اُس تخت پر جلوہ افروز ہے جس کی صباحت کے سامنے خورشید درخشاں بے نور زیادہ از چراغ روز ہے امیر اُسکو دیکھتے ہی شیفتہ ہو گئے دل و جان سے فریفتہ ہو گئے اُس مہ جبیں نے امیر کیواسطے محفل جشن کی ترتیب دی خوب خاطر داری کی چار سو ماہرو ساز درست کر کے گانے بجانے لگیں اسمیں آمد آمد اُس نازنین کے باپ کی ہوئی وہ گھبرا کر کہنے لگی کہ کدھر جاکے چھپوں کہاں اپنے تئیں پوشیدہ کروں صاحبقران نے کہا کہ چھپنے کی کیا ضرورت ہے جسطرح بیٹھی ہو بیٹھی رہو باپ تمہارا آتا ہے تو آنے دو اندیشہ کیا ہے یہ سب تردد تمہارا بیجا ہے اسمیں اُسکا باپ آیا اور اپنی بیٹی کو امیر کے پاس بیٹھا پایا سلام علیک کر کے امیر کا قدمبوس ہوا صاحبقران نے اُسکو چھاتی سے لگا کر کہا کہ اے عزیز تو مجھ کو کیا جانے تو نے مجھکو کبھی نہیں دیکھا بھلا کیا پہچانے وہ بولا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ زلازل قاف کسی

زمانے میں عجائبات سلیمانی کی سیر کرنیکو آئیگا بہت سے دیوؤں کو نہ تیغ آبدار لائیگا ورنہ آدمی کی کہاں طاقت ہے کہ یہاں آوے اور دیوؤں کے مارنے پر قدرت پائے امیر بہت اُس سے خوش ہوے اُسنے اپنی بیٹی کا عقد امیر کے ساتھ کردیا انکو اپنی دامادی میں لایا صاحبقراں سات برس وہاں رہے اس عرصے میں دو لڑکے بھی پیدا ہوے ایک دن امیر اُس معشوقہ کو لیے ہوے حوض کے کنارے پر بیٹھے ہوے تھے اُسنے کہا کہ یا زلازل قاف میری خلخال اس حوض میں گر گئی ہے تم نکالدو تو بڑا احسان کرو صاحبقراں جو اس حوض میں غوطہ لگا کر نکلے جو تک ہٹ دیکھا کہ وہی کوٹھری ہے جسمیں پہلے آئے تھے اور سلاسل پری سامنے کھڑی ہے امیر نے متحیر ہو کے سلاسل پری سے کہا کہ میں پھر اس کوٹھری میں جاؤنگا کہ میرا جی لڑکوں میں لگا ہوا ہے میرا دل انکی محبت میں پھنسا ہوا ہے سات برس تک وہاں رہا مگر حوض میں غوطہ کیا لگایا کہ پھر یہاں آپہونچا سلاسل پری نے عرض کی کہ جناب عالی یہ عجائبات سلیمانی ہے کیسے لڑکے اور کیسی جورو ایک پہر سے زیادہ عرصہ آپ کو گئے ہوے نہیں ہوا چلیے اب شام ہوئی خاصہ تناول فرمائیے اور آرام کیجیے وہ سب خواب وخیال تھا طلسمات میں ایسی ہی باتیں پیش آتی ہیں اُن سب کو اپنی خاطر سے بھلا دیجیے کل دوسری کوٹھری کی سیر کیجیے گا وہاں اور بھی کیفیت نظر آئیگی اس سیر سے تمھاری طبیعت اور بھی حظ اُٹھائے گی سلاسل پری کوٹھری میں قفل لگا کے امیر کو محلسرا میں لے آئی امیر نے خاصہ کھا کر آرام کیا دل نے چین اور قرار پایا صبح کو بعد فراغت ضروریات دوسری کوٹھری کو کھولکر اُسکے اندر گئے تھوڑی دور جاکر میدان میں ایک تخت پر تصویر رکھی ہوئی دیکھی امیر نے تصویر کو جو اُٹھا کر دیکھا غش کھا کر تخت پر گر پڑے ہوش وحواس سب جاتے رہے اس غفلت میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک باغ ہے اسمیں بہت سی عورتیں جمیلہ جمع ہیں اور وہی نازنین جسکی تصویر کو دیکھ کر امیر نے غش کیا تھا اُن عورتوں کے حلقے میں ناچ رہی ہے اور وہ عورتیں ساز بجا رہی ہیں نئے نئے راگ گا رہی ہیں اور بہت سے غول ایک طرف کو کھڑے ہیں امیر کو دیکھ کر گرز لیکر دوڑے امیر بھی عقرب سلیمانی نکال کے اُنپر حملہ آور ہوے وہ سب یہ حال دیکھ کر حیران ومضطر ہوے اس صدمے سے امیر کی آنکھ کھل گئی دیکھیں تو نہ غول ہیں اور نہ وہ باغ ہے سلاسل پری اُس حجرے میں کھڑی ہے متعجب ہو کر محلسرا کیطرف متوجہ ہوے سلاسل پری بھی اُس حجرے کو مقفل کر کے حاضر ہوئی امیر نے خاصہ تناول فرما کے آرام کیا پھر اپنے معمول سے اُسی مکان میں جاکر آرام فرمایا تیسرے دن تیسری کوٹھری کی سیر کو تشریف لیگئے تھوڑی دور جاکر راہ بھول گئے ریگستان میں جا پڑے اور طپش آفتاب سے نہایت حیران وپریشان رہے سات شبانہ روز تک اس ریگستان میں سرگرداں رہے آٹھویں دن ایک دیو نظر آیا اُسکو امیر نے نئی صورت کا پایا امیر کا کمربند پکڑ کے آسمان کیطرف اُڑا کہکشاں کے برابر جاکے امیر کو زمین پر دے مارا امیر کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ نہ وہ ریگستان ہے اور نہ وہ دیو ہے وہی حجرہ ہے اور سلاسل پری کھڑی ہے امیر نے سلاسل پری سے اُس حجرے کا حال بیان کیا سلاسل پری ملتمس ہوئی کہ ان حجروں میں اسیطرح کے عجائبات ہیں جن کے دیکھنے سے آدمی کو حیرت ہوتی ہے عقل گم ہو جاتی ہے مگر خطرہ کچھ نہیں ہے القصہ

امیر نے اُنتالیس دن میں اُنتالیس حجروں کی سیر کی وہاں کے عجائبات و غرائبات دیکھنے سے طبیعت کو مسرت وافر دی چالیسویں دن سلاسل پری سے کہا کہ اس چالیسویں حجرے کو بھی کھول کہ میں اُسکی بھی سیر کروں اُسکے عجائبات بھی دیکھوں اُسنے کہا کہ اس حجرے کا دروازہ میں نہیں کھول سکتی اس بات میں ہرگز نہیں بول سکتی یہ زندان سلیمان ہے امیر نے اصرار کیا وہ بولی کہ اسکی کنجی میرے پاس نہیں ہے امیر نے اُسکے ہاتھ سے کنجیاں چھین کر اُس حجرے کو کھولا اور اُسکے اندر گئے سلاسل پری آسمان پری سے کہنے کو دوڑی گئی کہ امیر چالیسویں حجرے کو بھی کھول کے سیر کو جاتے ہیں میرے منع کرنیکو خیال میں نہیں لاتے ہیں راوی لکھتا ہے کہ جب امیر چالیسویں حجرے میں تشریف لیگئے دیکھا کہ ہزاروں دیو جن و پری زاد قید ہیں سبھوں نے آکر امیر کو مجرا کر کے عرض کی کہ یا زلازل قاف ہمکو اس قید سے چھڑائیے ہمارے حال پر بھی اتنی عنایت فرمائیے امیر نے کہا کہ تم نے کیونکر جانا کہ میں زلازل قاف ہوں اُنھوں نے کہا کہ یا امیر اس زندان میں بہت سے لوگ حضرت سلیمان کے قید کیے ہوے ہیں اور یہاں کا قیدی جیتے جی چھوٹتا نہیں ہے ایک مرتبہ حضرت سلیمان نے فرمایا تھا کہ زلازل قاف آکر اس زندان کے قیدیونکو چھڑائیگا وہ آدم زاد ہے کہ قاف میں آئیگا اس سے ہم نے جانا آپ ہی زلازل قاف ہیں پس خدا کیواسطے ہمکو اس قید سے نجات دیجیے ہم قیدیونکی رہائی کا ثواب لیجیے امیر کو اُن سب پر رحم آیا اور ایک سرے سے بیڑیاں کاٹ کر سب کو اس قید سے چھڑایا ہر ایک صاحبقران کے قدمبوس اور رخصت ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوا ناگاہ ایک طرف سے امیر کے کان میں گھوڑے کی ٹاپ کی آواز آئی اُنھوں نے اپنی آنکھ اُس جانب کو اُٹھائی امیر جو اس طرف کو گئے دیکھا کہ ایک بچھیڑا ابلق گلگوں رنگ پھر رہا ہے اور سر سے پا تک مرقع کا حال ہے بہت خوبصورت اور نئی طرح کی چال ہے چار سو گل کے قریب اُسکے بدن پر ہیں نہایت خوشنما اور بہتر ہیں اور ایک ایک گل ہزار ہزار گل کی موج مار رہا ہے امیر اُس بچھیڑے کو دیکھ کر بہت خوش ہوے اور وہ بچھیڑا بھی امیر کو دیکھ کر کلیلیں کرنے لگا انکو دیکھ کر طرارے بھرنے لگا اور امیر کیطرف دوڑ کر ایک ٹاپ امیر کے پاؤں پر ماری باوجودیکہ امیر زرہ زیر جامہ پہنے ہوے تھے اُسپر بھی بیتاب ہوگئے امیر کو غصہ جو آیا کہ اُسکی ٹاپ سے صدمہ اُٹھایا اُسکے پیچھے دوڑے گئے وہ بھاگ کر ایک مکان میں گھس گیا امیر بھی اُسکے پیچھے پیچھے چلے گئے ایکدم نہ رُکے وہ مکان ازبسکہ تاریک تھا امیر گوہر شب چراغ کو ہاتھ میں لیکر اُسکی روشنی میں روانہ ہوے تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک آواز کان میں آئی کسی نے یہ بات سنائی آقا میرے اب میرا حال بہت تنگ ہے جلد آکر چھڑاؤ ہمکو اس مصیبت سے بچاؤ امیر آگے جو گئے دیکھا الانیسہ و ارنائیس بیٹھے ہوے بکا و زاری کر رہے ہیں نہایت اضطراب و بیقراری کر رہے ہیں امیر نے فرمایا ٹھہر جاؤ یہ بچھیڑا مجھے لات مار کر بھاگا ہے اُسکو ماروں تو تمھیں چھڑاؤں ارنائیس و الانیسہ نے عرض کی کہ یا صاحبقران یہ ہمارا فرزند ہے آپ سے آگاہ نہ تھا اس سے تقصیر ہوئی معاف کرو ہم سب کو اپنا تابعدار سمجھو امیر یہ بات سنکر متعجب ہوے اور پوچھنے لگے کہ تم دیو اور جورو تیری پری بچہ کیونکر گھوڑا ہوا اسکا حال مجھ سے مفصل ظاہر کرو اسکی حقیقت سے مجھے ماہر کرو انھوں نے تمام کیفیت بیان کر کے کہا کہ نام اسکا ہم نے اشقر رکھا ہے ارنائیس نے اُسے بلا کر امیر کے قدموں

پر گرا دیا تقصیر اُسکا معاف کروا دیا امیر نے اُسکو قید سے نجات دی اُنھوں نے یہ مہربانی کی اور فرمایا کہ تم بیٹھو میں آگے کی سیر کر کے آتا ہوں یہاں کے اور عجائبات دیکھنے جاتا ہوں امیر وہاں سے آگے کو گئے دیکھیں تو ایک مکان میں دو پریزادیں سر کے بال بندھے ہوئے اُلٹی لٹک رہی ہیں اس مصیبت میں اپنا سر ٹپک رہی ہیں امیر نے ترس کھا کر اُنکو بھی کھولا آگے جو گئے تو دیکھا کہ ریحان پری و قمر چہرہ جنسے امیر نے عقد کیا تھا پا بزنجیر بیٹھی ہوئی ہیں نہایت مغموم اور دلگیر بیٹھی ہوئی ہیں امیر اُنکو دیکھ کر آنسو بھر لائے وہ بھی امیر کو دیکھ کر رونے لگیں جان اپنی کھونے لگیں امیر اُنکو اپنے ہمراہ لیکر ارنائیس و لانیسہ کو ہمراہ لیتے ہوئے حجرے کے باہر آئے اور اس شب کو آسمان پری کے پلنگ پر ریحان پری و قمر چہرہ سے ہمبستر ہوئے ان دونوں کی صحبت سے بہرہ ور ہوئے قدرت خدا سے دونوں اُسی شب کو حاملہ ہوئیں راوی لکھتا ہے کہ ریحان پری سے جو لڑکا پیدا ہوگا اُسکا نام ورد پوش رکھا جائیگا اور قمر چہرہ کے بیٹے کا نام قمر زاد ہوگا اور اُن دونوں شاہزادوں کی داستان بالا باختر کے دفتر میں لکھی جائیگی اپنے مقام پر بیان میں آئیگی القصہ صبح کو امیر نے اُن دونوں پریزادوں کو رخصت کیا اور اپنے گھر گئیں امیر نے ارنائیس سے کہا کہ اب تو مجھے دنیا میں پہونچا سکتا ہے اُسنے عرض کی کہ حاضر ہوں امیر لڑکوں کو لیکر تخت پر بیٹھے اور ارنائیس و لانیسہ تخت کو کاندھے پر رکھ کر قندیل فلک ہو گئے چار گھڑی دن باقی ہوگا کہ ایک دریا کے کنارے اُترے امیر نے ایک عمارت مجلی و مصفی دیکھی وہ تعمیر بہت عجیب و غریب و خوش فضا دیکھی اُسکے اندر گئے ہر دیوار و در کو دیکھ کر عشعش کیا اسواسطے کہ ایسی کیفیت اُنکو کسی مکان میں نظر نہ آئی تھی اس تکلف کی عمارت کبھی نہ دیکھ پائی تھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان کا شیش محل ہے اسی سبب سے ضرب المثل ہے شام کو خود بخود اسقدر روشنی اُس مکان میں ہوئی کہ اگر لاکھوں چراغ روشن ہوتے تو ایسی روشنی نہ ہوتی چار گھڑی رات باقی ہوگی کہ امیر لڑکوں کو لیکر سو رہے و ارنائیس بھی لانیسہ کو لیکر ایک حجرے میں سو یا مگر اشقر جنگل کی سیر کو چلا گیا اُسکو وہاں کا سیر کرنا خوش آیا اُس مکان میں سونا نہ بھایا اب دو کلمہ داستان آسمان پری کے سنیے جب چالیسواں اپنے باپ کا کر چکی شاہان و شہریاران پردہ ہائے قاف کو رخصت کیا ہر ایک کو بقدر اُسکے مرتبے کے انعام و خلعت دیا اور آپ بھی گلستان ارم کو راہی ہوئی سلاسل پری نے اثنائے راہ میں مجرا کر کے التماس کیا کہ زلازل قاف نے قیدیان زندان سلیمان کو رہا کیا سب اسیروں کو محبس سے چھوڑ دیا آسمان پری نے کہا اچھا کیا حضرت سلیمان کا ارشاد ظہور میں آیا جو حضرت نے فرمایا تھا اُسنے وقوع پایا سلاسل پری نے کہا ارنائیس و لانیسہ کو بھی مخلصی دی اُسپر بھی اتنی رعایت کی بولی کہ خیر خوب کیا اُسنے کہا کہ ریحان پری و قمر چہرہ کو بھی چھوڑ دیا بولی کہ بُرا کیا میرے رقیبوں کو چھوڑنا نہ تھا پوچھا کہ پھر کیا ہوا اُسنے کہا کہ میرے روبرو تو یہیں تک نوبت پہونچی تھی پیچھے کا حال معلوم نہیں یہ باتیں ہی تھیں کہ دوسری پری نے آکر خبر دی کہ صاحبقران نے آپکے پلنگ پر ریحان پری و قمر چہرہ کو تمام رات اپنے ساتھ سلایا ان دونوں نے خوب مزہ اُٹھایا اور صبح کو اُنکو رخصت کر کے تخت پر سوار ہوئے اور لانیسہ و ارنائیس انکو لیکر دنیا کیطرف روانہ ہوئے یہ سنکر غضبناک ہو کر کہنے لگی کہ میں نے

تو خود ہی صاحبقران کو رخصت کرنا چاہا تھا لیکن میری سوتوں کو لیکر سونا کیا ضرور تھا مگر یہ کہ اُنکو میرا جلانا منظور تھا اُسکے عوض میں دیکھو تو میں بھی صاحبقران کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہوں کیسی بلا اور آفت اُن کے اوپر ڈھاتی ہوں یہ کہکر تخت پر سوار ہوکے مع فوج جرار صاحبقران کی تلاش کو روانہ ہوئی جاتے جاتے جب شیش محل میں پہونچی معلوم ہوا کہ صاحبقران شیش محل میں ہیں قضائے کار پہلے اُسی حجرہ میں گئی جہاں ارنامیس و لانیسہ سوتے تھے تلوار کھینچکر دونوں کے سر ایک ہی ہاتھ میں تن سے جدا کیے انکو قتل کرکے اپنے دلکا بخار نکالا غصے میں آکر دونوںکو مار ڈالا اور وہی لہو بھری تلوار امیر کے سر پر جاکے تولنے لگی قریشہ جو ساتھ تھی اُسنے تلوار چھین کر کہا کیا کروں اس بات سے مجبور ہوں کہ تو میری ماں ہے نہیں تو اسیوقت خنجر مار کے تیری تڑ بونکا ڈھیر کردیتی تجھکو جینے سے سیر کردیتی یہ مقدور کہ میرے جیتے جی کیسا ردبرو میرے باپ پر ہاتھ اٹھائے اُنکے قتل کا ارادہ اپنے دلمیں لائے آسمان پری دم کوے رہی اور ایک رقعہ لکھ کر صاحبقران کے پلنگ پر رکھ کے گلستان ارم کو چلی گئی ایک دن بھی نہ رہی صبح جو ہوئی اشقر جنگل سے آکر اپنے ماں باپ کو مواد دیکھ کر چیخیں مار مار کر رونے لگا اُسکے رونے سے امیر کی آنکھ کھل گئی دیکھیں تو ارناٸیس و لانیسہ دونوں بے سر پڑے ہیں بیگناہ قتل کیے ہوے زمین پر پڑے ہیں بہت سا افسوس کیا اور اشقر سے سمجھا کر کہا کہ شدنی سے کسی کو چارہ نہیں ہے اللہ کے حکم میں کسی کو دم مارنیکا یارا نہیں ہے اگر مجھ کو معلوم ہو تو میں اُن کے قاتل کو ابھی قتل کروں تیرے ماں باپ کا ضرور بدلا لیوں تو نہ رو اپنا ماں باپ مجھ کو سمجھ میں فرزندوں کی طرح سے تجھ کو رکھونگا کسیطرح سے تجھ کو کبھی آزردہ نہ کرونگا بعد ازاں دیکھیں تو ایک رقعہ پلنگ پر پڑا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے ابکی بار خود چاہا تھا کہ تم کو دنیا کیطرف بھیجدوں اپنے وعدہ کو وفا کروں مگر معلوم ہوا کہ تمھارا آب ودانہ قاف سے نہ اُٹھا ہے نہ اُٹھیگا یہ دو حرکتیں آپکی مجھ کو بہت ناپسند ہوئیں ایک تو میری سیج پر میری سوتوں کو لیکر سونا دوسرے مجھ سے بھاگ کر دنیا کیطرف عازم ہونا پہلی حرکت کے عوض میں تو میں نے چاہا تھا کہ آپکو بھی ارناٸیس و لانیسہ کیطرح سے قتل کروں ایک لحظہ کی مہلت نہ دوں لیکن قریشہ سے ناچار ہوئی کہ تمھارے بدلے وہ مجھ سے لڑنیکو تیار ہوئی اُسنے میرے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور میرے ساتھ بہت گستاخی کی اور دوسری حرکت کی سزا میں ارناٸیس و لانیسہ کو میں نے قتل کیا اُنسے اپنا عوض یوں لیا اور اب دیکھونگی کہ تم دنیا کی طرف کیونکر جاتے ہو اور قاف سے کیونکر رہائی پاتے ہو اور کون لیجاتا ہے کسکی مجال ہے جو تمھارے پہونچانیکا حرف زبان پر لاتا ہے امیر رقعہ کو پڑھ کر سن ہو گئے ارناٸیس و لانیسہ کو تجہیز و تکفین کرکے سات دن تک ہیں رہے اُن دونوں کے غم میں نہایت اندوہگیں رہے آٹھویں دن آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگے کہ اب میں دنیا کو کیونکر جاؤنگا آسمان پری کے ہاتھ سے ہرگز رہائی نہ پاؤنگا معلوم ہوا کہ اسی قاف میں سرگرداں رہونگا میں اسی سرزمین پر مرونگا اشقر نے یہ سنکر امیر سے کہا کہ آپ کسلیے ملول ہوتے ہیں میں آپ کو دنیا میں پہونچادونگا آسمان پری کا ہرگز خوف نہ کرونگا میری پیٹھ پر سوار ہو جیے چلنے پر تیار ہو جیے امیر نے فرمایا کہ ان دونوں لڑکوں کو کیا کروں اُن کو کہاں چھوڑوں وہ بولا کہ انکو بھی سوار کر لیجیے امیر نے دو چھینکے بنا کر اُن دونوں لڑکوں کو اُنمیں بٹھلایا اور رکابوں کیطرح سے

ادھر اُدھر دونوں کو لٹکایا اور آپ اسکی پشت پر بیٹھے اشقر امیر کو لیکر وہاں سے اُڑا کہتے ہیں کہ اشقر تمام دن میں ہزار فرسنگ جاتا تھا
دم بھر میں اپنے تئیں منزل مقصود تک پہونچاتا تھا القصہ دریا پر سے تو اشقر اُڑا چلا گیا جب خشکی میں پہونچا زمین کو قدم لگائے
زمین پر اپنے پاؤں جمائے ہوا اس سے پیچھے رہتی تھی تیز پروازی میں اُسکا مرحبا کہتی تھی چار گھڑی دن باقی رہے کہ وہ نور کی ترائی
میں پہونچا امیر لڑکوں کو لیکر اُتر پڑے دیکھیں تو اس پہاڑ کے دامن سے حضرت خضر و الیاس چلے آتے ہیں انکی طرف تشریف
لاتے ہیں امیر دوڑ کر قدمبوس ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت آسمان پری کے ہاتھ سے عاجز آگیا اس ملک کے رہنے
سے میرا جی گھبرا گیا انھوں نے فرمایا کہ یا امیر گھبراؤ نہیں اس مرتبہ مقرر دنیا میں جاؤ گے اپنے عیال و اطفال کی ملاقات سے
راحت پاؤ گے چلو ہماری والدہ صاحبہ نے کہ بی بی آصفا باصفا اُنکا نام ہے آپ کو رخصت کرنیکو بلایا ہے تمھارے
حال پر اُنکو رحم آیا ہے امیر دونوں لڑکوں سمیت پہاڑ کے اوپر گئے دیکھا کہ ایک گنبد ہے بقعۂ نور کے فلک پر سے اُسمیں آتے
جاتے ہیں جس سے ہر گوشے پہاڑ کے روشنی پاتے ہیں گنبد کے اندر جو گئے تو ایک پیرزال نورانی صورت کو مصلے پر بیٹھے ہاتھ میں
تسبیح لیے عبادت الٰہی میں مصروف پایا اُنکے دلمیں اُسکا نہایت جبروت سمایا امیر نے مؤدب ہو کر تسلیم کی بی بی آصفا نے سر
چھاتی سے لگا کر فرمایا کہ اے فرزند میں تیرے دیکھنے کی بہت مشتاق تھی خوب ہوا جو یہاں آیا اپنا جمال نیک فال مجھ کو دکھایا اب
خدا کے فضل سے جلد دنیا میں پہونچیگا یہ کہکر ایک سوا گز کی کمند دیکے فرمایا کہ یہ کمند میری طرف سے عمرو کو دینا اور کہدینا کہ یہ کمند میرے
ہاتھ کی بنی ہوئی ہے اسکو محافظت سے اپنے پاس رکھنا یہ تیرے بڑے کام آویگی تجھ کو بڑے عجائبات دکھاویگی جب چاہیگا یہ تو
کو باندھ لیگی ہر کام میں تجھ کو مدد دیگی اور جب اُسپر درود پڑھکر دم کریگا یہ ہزار گز کی ہو جاویگی بعد ازاں فرمایا کہ آج کی رات
تم ہمارے مہمان ہو امیر نے کہا کہ حضور میں حاضر رہنا میرا فخر ہے صبح کو جب امیر نماز سے فارغ ہوئے حضرت خضر نے کہا کہ یا امیر
اس گھوڑے کی نعلبندی ضرور ہے نہیں تو یہ بیابان قاف طے نہ کر سکیگا اس دشت خونخوار سے نہ گذر سکیگا یہ فرماکر اشقر
کے دونوں پر کاٹکر اُسی کے نعل لگائے اور میخیں جڑیں امیر نے فرمایا کہ یا حضرت یہ پر کے نعل کب تک رہینگے یہ بھلا کیا پائداری
کرینگے فرمایا تمھاری زندگی تک تو نہ ٹوٹیں گے اسکے پاؤں سے نہ چھوٹیں گے جب اُسکے چوتھے پاؤں کا نعل گرے تب جانیو کہ
جام زندگی تمھارا معمور ہوا تم کو دنیا سے طرف ملک عدم کے جانا ضرور ہوا اور ایک زین امیر کو دیکر کہا کہ یہ زین اُسکی پیٹھ پر کھو
سکندر نے ہفت اقلیم کا خراج خرچ کرکے اس زین کو تیار کروایا تھا امیر اُس زین کو اشقر پر باندھ کر چلنے کو تیار ہوئے حضرت
خضر کی عنایت کے شکر گذار ہوئے اب دو کلمہ آسمان پری کے احوال میں بیان کروں اُسکے حال سے تم کو اطلاع دوں
آسمان پری جب شیش محل سلیمانی سے گلستان ارم کو گئی اُسکے کئی دن کے بعد سرخ پوشاک پہنکر تخت پر بیٹھی اور عبدالرحمٰن
سے سوال کیا کہ کچھ حمزہ کا حال تو بیان کرو کہ کسطرح ہے اور کہاں ہے غمگین ہے یا شادمان ہے خواجہ نے رمل دیکھ کر کہا کہ امیر
کوہ نور پر پہونچے اور بی بی آصفا باصفا والدہ حضرت خضر دنیا کی طرف اُنکو روانہ کیا چاہتی ہیں اُنکے ملک میں اُنکو پہونچا دیا
چاہتی ہیں یہ سنکر غصے سے لال ہو گئی اس رنج سے اُسکو زندگی وبال ہو گئی اور بولی کہ بی بی آصفا باصفا میری رعیت ہو کر

بے اجازت میری میرے شوہر کو دنیا میں بھیجا چاہتی ہیں میرے خلاف مرضی یہ کام کیا چاہتی ہیں ہاں لاؤ سواری تخت ہوا اکا
آنکر موجود ہوا فی الفور سوار ہوئی اور ہوا کیطرح پہونچکر کوہ نور کو گھیر لیا دیوؤنکی جمعیت سے اُس پہاڑ کا محاصرہ کیا اور
تلوار پکڑ کر بی بی آصفا باصفا کے روبرو گئی اور کہا کہ کیوں بی بی تجھکو میرا خیال نہیں ہے کہ تم نے میرے شوہر کو اُس کے
ملک کیطرف بھیجنے کا ارادہ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میرا غصہ بیڈول ہے بی بی آصفا باصفا نے اُسکی گفتگو نا ملائم سنکر کہا کہ او مردار
کیا بیہودہ بکتی ہے تیری کیا حقیقت ہے اور تو میرا کیا کر سکتی ہے تیرے بدن میں آگ لگے خدا سے نہیں ڈرتی ہے مجھسے
ایسی گفتگو کرتی ہے بی بی آصفا باصفا کا یہ کہنا تھا کہ آسمان پری کے بدن سے شعلہ آگ کا نمود ہوا گویا آتش خانہ
اُسکا سراپا وجود ہوا اور وہ جلنے اور توبہ کرنے لگی عبد الرحمٰن نے دوڑ کر قریشہ سے کہا کہ اب کوئی دم میں آسمان پری
جلکر خاک ہو جاویگی جلد امیر سے منت کر اُنکے پاؤں پر جاکے سر کو دھر کہ آصفا باصفا سے تقصیر اُسکی معاف کرا دیں
تیرے حال پر رحم کھا کر انکو سمجھا دیں قریشہ دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بابا جان خدا کیواسطے
اماں جان کی تقصیر معاف کرو امیر نے اُٹھ کر بی بی آصفا باصفا سے اسکی شفاعت کی اُسکے قصور معاف کرنیکیلیے
قسم دی بی بی نے امیر کے کہنے سے اپنے وضو کا پانی آسمان پری کے اوپر چھڑکا فورًا آگ بجھ گئی وہ جلنے سے بچ گئی
آسمان پری غش کھا کر زمین پر گر پڑی پریزاد اُسکو تخت پر ڈالکر گلستان ارم کو لے گئے بی بی نے اُس شب کو بھی امیر
کو مہمان رکھا صبح کو حضرت خضر سے کہا کہ تم جاکر حمزہ کو دریاے خونخوار کے پار اُتار آؤ میرا کہنا فی الفور عمل میں لاؤ امیر
نے بی بی کو تسلیم کر کے لڑکوں کو چھینکے میں لٹکا یا اس صورت سے اپنے ساتھ اُٹھایا اور آپ سوار ہو کر حضرت خضر کے ہمراہ روانہ ہوئے
چودہ پندرہ کوس گئے ہونگے کہ دریا نمودار ہوا حضرت خضر نے کہا کہ یا امیر دریاے خونخوار یہی ہے تم سب اپنی آنکھیں بند کر لو
اس پانی کے زور و شور کیطرف ہرگز نہ دیکھو امیر نے اور اُن لڑکوں نے آنکھیں بند کر لیں حضرت خضر نے سات قدم
جاکر فرمایا کہ اب آنکھیں کھولدو امیر نے آنکھیں کھولکر دیکھا کہ دریا پشت کے پیچھے بہتا ہے اور حضرت خضر نہیں ہیں
راوی لکھتا ہے کہ امیر چالیس دن منزل بمنزل چلے گئے اکتالیسویں دن دریاے اخضر پر پہونچے دیکھیں تو عجب طرح کا
دریاے بے پایاں ہے کہ دوسرا کنارہ معلوم نہیں دیتا کوئی بسبب خوف کے ایکدم اُسکے کنارے پر قرار نہیں لیتا کنارے
اُس دریا کے چلے دسویں دن ایک قلعہ دکھائی دیا پہونچکر ذرا قیام کیا امیر اس قلعہ کو نیچے سے دیکھنے لگے وہ شہر گاؤسروں کا تھا
کسی نے امیر کو دیکھ کر پہچانا اپنے بادشاہ کو خبر دی نام اُس بادشاہ کا سمرات گاؤسر تھا زلازل قاف کے آنیکی خبر سنکر بہت
خوش ہوا اور قلعہ سے باہر آکر امیر کے قدم آنکھوں سے لگائے سب لوگ اُسکے کمال تعظیم سے پیش آئے اور قلعہ میں لیجاکر بڑی دھوم
سے امیر کی ضیافت کی اور کئی دن جشن کیا امیر نے سمرات شاہ سے کہا کہ اس دریا کے پار ہمکو اُتار سکتے ہو اُسنے کہا کہ اگر
میری بیٹی کو کہ اروانہ اُسکا نام ہے اپنے عقد میں لاؤ تو کیا مضائقہ ہے میں دریا کے پار آپکو اُتار دوں آپکے حکم کی تعمیل کروں
امیر نے تو انکار کیا مگر لڑکوں نے سمرات شاہ سے کہا کہ تم شادی کی تیاری کرو امیر کو ہم راضی کر دینگے اس مقدمہ میں

اُنسے اصرار کرینگے بادشاہ نے اپنے دستور کے موافق شادی کی تیاری کی اور سامان شادی کے جمع کرینگی اپنے اہلکاروں کو اجازت دی امیر کا عقد لڑکوں نے سمجھا کر کروا دیا بادشاہ کی طبیعت کو اس کام کے انجام سے بہت مسرور کیا شب کو جو امیر اسکے ساتھ سوئے اُسنے چاہا کہ امیر کے گلے میں ہاتھ ڈال کے بوسہ لیوے اپنی طبیعت کو حظ دیوے امیر نے ایک طمانچہ اس زور سے اُسکے منہ پر مارا کہ اُسکے آگے کے دانت جھڑ گئے وہ روتی ہوئی اپنے باپ کے پاس گئی بہت غمگین اور اُداس گئی اور تمام احوال ظاہر کیا اُسنے دونوں لڑکوں کو بلایا اور پوچھا کہ زلازل قاف نے یہ کیا حرکت کی میری لڑکی کو کیوں مارا لڑکوں نے کہا کہ ہمارے ملک کا دستور ہے کہ شب اول جورو کے دانت توڑ ڈالتے ہیں کہ ہمیشہ یادگاری رہے اور اول بار ہم آدم زاد سوائے نصف دریا کے جورو سے ہمبستر نہیں ہوتے ہیں بغیر اس امر کے جورو کے ساتھ نہیں سوتے ہیں چونکہ وہ دیو کی ذات تھا اُسنے جانا کہ سچ ہوگا اُسیوقت ایک جہاز منگوا کر اپنی بیٹی کو سوار کیا سیر دریا کا اسباب سب تیار کیا اور لڑکوں سے کہا کہ امیر کو خبر دو تا وہ بھی سوار ہوویں دونوں لڑکے خوش خوش صاحبقران کے پاس آئے یہ سب معاملے اُن کو سنائے اور جو کچھ گفتگو ہوئی تھی بیان کر کے بولے کہ چلیے جہاز پر سوار ہوجیے امیر لڑکوں کی تقریر سنکر بے اختیار ہنس پڑے اور اُنکے ساتھ جاکر سوار ہوئے جب وہ دریا پر پہونچا اور وانہ نے امیر سے ہمبستر ہونیکی خواہش کی اپنے دلکی تمنا اُسنے کہی امیر نے اسکے ہاتھ باندھ کر دریا میں ڈالدیا اس بیچاری کو غرق دریائے رحمت کیا اور ناخدا سے کہا کہ جلد جہاز کو پہونچاؤ نہیں تو تم میں سے ایک کو جیتا نہ چھوڑونگا سب کا سر توڑونگا ناخدا نے خوف کے مارے پانچ چار بالین مستول پر اٹھا کے فوراً پار پہونچا دیا جو امیر نے کہا وہی کیا امیر لڑکوں کو لیکر کنارے پر اُترے اور پوست گرگ پر بیٹھ کر کلیچہ خضر نکال کے آپ بھی کھایا اور خواجہ آشوب و بہلول کو بھی کھلایا تب اُنکو بھوک سے قرار آیا اور وہاں سے آگے کو چلے دوسرے دن جو بھوک لگی تو فرمانے لگے کہ اب تو کلیچہ کھاتے کھاتے جی گھبرا گیا بے اختیار جی نمکین کھانیکو چاہتا ہے کوئی چٹ پٹی غذا کھانیکو جی چاہتا ہے یہ کہتے ہی تھے کہ سامنے سے ایک ہرن نکلا امیر نے اُسکو شکار کر کے کباب لگائے آپ بھی کھائے اور دونوں لڑکوں کو بھی کھلائے اور اُس جگہ پتھر کی چٹان پر آرام کیا شب بھر اُس جگہ مقام کیا صبح کو اُٹھ کر بدستور سوار ہوکے روانہ ہوئے

داستان شاہ عیاران عیار پیک خنجر گذار خواجہ عمرو عیار

راویان شیریں سخن بیان کرتے ہیں کہ جب عمرو کو قلعہ دیو ودی میں رہتے ڈیڑھ برس کا عرصہ ہوا عنتر دیو ودی بادشاہ دیو ودی سے پوچھا کہ یہاں سے نزدیک کوئی اور بھی ایسا قلعہ ہے کہ جہاں چند روز امن سے رہیے اُسنے کہا یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تلو البحر نامے قلعہ کوہ پر واقع ہے تین طرف اُس قلعہ کے دریائے عظیم الشان جاری ہے اور ایک طرف خشکی ہے اُس قلعہ کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ بھی ایسا تنگ ہے کہ دو آدمی برابر جا نہیں سکتے کسی طرح اُسمیں دخل پا نہیں سکتے اور اگر ایک آدمی اوپر سے پتھر لنڈھکا دیوے تو ہزار آدمی نیچے کے مرجائیں فوراً اپنی جان سے گذر جائیں بادشاہ ہفت کشور

اگر اُس قلعہ کو لیا چاہیے تو سوائے ندامت کے کچھ اور نہ پاؤ گے اپنے اس رائے سے بڑی زک اُٹھاؤ گے عمرو نے کہا کہ اس قلعہ کا لینا بہت آسان ہے مگر یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے تنہا چلنا مشکل ہے عنتر دیو ودی نے کہا کہ اس قلعہ میں ایک سرنگ ہے اُسمیں ہو کر کیوں نہ چلیے عمرو نے اسی دم حرم امیر کو سواریوں پر سوار کیا سب سامان ہانکے پہونچنے کا تیار کیا اور اپنی فوج کو ہمراہ لیا اور سرنگ کی راہ سے نکلکر قلعہ تلوا الجبر کی راہ لی سب کو تسکین دی دم دن چار گھڑی رات گئے قلعہ تلوا الجبر کے متصل پہونچا عمرو جانیکو تو گیا مگر حیران ہوا کہ قلعہ کیونکر لیجیے اُسمیں کیونکر دخل کیجیے لڑئیے تو یہ قلعہ ہاتھ نہ آویگا یوں تو اسمیں کوئی مداخلت نہ پاویگا عمرو تو نے بڑی نادانی کی کہ بے قلعہ لیے کوچک و بزرگ کو اپنے ہمراہ لیکر اس قلعہ کی راہ لی اگر ابھی ہرمز و فرامرز فوج لیکر آپہونچتے ہیں تو بڑی قباحت ہوتی ہے سب قتل ہوتے ہیں بڑی قیامت ہوتی ہے بہر حال کچھ عیاری کیا چاہیے اس قلعہ کو کسی تدبیر سے لیا چاہیے فکر کرتے کرتے یہ عیاری خیال میں آئی چار سو صندوقوں میں چار سو پہلوان مسلح کر کے بند کیے اور آپ سوداگر بن کے دو عیار بچوں کو لونڈیوں کی صورت بنا کر صندوقوں کو اونٹوں پر لاد کے قلعہ کے نیچے جا اُترا قلعہ والوں نے فصیلوں پر سے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کیا کام ہے اور کیا چیز لائے ہو بولا کہ میں سوداگر ہوں **نوشیرواں** نے مجھ کو اسباب خریدنے کے واسطے ظلمات بھیجا تھا سو میں لیکر آیا ہوں نئے نئے طرح کا اسباب لایا ہوں کہ آج تک کسی نے ایسا دیکھنہ پایا ہوگا کبھی کوئی سوداگر ایسا اسباب نہ لایا ہوگا یہ خبر **جمشید شاہ** تلوا الجبر کو پہونچی اُسنے **ہامان** نام اپنے وزیر کو بھیجا کہ دیکھو تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے کیا کیا چیز لایا ہے **ہامان** نے **عمرو** کے خیمے پر آ کے نوکروں سے کہا کہ اپنے مالک کو خبر دو اُس سے جلد جا کر کہو کہ بادشاہ کا وزیر آپکی ملاقات کو آیا ہے تم کو بادشاہ نے بلایا ہے **عمرو** نے سنکر کہا کہ کہدو آرام میں ہیں اسوقت آنیکی فرصت نہیں ہے مصلحت وقت نہیں ہے وزیر بیچارہ دو گھڑی تک کھڑا رہا آخر ناچار ہو کر کہا کہ اچھا اسوقت میں جاتا ہوں پھر آؤنگا جب **عمرو** نے سنا کہ وہ جاتا ہے تب کہلا بھیجا کہ ٹھہریے اب جاگے ہیں بارے ایک ساعت کے بعد **عمرو** نے اُسکو خیمہ میں بلایا وہ بہت ادب سے پیش آیا **ہامان** نے دیکھا کہ ایک پیر نورانی صورت مسند پر بیٹھا ہوا ہے اور موم کی کافوری بتیاں روبرو روشن ہیں اور اشخاص با لیاقت پاس اُسکے حلقہ زن ہیں **ہامان** نے سلام کیا چونکہ **عمرو** پہلے سے حسب و نسب وزیر کا دریافت کر چکا تھا **عمرو** نے سلام کا جواب دیکر پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا نام ہے **ہامان** نے کہا کہ میں **جمشید شاہ** کا وزیر ہوں ہر کام میں اُسکا مشیر ہوں اور نام میرا **ہامان** ہے **عمرو** نے پوچھا کیا تو **رحمان** کا بیٹا ہے **ہامان** بولا کہ جی ہاں **رحمان** کا بیٹا ہوں پوچھا وہ کہاں ہے **ہامان** نے کہا کہ انھوں نے انتقال کیا اور والدہ صاحبہ نے بھی رحلت کی دونوں نے ملک عدم کی راہ لی **عمرو** نے ہائے بھائی کہہ کے عمامہ سر کا زمین پر پھینکدیا اور اُسکے دکھانیکو بہت گریہ و بکا کیا اور کہنے لگا کہ حیف صد حیف پھر بھائی کا دیدار نہ ہوا خنجر کھینچکر بولا کہ میں بھی اب جی کر کیا کرونگا ابھی مرونگا **ہامان** نے **عمرو** کا ہاتھ پکڑ لیا اور تسکین دیکر پوچھا کہ آپکا نام کیا ہے **عمرو** بولا کہ **خواجہ شہپال بن کربل بن طویل ظلماتی** میرا نام ہے اور اے فرزند تو انھیں دنوں میں پیدا ہوا تھا کہ **نوشیرواں** نے مجھے اسباب خریدنے کو ظلمات بھیجا اب جو پھرا تو بھائی کی سنائی سنی **ہامان** نے کہا کہ قضا سے کسکو چارہ ہے شدنی جو تھی سو ہوئی

صبر کیجیے اس غم کو ناچار اٹھائیے اور اپنے اوپر جبر کیجیے اور قلعہ میں چل کر استراحت فرمائیے میرے ہمراہ آئیے عمرو اُسکے ہمراہ ہوا اور آدمیوں سے کہا کہ مال و اثقال کو قلعہ میں لے آؤ سب اسباب یہاں سے اُٹھاؤ اثنائے راہ میں ہامان نے پوچھا کہ آپ کیا کیا ظلمات سے لائے ہیں عمرو نے کہا کہ اکثر وہاں کا تحائف ہے مگر دو لونڈیاں ایسی خوبصورت لایا ہوں کہ جوت اُنکے رخسار کی ماہ و خورشید کو شرمندہ کرتی ہے ہامان نے کہا کہ ہمارا بادشاہ بھی بہت عاشق مزاج ہے اگر اُن لونڈیوں کو اُسے دیدیجیے تو کمال خوش ہوگا اور آپ کو بہت کچھ دیگا عمرو نے قلعہ میں اُترکے دونوں عیار بچوں کو محافے میں بٹھلا کے ہامان کے پاس بھیجا اور کچھ تحفہ بھی اُنکے ساتھ کیا ہامان اُنکو خوشی خوشی اپنے بادشاہ کے پاس لیگیا بادشاہ اُنکو دیکھکر نہایت خوش ہوا اُسیوقت شراب طلب کی اور اُنھیں عیار بچوں کے ہاتھ سے پینے لگا اُنھوں نے داروے بیہوشی ملاکر چند جام پلائے تھے کہ جمشید بیہوش ہو گیا عیاروں نے صندوقوں کو کھول کے پہلوانونکو نکالا سب دلاور جوانونکو نکالا اور اُسیوقت ہامان کو زندہ پکڑ کے قلعگیوں کو قتل کرنا شروع کیا قلعگیوں نے امان چاہی اپنی حفاظت جان چاہی عمرو نے کہا جو کوئی مسلمان ہووے اُسکو امان دو اُسکو پھر قتل نکرو سبھوں نے اسلام قبول کیا جمشید کو بھی ہوش میں لاکر عمرو نے مسلمان کیا ہلاک ہونے سے اطمینان دیا ہامان نے دیکھا کہ بادشاہ ملک مسلمان ہوا اُسنے بھی اسلام قبول کیا عمرو صبح ہوتے ہی اپنی وضع پر قلعہ کو آراستہ کرکے باطمینان تمام حسب دستور قلعہ بند دروازہ برنگیرہ کھینچکر بیٹھا بادشاہوں کی طرح باشوکت و حشمت و باکمال کروفر بیٹھا عمرو کے آنے کے بعد ہرمز و فرامرز کو معلوم ہوا کہ عمرو قلعہ دیو ود سے قلعہ تلو البحر میں گیا سب قلعہ والونکو مسلمان کر کے سب طرح سے تسلط کیا بادشاہ کو اطلاعی عرضی بھیجکر مع لشکر تلو البحر پر آئے سب فوج نے وہیں پر خیمے لگائے اور قلعہ کی زد سے بچکر اتر پڑے اب ذرا نوشیرواں کا حال سنیے دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہرمز و فرامرز کی عرضی پہونچی عرضی کے مضمون سے مطلع ہوکر سر دھننے لگا اور کہا یارو کوئی تدبیر ایسی نہیں ہوتی کہ یہ سارہان زادہ گرفتار ہو یا مارا جائے کہ ہم سب کی خاطر اس مفسد کے فساد سے اطمینان پائے بختک نے کہا کہ میرا کہنا تو آپ مانتے نہیں نیک و بد پہچانتے نہیں بزرجمہر کے کہنے پر عمل کرتے ہیں اسی سبب سے حصول مقصود میں خلل کرتے ہیں وہ مذہب کے تعصب سے آپکو خراب کریگا آپکی سلطنت کو بے آب و تاب کریگا حمزہ قاف میں کب کا مارا گیا مگر بزرجمہر کے جلانے سے جیتا ہے اچھا آپکے روبرو بزرجمہر قرعہ پھینکے اور میں بھی قرعہ پھینکوں دیکھیے تو کون سچا ہے کس کا عمل اچھا ہے بادشاہ نے کہا یہ بات تو اچھی کہی اُسیوقت بزرجمہر سے اور بختک سے اپنے روبرو قرعہ پھنکوا کر دونوں سے حکم لکھوایا قضا کار جسوقت یہاں قرعہ پھینکا گیا اُسوقت رخ نامے جانور نے امیر کو دو سو کوس کی اونچائی سے بحر اخضر میں پھینکا تھا بختک نے احکام میں لکھا کہ امیر کو ایک جانور نے دو سو کوس کی اونچائی سے دریا میں پھینکدیا ہے اُسکو دریاے خونخوار میں غرق کیا ہے اور بزرجمہر نے احکام میں لکھا کہ امیر کوئی دنمیں آپہونچتے ہیں اس ملک میں خیر و عافیت سے بفضل خدا سب سے آکر ملتے ہیں پہلے بختک کا احکام پڑھا گیا بادشاہ نے بزرجمہر کیطرف دیکھا بزرجمہر نے کہا فی الحقیقت ایک جانور نے امیر کو بحر اخضر میں پھینکدیا تھا لیکن خواجہ خضر و حضرت الیاس نے اپنے ہاتھوں پر لیلیا بزرجمہر کا جو احکام پڑھا گیا بادشاہ نے بختک کیطرف

دیکھا وہ بولا کہ حمزہ ہے کہاں کہ اس ملک میں آویگا اور پھر دنیا کو دیکھنے پاویگا حضور کا قیاس چاہتا ہے کہ آدمی دس سو کوس کی بلندی سے گر کے جیتا رہے عقلمند تو ایسی بات کبھی نہ کہے یہ کہکر بولا کہ قاف تو دور ہے حضور ایک گابھن مادہ گاؤ منگوا دیں اُسکے لانیکا جلد حکم فرما دیں میں کچھ قرعہ پھینک کر اُسکا رنگ بتلاؤں اور خواجہ بزرجمہر بھی بتلاویں ہمارے اُنکے جو ہنر ابھی کھلجاویں بعد ازاں اُسکا پیٹ چاک کر کے بچہ دیکھا جائے کہ ہمارا اور اُنکا کلام تصدیق پائے مگر اسمیں شرط یہ ہے کہ اگر بزرجمہر کا حکم درست نکلے تو مجھکو بزرجمہر کے حوالہ کیجیے جو اُنکا جی چاہے سو مجھکو کریں چاہے جان سے ماریں خواہ اپنی خدمتمیں لیں اور اگر میرا حکم صحیح ہو تو بزرجمہر میرے حوالہ ہوں میں جو چاہوں سو اُنکے حق میں کروں چاہے عزت سے رکھوں یا ذلت دوں بادشاہ نے بزرجمہر سے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے بزرجمہر نے کہا اچھا کہتا ہے میں بھی مقابلے کو حاضر ہوں اُسی دم گابھن گائے منگوائی گئی بختک نے قرعہ پھینک کر کہا کہ اسکے بچے کا رنگ سیاہ ہے اور پیشانی سفید ہے یہ کلام میرا راست ہوگا مجھکو امید ہے اور بزرجمہر نے کہا کہ فی الحقیقت رنگ اُسکا سیاہ ہے مگر پیشانی بھی کالی ہے یہ تجویز تیری جھوٹ سے خالی ہے چاروں پاؤں سفید البتہ ہیں گائے کا پیٹ چاک کر کے بچہ جو نکالا گیا اور خوب بغور دیکھا بھالا گیا اتفاقاً اسکی پیشانی پر جھلی آگئی تھی کہ ظاہر میں سفیدی اُسپر چھا گئی تھی اُسکو سبھوں نے سفیدی سمجھ کر کہا کہ شرط بختک جیتا اور بزرجمہر ہارا دیکھو بختک نے اُسے مار اُتارا بختک نے بزرجمہر کو اپنے گھر لیجا کر چاہا کہ قتل کرے جوروں نے اسکی منع کیا کہ ہرگز ہرگز بزرجمہر کو نہ مارنا نہیں تو بچتائیگا تیرے اوپر غضب خدا آئیگا بختک بھی کچھ سوچ کے بزرجمہر کے قتل کرنیسے باز رہا لیکن کور باطن نے ازراہ بدذاتی نیل کی سلائیاں بزرجمہر کی آنکھوں میں پھیر دیں اُسکی آنکھیں اندھی کیں اتفاقاً سعد زریں ترکش واسعد زریں ترکش نوشیرواں کے بھلنجے ملازمت کیواسطے آئے اُس گائے کے بچے کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے یہ بچہ کیسا ہے اور کیا معاملہ ہے بادشاہ نے تمام کیفیت بیان کی اُنکو اس تمام گفتگو اور بحث سے اطلاع دی سعد زریں ترکش نے خنجر کی نوک سے اُسکی پیشانی کی جھلی جو دور کی سبھوں نے دیکھا کہ پیشانی اُسکی سیاہ ہے سفیدی کا ایک نقطہ بھی نہیں ہے قول بزرجمہر کا صداقت کے قرین ہے بادشاہ نے اُسی دم بختک کو بلا کر اُس بچے کو دکھلا کے فرمایا کہ تو شرط ہارا اور بزرجمہر جیتا ابھی بزرجمہر کو بلاؤ جلد اُسکو میرے سامنے لاؤ بختک بولا کہ میں نے بزرجمہر کو اندھا کر دیا ہے اپنی شرط کے موافق اسکو نابینا کیا ہے بادشاہ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کے کہا کہ اے کور باطن یہ کیا غضب کیا تو نے ایسے شخص کو ایسا صدمہ دیا بختک کو تو ستون بارگاہ میں بندھوا کر اتنی جوتیاں لگوائیں کہ تمام بدن اُسکا کٹ کر ٹکڑے والوں کے کام کا ہو گیا تمام بدن چکنا چور ہوا اُٹھنے سے معذور ہوا اور خود سوار ہو کے بختک کے گھر سے بزرجمہر کو لے آئے بہت سی معذرت پیش لائے اور کہا کہ خواجہ تمہیں جیتے مگر شدنی یوں ہی تھی اسواسطے اسوقت دھوکا ہوا اب جو سزا کہو بختک کو دیجائے اس نالائق کو سزا کیجائے خواجہ نے کہا کہ اسکو سزا دینا کچھ ضرور نہیں ہے مجھکو اس سے انتقام لینا منظور نہیں ہے میری قسمت میں یہی لکھا تھا جو ہوا حکم الٰہی سے کچھ چارا نہیں ہے قضا و قدر میں دم مارنیکا یارا نہیں ہے صاحبقران جب آوینگے ایک درخت کے دو پتے لیتے آوینگے اُن پتوں کے عرق سے آنکھیں میری اچھی ہو جاوینگی

بسر ہستو آنکھیں میری روشنی پاوینگی بالفعل مجھکو رخصت دیجئے کہ میں بصرے میں تا آنے حمزہ کے بسر کرونگا وہیں چند روز رہونگا اور یاد رہے میں نے ستر برس تک آپکی حرمت بچائی میری تدبیر سے آپکے اوپر کوئی آفت نہ آئی اب دیکھیے کہ کیا ہوتا ہے یقیناً ان نمکحراموں کج فہم کے مشورے سے عمرو کے ہاتھوں آپ ذلیل و خوار ہونگے سب کے نزدیک بے اعتبار ہونگے اور حمزہ جسدن آویگا پہلے سرشاہان مشرق آپکے پاس آوینگے اور اسکے دوسرے دن ایک گھوڑا آپکے لشکر پر پہنچیگا بعدہ اور اسکی صبح کو حمزہ آپ کو شکست فاش دیگا تم کو بہت ذلیل کریگا بزرجمہر یہ کہکر بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آئے اور گھر سے بصرے کیطرف روانہ ہوے بختک جو جوتیاں کھا کے بیہوش ہوگیا تھا بادشاہ نے اسکو جلوخانے میں پھنکوا دیا اس حرکت کے بدلے اسکا یہ حال کیا ہرگاہ اُس کو ہوش آیا تو جلوخانے سے اٹھ کر اپنے گھر گیا ہرگاہ تندرست ہوا پھر دربار میں حاضر ہوا تو نوشیرواں نے بختک کو دیکھ کر کہا کہ اس بیحیا کو کس نے دربار میں بار دیا حاضرین نے شفاعت کی چند روز تک تو وہ بیحزر و ناعاقبت اندیش چپ رہا بعد ازاں پھر بادشاہ کو عمرو کی مہم پر جانیکی ترغیب دی پھر ان سے لڑنے کی تحریک کی آخر شدہ شدہ بادشاہ کے بھی دل میں آیا کہ بختک سچ کہتا ہے میرے بغیر گئے یہ مہم سر نہ ہوگی کئی لاکھ سوار و پیدل ساتھ لے کر قلعہ تلوا بحر کی طرف روانہ ہوے جب متصل پہنچے ہرمز و فرامرز و قروین و بیحن و بختیارک نے استقبال کر کے بادشاہ کو خیمہ گاہ میں داخل کیا اُن کے آنے سے سب نے اطمینان حاصل کیا شب کو سر محفل بادشاہ نے ارشاد فرمایا اور بکمال طنز و طعنہ سے سب کو سنایا کہ اتنے دنوں سے یہ لوگ یہاں ہیں مگر اب تک ایک پیادے کو نہ پکڑ سکے ادنے سپاہی سے نہ لڑ سکے اب دیکھو کہ میں کسطرح سے اسکو گرفتار اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہوں کیسے کیسے اُن کے جوانوں کو اور پہلوانوں کو قتل کرتا ہوں سب یک منہ ہو کر بولے کہ ہم لوگوں میں اور حضور میں پانچا میس کا تفاوت ہے آپکے سامنے ہم لوگوں کی بھلا کیا حقیقت ہے بارے رات کی رات تو بادشاہ نے آرام کیا سارے لشکر کو لڑنے میں مستعد ہونے کا حکم دیا صبح کو اٹھ کر بعد فراغ ضرورت فوج لیکر سوار ہوے جنگ و جدال پر تیار ہوے اور قلعہ کو تہا جا کر دیکھنے لگے سب اطراف قلعہ کے شیشہ لگا کر دیکھنے لگے عمرو شامیانہ اطلس چینی کے نیچے کرسی جواہر نگار پر بیٹھا ہوا تھا اور سرداران و شہریاران و پہلوان گردن کش پشت پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے جنکے لباس اور ہتھیاروں میں جواہرات بے بہا جڑے تھے اور مورچوں پر جابجا سردار قائم تھے اپنی اپنی خدمت پر سب نقیب و چوبدار قائم تھے عمرو نے کمان ہاتھ میں اٹھا کر بادشاہ کیطرف قلاب دیکر کہا کہ او آتش پرست تو آیا تو اپنے پاؤں سے ہے مگر بھاگے گا کسکے پاؤں سے دیکھ تو تیری کیسی گت بناتا ہوں کیسی بلا تیرے سر پر لاتا ہوں تو تو میں عمرو کہ تجھ کو چھٹی کا دودھ یاد دلاؤں بادشاہ عمرو کی یہ تقریر سنکر کانپ گیا اور بختک سے کہنے لگا سنتا ہے عمرو کیا کہتا ہے اُس بیحیا نے کہا کہ دور سے جو چاہے سو کہہ لے کہ زبان اسکی اُسکے منہ میں ہے مگر کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے بیہودہ بکتا ہے فوج کو حکم دیجیے کہ قلعے پر حملہ کرے بادشاہ نے لشکر کو حکم دیا کہ ہاں حملہ کر کے قلعہ لے لو اے بہادرو ذرا جرأت اور

دلاوری کرو فوج نے گھوڑوں کی باگ لی ہرگاہ قلعہ کی زد پر پہونچے قلعہ پر سے ضربیں چلنے لگیں آناً فاناً میں ہزاروں جوان
بادشاہ کے لشکر کا مارا گیا اور فوج نے گھونگھٹ کھایا ایک کا دوسرے نے ساتھ نہ دیا بادشاہ اکیلے کیا کرتے آپ بھی فوج
کے پیچھے خیمہ گاہ پر آئے بختک نے کہا کہیں اس طرح سے بھی قلعے ہاتھ آتے ہیں ناحق ناحق ہزار جوان بھی قتل کرائے اور آپ
بھی شکست کی بدنامی اٹھائی اور اسیر ظفر نہ پائی نوشیرواں نے کہا کہ اے مردک بدذات تو ہی نے کہا تھا کہ فوج سے
حملہ کر نیکو فرمائیے قلعہ کے لے لینے کی تدبیر کیجئے بولا کہ سچ ہے میں بھول گیا تھا بہر حال جو ہوا سو اچھا ہوا اگر ہزار آدمی مارے گئے
تو مارے گئے عمرو کو تو معلوم ہوا کہ حضور لڑینگے ارادہ پر آئے ہیں جمعیت کثیر اپنے ساتھ لائے ہیں نوشیرواں نے کہا کیا حرامزادہ
ہے کبھی کچھ کہتا ہے کبھی کچھ کہتا ہے ایک بات پر قائم نہیں رہتا ہے اب ذرا عمرو کا حال سنیے اپنے سرداران لشکر سے
کہا کہ قلعہ سے تم خبردار رہنا یہاں سب کاروبار سے ہوشیار رہنا میں ذرا نوشیرواں کو گوشمالی دے آؤں ذرا اسکو اپنی
چالاکی دکھاؤں یہ کہکر لباس شاہانہ اُتار کسوت عیاری اپنے بدن پر درست کر کے ایک نٹ کی صورت بن ابو سعید لنگری
اور ابا سعید خرقہ پوش کو کہ فن عیاری میں عمرو کے شاگرد رشید ہیں خوبصورت خوبصورت عورتیں بنا قلعہ سے باہر
نکل ایک چھوٹا سا ڈھول اپنے گلے میں ڈال نوشیرواں کے خیمے کے متصل ایک گلی تان کر ڈھول بجانے اور عیار بچوں کو
نچوانے گوانے لگا تھوڑی سی دیر میں بہت سی خلقت جمع ہوگئی اُس تماشاگاہ میں بڑا اژدحام ہوا ایک ساعت میں ہجوم عام
ہوا اتفاقاً ژوبین و بہچین سوار چلے آتے تھے وہ بھی بھیڑ دیکھ کر اسطرف کو گئے کہ دیکھیں یہ کیا تماشا ہے کیسا جماؤ لگا ہے عیار
بچوں نے جو ان سے آنکھیں لڑا کر بھاؤ بتیاں لیکر ناز و غمزہ کرنا اور اپنی چھب تختی دکھانا شروع کیا اور عشوہ کرشمہ معشوقانہ
سے انکے دل کا لبھانا شروع کیا تو دونوں کے دونوں لٹو ہوئے ژوبین نے سرخ پوش کو پسند کیا اور بہچین نے سبز پوش کو پھر
باہمدگر صلاح کر کے بادشاہ سے انکے گانے بجانے کی تعریف کی اور حسن و جمال کا حال بیان کیا کہ بے اختیار بادشاہ نے مشتاق
ہو کر انکو طلب کیا انکے لانیکا بہت تاکید سے حکم دیا عمرو نے اُسدن ایسا ڈھول بجایا اور عیار بچوں نے اس لطف سے گایا
کہ چھوٹا بڑا محو ہو گیا نوشیرواں نے اس محویت کے عالم میں انھیں عیار بچوں کو ساقی گری کا حکم دیا سب نے جام شراب انھیں کے
ہاتھ سے پیا دو ساعت کے بعد ایک سرے سے سبکی آنکھوں میں سرسوں پھولنے لگی عجائبات بیہوشی دیکھنے لگے آخر یہانتک
نوبت پہونچی کہ سب کے سب بالاتفاق یہ کہکر اپنی اپنی نشستگاہ سے کودے کہ یارو غوطے لگاؤ دل کھول کے خوشی سے نہاؤ
دریا جوش پر ہے پھر تو خموشی کے قفل اُن کے باب دہن میں لگ گئے کہ پھر کسی کے منھ سے آواز نہ نکلی ایسے خاموش ہوئے
بالکل بیہوش ہوئے عمرو نے باہر نکل کے شاگرد پیشہ کو بھی بیہوش کیا اور لگا دست درازی کرنے جہانتک اسباب خیموں میں تھا
فرش تک اُٹھا کے نذر زنبیل کیا سب اپنی چالاکی سے لے لیا اور نوشیرواں کی ڈاڑھی مونچھیں مونڈ کے ہاتھ پاؤں تو نیل سے
رنگے اور منھ کالا کر کے چونے کے ٹیکے دیئے اُسکے ساتھ یہ شعبدے کیے اور بختک اور بختیارک کی ڈاڑھی مونچھیں مونڈ کر سات
سات چوٹیاں سر پر رکھیں اور بختیارک کے سر میں سیندور بھر کے ٹانگیں اسکی بختک کی کمر سے باندھ دیں اور ژوبین و بہچین

کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا الغرض سب شخصوں کے ساتھ جو وہاں موجود تھے بقدر رتبہ حال کے گرد باغ ذلت دیا اور شاہزادوں کو بھی برہنہ کر کے بہ فت رنگی ٹیکے دیے اور جتنے سردار کرسی نشین تھے سب کی ایسی ہی گت بنائی قصہ مختصر کسی نے اُسکے دست حیلہ ساز سے نجات نہ پائی اور ایک کاغذ اس مضمون کا کہ اے گبر والتسی موجھونکا خراج بھیجنے کے میرے پاس بھیجیا کر جو میں ارشاد کرتا ہوں وہ ہمیشہ کیا نہیں تو ایک بال رکھتے نہیں پائیگا اسیطرح سے ہمیشہ ذلت و خواری اُٹھائیگا اور معلوم ہو کہ تجھ کو میں نے صاحبقران کی خاطر سے کہ اُسکا تو خُسر ہے تجھ کو جان سے نہیں مارا اسیقدر خدشگذاری کی تیری جان نہ لی لکھ کر نوشیرواں کے گلے میں باندھ دیا اور آپ مع ہمراہ عیار قلعہ میں داخل ہوا جب صبح ہوئی بیہوشوں کو ہوش آیا ہر بدمست نے غفلت سے سر اُٹھایا بے تکلف ایک دوسرے کی صورت دیکھ کر ہنستا تھا اور اپنی خبر ہی نہ تھی کہ ہماری صورتونکا کیا حال ہے شیطان دیکھ کر لاحول پڑھتے ایسا جمال ہے نوشیرواں جو جاگا آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر نہایت پشیمان ہوا اسکی حالت دیکھ کر سخت حیران ہوا رقعہ گلے سے جو کھولکر پڑھا تو معلوم ہوا کہ عمرو نے یہ گت بنائی یہ آفت اُسکے ہاتھ سے سب کے سر پر آئی حمام کر پوشاک بدل تخت پر بیٹھ بختک کو طلب فرمایا سر دربار مشکیں بندھوائیں اور یہانتک جوتیاں لگوائیں کہ بیہوش ہوگیا سر اُسکا پاپوش ہوگیا شاہزادے اور سردار فوج جو شفاعت کرنے لگے نوشیرواں نے ایک کا کہنا نہ مانا فرمایا کہ میری بیحرمتی اور ذلت عمرو کے ہاتھوں اس گردن زدنی نے کروائی حیف صد حیف کہ بزرجمہر کا کہتا میں نے نہ مانا ہرگز اپنا نیک و بد نہ پہچانا نہیں تو آج یہ خواری میری نہ ہوتی آخر لوگوں کے کہنے سے اُسکو جلوخانے میں ڈلوادیا بڑی تذلیل سے اُسکو قید کیا اور ایک نامہ صابر نمد پوش کے ہاتھ ہامان شاہ کے پاس بھیجا کہ اے ہامان شاہ عمرو بڑا ہی مفتری ہے اس سے غافل نہ رہنا اور قلعہ کو اپنے کسی رفیق کو کہ بہت ہوشیار ہو بخوبی اونچ نیچ سمجھا کر سونپ کے جلد میرے پاس آ بس اسیقدر مضمون لکھ کر نامہ بر کو اُسکی طرف بہ تعجیل روانہ کیا اور دوسرا نامہ سماوا عیار کے ہاتھ شیر شاہ بادشاہ قیروان مغرب کے نام روانہ کیا جو کچھ اُسمیں لکھا وہی اسمیں لکھا تھا مضمون دونوں ناموں کا ایک ہی تھا خلاصہ کلام پہلے صابر نمد پوش ہامان شاہ کے پاس پہونچا اور نامہ کا جواب لیکر جلد تر نوشیرواں کی خدمت میں حاضر ہوا ہامان شاہ نے جواب میں لکھا کہ عمرو تو کیا مال ہے فرشتہ بھی اگر آدے تو قلعہ میں آنے نہ پاوے اور میں بھی عنقریب شاہنشاہ کی خدمت میں مع فوج پہونچتا ہوں آپ اپنی خاطر جمع فرمائیے کچھ تردد اور اندیشہ اپنے دلمیں نہ لائیے سماوا جو شیر شاہ کے پاس نامہ لیکر گیا اُسنے بھی ایسا ہی کچھ نوشیرواں کو جواب لکھا کمال ادب و تعظیم سے جواب باصواب لکھا اور چلتے وقت سماوا سے کہنے لگا کہ میں ایک بات تجھ سے کہوں اگر تو کسی کے روبرو نہ دُہرائے زنہار زنہار کسی کے سامنے اپنی زبان پر نہ لائے بشرطیکہ تدبیر بھی اس امر کی کرے جو میں کہوں اُسی پر قدم دھرے سماوا نے قبول کیا شیر شاہ نے کہا کہ مدت ہوئی میں نے مہر نگار کی تصویر دیکھی تھی جب سے میں اُسپر عاشق ہوں اُسکے دیدار کا شائق ہوں اگر کسی تدبیر سے مہر نگار کو مجھے لادے اپنی چالاکی سے اُسکو مجھ تک پہونچادے تو میں نصف سلطنت اپنی تجھ کو دوں آدھی مملکت کا تجھ کو حاکم کر دوں سماوا نے کہا کہ میں زبانی نہیں مانتا میں پہچان جنیں نہیں جانتا آپ مجھے لکھدیجیے اور

خدا کو درمیان دیکر مجھ سے عہد و پیمان کیجیے تو البتہ میں جان جوکھوں کروں اس کام کے کرنے میں مشغول ہوں خواہ جیوں یا مروں شیر شاہ نے اُسی دم ایک قرار نامہ لکھ کر سماوا کے ہاتھ میں دیا اُسکے کہنے کے موافق اُس سے قول و قرار کیا سماوا وہاں سے آتے ہی قلعہ کے گرد پھر کر جانیکا راستہ تاکنے لگا قلعہ کے اطراف جھانکنے لگا خشکی کیطرف تو ٹھکانا نہ لگا ایک کشتی پر سوار ہو کے بھاگ پر گیا برجوں پر مورچے والوں کو ہوشیار پایا سب نگاہبانوں اور سپاہیوں کو ہر طرح سے خبردار پایا پھرتے پھرتے ایک برج سنسان معلوم ہوا سماوا نے ایک ڈھیلا اُس برج پر پھینکا جواب نہ پایا اُدھر سے ایک کنکر بھی نہ آیا سمجھا کہ اس برج پر یا تو کوئی نہیں ہے یا سب سوتے ہیں کمند پھینک کر برج پر گیا اور اسی برج کی سیڑھیوں سے نیچے اترا رات تو ایک گوشے میں بیٹھ کر کاٹی صبح کو ادھر اُدھر رہنے کا ٹھکانا ڈھونڈھنے لگا جب کہیں ٹھہرنیکا ٹھکانا نہ دیکھا حمام میں گیا اور ایک کونے میں بیٹھ کر نہانے لگا اُسمیں تنہا بیٹھ کر تدبیر لگانے لگا تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ ملبل مطبخی مہرنگار کا پہونچا چونکہ یہ مرد بظاہر میں مسلمان اور باطن میں بت پرست تھا نشہ کفر سے سرمست تھا اسی حمام میں جا کر ہر روز بت پرستی کرتا تھا اُس دن غسل کر کے پرستش کرنے لگا سماوا نے سامنے آکر صاحب سلامت کی خلیفہ ملبل کے طائر ہوش اُڑ گئے کہ اگر یہ شخص عمرو سے کہدیگا تو عمرو گردن مروڑ ڈالیگا میرا بھیجا سر سے نکالیگا اُس سے باآشتی و تملق باتیں کرنے لگا سماوا نے پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے اس سرکار میں کس خدمت پر مامور ہو اُسنے کہا کہ میں مہرنگار کا خاص پز ہوں لیکن بھائی برائے خدا میری پرستش کا حال کسی سے نہ کہنا اس مقدمہ میں خاموش رہنا سماوا بولا کہ تم خاطر جمع رکھو میں تمھاری سرکار سے متعلق نہیں ہوں میں نوشیرواں کا عیار ہوں سب عیاروں کا سردار ہوں مہرنگار کے لیجانے کیواسطے آیا ہوں بہت تحفے عجیب و غریب لایا ہوں اگر خلیفہ صاحب آپ مدد کریں تو یہ مشکل آسان ہوتی ہے میری طبیعت آپکی مہربانی سے شادمان ہوتی ہے خلیفہ ملبل نے کہا کہ میں ہمیشہ لات و منات سے عرض کیا کرتا ہوں اُنکے پاؤں پر سر دھرتا ہوں کہ کسیطرح مہرنگار نوشیرواں تک پہونچے سو لات و منات نے میری دعا کو مستجاب کیا کہ تم کو اس ارادے پر بھیجا آؤ باورچیخانے میں میرے ساتھ چلو وہاں کی خوب سیر کرو سماوا خوش خوش باورچیخانے میں گیا اور ہر قسم کے کھانے میں دارو بےہوشی ملائی اُسنے اپنی کارسازی سے فرصت پائی جب مہرنگار نے خاصہ تناول فرمایا ہر کس و ناکس نے بھی حسب معمول محل میں کھایا وہ سب کھانا سب کے کھانے میں آیا مگر اُسدن حسب اتفاق عمرو نے کھانا نہیں کھایا اور محل میں بھی نہیں گیا دو گھڑی کے بعد محل میں سب بےہوش ہو گئے اُس دوا کی تاثیر سے مدہوش ہو گئے سماوا نے مہرنگار کا پشتارہ باندھ کر خلیفہ ملبل کو اپنے ساتھ لیا اور جس راہ سے آیا تھا اُسی راہ سے چلدیا جب نوشیرواں کے خیمے کو چھوڑ کر صحرا کیطرف چلا خلیفہ ملبل نے پوچھا کہ ادھر کہاں جاتا ہے سماوا نے کہا شیر شاہ نے مجھ سے مہرنگار کو طلب کیا تھا اُسکے پاس لیے جاتا ہوں اُسکو اُسکے پاس پہونچاتا ہوں خلیفہ ملبل بولا کہ یہ تو کبھی نہ ہوگا تو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نوشیرواں کے پاس لیجاؤنگا اُنکے محل میں لیجا کر بٹھاؤنگا اور اب غیر شخص کے پاس لیے جاتا ہے اس حرکت پر تیری مجھے غصہ آتا ہے دونوں کے بایکدیگر تکرار ہونے لگی آپسمیں جوتی پیزار ہونے لگی سماوا نے ایک خنجر خلیفہ ملبل کی گردن میں ایسا مارا کہ روح اُسکی قفس عنصری سے پرواز کر گئی خنجر کی دھار اُسکے گلے سے گذر گئی اور آپ

قیران مغرب کیطرف چلتا ہوا اب عمرو کا حال سنیے بیخبر پڑا سوتا تھا کہ امیر نے خواب میں فرمایا خفا ہوکر یہ سخن سنایا کہ کیوں عمرو یہی نگہبانی کرتے ہو مہر نگار کو تو بتاؤ کہ کہاں ہے کیا ہوئی تجھ کو خبر نہیں وہ ایک بلا میں گرفتار ہوئی عمرو خواب سے چونک پڑا ہڑبڑا کے محل میں گیا دیکھے تو مہر نگار کا پلنگ خالی ہے ادھر اُدھر ڈھونڈھ کر فصیلوں اور برجوں پر دیکھا کہ ایک برج پر کمند نظر آئی اُسکو دیکھ کر اُسکی طبیعت گھبرائی جھٹ پٹ سلاح عیاری بدن سے لگا کر اسی کمند پر سے نیچے اُتر کے قدم بقدم رکھتا ہوا چلا اثناء راہ میں خلیفہ ملبل کو مقتول پایا اُسکی لاش کو دیکھ کر اُسکے ذہن میں آیا معلوم کیا کہ حریف اس سے ملکہ مہر نگار کو لیگیا وہ راہ چھوڑ کے دوسرے راستے سے آگے جا کر ایک درخت کے سایہ میں مرگ چھالا بچھا کر بیٹھا فقیر کی صورت بنا کر بیٹھا اور ایک گھڑا پانی رکھ کے الاؤ سلگا کر مدار یا حقہ اپنے سامنے رکھ لیا ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سماوا پشتارہ لیکر پہونچا فقیر کا تکیہ سمجھ کر ستانیکو بیٹھ گیا عمرو سے کہنے لگا کہ شاہ صاحب پیاسا ہوں تھوڑا پانی پلاؤ ثواب کماؤ عمرو نے کہا بابا گھڑا پانی کا سامنے رکھا ہوا ہے انڈیل کر پی لو سماوا نے چاہا کہ گھڑے سے پانی اُنڈیلے کہ دفعۃً اُسکا دل کانپا پانی کو جو دیکھا دارو بیہوشی اُسمیں ملی پائی وہ بھی تو عیار تھا دوا کی تاثیر اُسکو پانی میں نظر آئی تیبر ابدلکر بولا کہ او سار بان زادے مجھ سے دغا بازی کرتا ہے میں تیرے دم میں کب آتا ہوں تجھ سے میں بھلا اب دھوکا کھاتا ہوں آخر میں بھی عیار ہوں اس کام میں خوب ہوشیار ہوں یہ کہکر عمرو کے سامنے سے بھاگا عمرو خنجر نکالکر اُسکے پیچھے دوڑا اور ایک پھلانگ مار کے اُسکے آگے نکلگیا اُسنے بھی پشتارہ کو زمین پر رکھ کر خنجر نکال کے سامنا کیا دونوں میں خنجر بازی ہونے لگی عمرو نے کمند کمر سے نکالکے حلقہ کمند کے کشادہ کیے اور للکارا کہ یارو دیکھتے کیا ہو اسکو مار لو اس فریبی مکار کو قتل کرو سماوا نے چاہا کہ اس کے شاگرد آپہونچے پیچھے پھر کے دیکھتا تھا کہ عمرو نے کمند کا حلقہ اُسکی گردن میں ڈالکر کھینچا منھ کے بھل آرہا اوندھے سر زمین پر جا رہا عمرو نے پشتارہ کو کاندھے پر رکھا اُسکی مشکیں باندھ کر اپنے ہمراہ لیا اور آناً فاناً میں قلعہ میں پہونچکر سماوا کو تو قید کیا اور مہر نگار کو محل میں لیجا کر ہوش میں لایا مہر نگار نے دیکھا کہ میں بندھی ہوئی پڑی ہوں عمرو سے پوچھا کہ بابا مجھے کاہے کو باندھا ہے عمرو نے تمام کیفیت بیان کر کے مہر نگار کو کھولدیا اور باہر آنکر سماوا کو دار پر کھینچکر تیر باراں کیا یہ خبر نوشیرواں کو پہونچی نوشیرواں سنکر عمرو کی اس حرکت سے بہت خوش ہوا اُس کو شاباش اور مرحبا کہا اس ماجرے کو شیر شاہ قیروانی نے سنا سر مجلس کہنے لگا کہ نفس الامر میں عمرو صاحب اقبال ہے تب تو ایک مدت سے شاہنشاہ ہفت کشور سے لڑ کر ہمیشہ فتحیاب ہوتا ہے جو اُسکا مقابلہ کرتا ہے وہ ذلیل و خراب ہوتا ہے دل چاہتا ہے کہ میں بھی عمرو سے ملاقات کروں پیران تلے سالار شیر شاہ کا بولا کہ عمرو کی لڑائی فتح کرنا میرا ذمہ ہے میں اسکا بیڑا اُٹھاتا ہوں اور دیکھیے میں کس خوبصورتی سے اُسپر فتح پاتا ہوں آپ شاہنشاہ ہفت کشور کو لکھیں کہ میرے نام سے طبل جنگ بجوائیں نقاروں کی آواز حریفوں کو سنوا دیں کھڑے کھڑے قلعہ لے لونگا دم بھر میں سب کو زیر و زبر کردونگا شیر شاہ قیروانی نے فی الفور ایک عرضی قطران مغربی نامے عیار کے ہاتھ نوشیرواں کی خدمت میں روانہ کی اور اُس میں یہ سب کیفیت لکھی

پہونچنا امیر کا دیو سمندون ہزار دست کے مکان پر اور چھڑانا زہرہ مصری کو اسکی قید سے

راوی لکھتا ہے کہ صاحبقراں آہو کے کباب کھاکر دریاے اخضر سے روانہ ہوے دسویں دن ایک قلعہ کے متصل پہونچے خواجہ آشوب سے کہا کہ تم اس قلعہ میں جاکر خبر تولاؤ کہ آباد ہے یا ویران مالک اسکا کافر ہے یا مسلمان خواجہ آشوب پنا نیچہ ہاتھ میں لیکر قلعہ کے اندر چوگیا قلعہ کو آباد پایا سب کو دلشاد پایا رنج و غم سے آزاد پایا دو رویہ دکانیں کھلی ہوئی تھیں ایک دوکاندار سے پوچھا کہ یہ قلعہ کسکا ہے اسکا کون مالک ہے اور اُسکا کیا نام ہے کیسی حکومت ہے اور کیسا انتظام ہے اُسنے کچھ جواب دیا ہرگز کلام نکیا دوبارہ اُس سے کہا کہ اے عزیز تو بہرا ہے یا گونگا ہے بتاتا کیوں نہیں کہ یہ قلعہ فلانے شخص کا ہے وہ پھر بھی نہ بولا تیسری بار گالی دیکر پوچھا تب بھی جواب پایا چوتھی بار کھسیانا ہوکر ایک ہاتھ نیچہ کا لگایا دوکاندار دو ٹکڑے ہوگیا اُسکا مرنا تھا کہ چاروں طرف سے دوکاندار دوڑے اور خواجہ آشوب کو گھیر لیا اُسکو اپنے حلقہ میں کیا خواجہ آشوب نے امیر کو پکارا کہ ہیبت اللہ دوڑو میری مدد کرو جلد میری خبر لو امیر اسکی آواز سنکر قلعہ میں آئے اور اُن لوگوں سے لڑنے لگے حتی کہ لڑتے لڑتے بادشاہی قلعہ کے دروازہ تک پہونچے مگر خواجہ آشوب و بہلول و اشقر اس ہجوم میں غائب ہوگئے امیر اُس قلعہ کے اندر گئے مگر وہ لوگ جو لڑتے تھے ادب سے قلعہ کے اندر نہ گئے باہر ہی سے غل مچاتے رہے دور ہی سے بھبکیاں بتاتے رہے ہرگاہ امیر دیوان خانہ میں تخت شاہی پر بیٹھے دفعتہً واحدةً ایک طرف سے آواز آئی ہاتف غیبی نے یہ بات سنائی کہ حیف صد حیف معلوم نہیں امیر کی کیا حالت ہوئی ان کو درپیش کونسی مصیبت ہوئی صاحبقراں اس آواز کو سنکر اُسطرف گئے دیکھیں تو اشقر و خواجہ آشوب و بہلول اُس مکان میں قید ہیں دیووں کے زندان میں قید ہیں اور ایک شخص وہ بھی لباس شاہانہ پہنے ہوے مقید ہے تکلیف قید سے نہایت حال بد ہے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ میں یہاں کا بادشاہ ہوں صاحب حشمت و جاہ ہوں خلخال نامے دیو نے مجھے قید کرکے قلعہ پر اپنا دخل کیا ہے امیر نے اُسکو قید سے رہا کرکے تخت پر بٹھلایا بہت اعزاز و اکرام فرمایا جنہوں نے جو امیر کا یہ سلوک دیکھا شورش موقوف کرکے امیر کے قدمبوس ہوے خلخال دیو اُسوقت شکار کھیلنے کو گیا تھا اُسنے سنا کہ ایک آدم زاد نے بادشاہ کو قید سے چھڑا کر تخت پر بٹھلایا ہے طیش کھاتا ہوا وہاں سے چلا اور آتے ہی امیر پر آرہ پشت نہنگ چلایا اُنکے مارنے پہ ہاتھ اُٹھایا امیر نے اُسکو رد کرکے ایک ہاتھ عقرب سلیمانی کا جو لگایا مثل چنار کرم خوردہ دو ٹکڑے ہوکے اوندھا زمین پر گر آیا جو اُسکے ہمراہ تھے امیر کی قوت دیکھ کر بھاگے بادشاہ نے سات دن تک امیر کیواسطے جشن کیا ہر طرح سے آرام دیا آٹھویں دن امیر اس سے رخصت ہوکر روانہ ہوے اکیسویں دن ایک چاردیواری اژدھا کی نظر آئی نئی صورت کی یہ بھی دیکھ پائی مگر دروازہ مقفل تھا امیر دروازے کو گرز سے توڑکر اندر گئے دیکھا کہ ایک میدان ہے بڑا وسیع سنسان بیابان ہے اور اسمیں چاردیواری سنگ مرمر کی ہے اُس چاردیواری کے اندر جب گئے تو ایک باغ خوش فضا ایسا نظر آیا جیسا کہ تمام تمام عالم میں نہ دیکھا تھا

امیر تو ایک درخت کے سایہ کے نیچے پوست گرگ بچھا کر بیٹھ گئے اپنے عصا کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے گر لڑکے کھیلنے اور باغ میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے تمام باغ کی بے تکلف سیر کرنے لگے ناگاہ بارہ دری نظر آئی کہ جسکی صفائی نے تمام دنیا کی عمارت دل سے بھلائی خواجہ آشوب و بہلول بیدھڑک اُسمیں چلے گئے دیکھیں تو سونیکے گہوارے پر ایک دیو بچہ تین سو گز کا قد و قامت سوتا ہے اور ایک عورت خورشید صورت بیٹھی ہوئی گہوارے کی ڈوری کھینچ رہی ہے رسّی زرتار اپنے ہاتھوں سے اینچ رہی ہے لڑکونکو دیکھ کر بولی کہ اے لڑکو تم یہاں کیونکر آئے جلد بھاگو ابھی یہ بھوک سے روتے روتے سو گیا ہے ذرا غافل ہو گیا ہے اگر جاگ پڑیگا تو مفت میں تم کو کھا جائیگا لڑکے بولے کہ ہم ہیبت اللہ کے ساتھ ہیں یہ تو کیا مال ہے ہم اُسکے باپ سے بھی نہیں ڈرتے اس مردود کا خوف ہم ذرا نہیں کرتے زہرہ مصری اپنے دلمیں سوچی کہ جسکو یہ لڑکے ہیبت اللہ کہتے ہیں شاید صاحبقراں ہوں لڑکوں سے کہنے لگی کہ اے لڑکو تم اُس آدمی سے جا کر کہدو اور اُس سے جلد خبر کردو کہ زہرہ مصری یہاں قید ہے خواجہ آشوب و بہلول نے امیر سے آکر کہا بہت جلد جا کر کہا کہ اس باغ میں ایک بارہ دری ہے نہایت خوش تعمیر ہر طرح سے بےنظیر ہم جو اُسمیں گئے تو ایک دیو بچہ کو کہ تین سو گز سے قد اُسکا کم نہ ہوگا مہد طلائی میں سوتے دیکھا اور ایک عورت آدم زاد کہ اُسکو رشک خورشید کہا چاہیے حسن و جمال میں زہرہ و ناہید کہا چاہیے گہوارے کی ڈوری کھینچ رہی ہے ہمیں دیکھ کر بکمال دلسوزی اور محبت سے کہنے لگی کہ یہاں سے بھاگو اگر ابھی یہ جاگ پڑیگا تو تم کو کھا جائیگا ہم نے کہا کہ ہمارے ساتھ میاں ہیبت اللہ ہیں یہ تو کیا مال ہے ہم اسکے باپ سے نہیں ڈرتے تب وہ عورت بولی کہ جس آدمی کے ساتھ تم ہو اس سے اتنا کہدینا کہ زہرہ مصری یہاں قید ہے امیر زہرہ مصری کا نام سنتے ہی گھبرا کر اپنے دلمیں کہتے ہوے دوڑے کہ ہرگاہ زہرہ مصری کی یہانتک نوبت پہونچی دیکھا چاہیے کہ مہر نگار پر کیسی گذری ہوگی کس مصیبت میں وہ گھری ہوگی بارہ دری کے اندر جو گئے دیکھا واقعی زہرہ مصری ہے اُسکو دیکھ کے بے اختیار رو دئے بہت زار زار روئے امیر نے زہرہ مصری کا حال پوچھا اُسنے تمام سرگذشت بیان کرکے کہا کہ اب اس دیو پلید کی قید میں ہوں جو مصیبت مجھ پر گذرتی ہے کس زبان سے بیان کروں اگر صاحبقران یہاں پہونچے تو رہائی میری بہت آسان ہے اُنکا زیر کیا ہوا سارا پرستان ہے ورنہ یا تو اُسکا باپ مجھے ایکدن کھا جائیگا جب بھوک کی شدت میں کچھ اور کھانیکو نہ پائیگا یا کوفت اُٹھاتے اُٹھاتے میں خود مرجاؤنگی اسی مصیبت میں جان سے گذر جاؤنگی صاحبقران نے کہا کہ صاحبقران کو تم پہچانتی ہو اُنکا حال تم جانتی ہو بولی کہ پہچانونگی کیوں نہیں میں قدیم اُنکی لونڈی ہوں انھوں نے مجھے پرورش کیا ہے امیر نے کلاہ کو سر کا کے کلاہ ابراہیمی جو دکھایا جیسے ہی وہ نظر آیا زہرہ مصری دوڑ کر صاحبقران کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگی بلکہ صدقے ہونے لگی دیو رونیکی آواز سنکر سوتے سے چونک پڑا دیکھے تو کئی آدم زاد کھڑے ہیں بھوک کی جھانجھ میں بے اختیار امیر کے پکڑنے کو دوڑا کہ اُنکو نوشجان کرے اپنا پیٹ بھرے امیر نے اُسکو پکڑ کے مثل پارچہ کہنہ چیر ڈالا اُسکا کلیجا اُسکے سر سے نکالا اور روش پر بیٹھ کر زہرہ مصری سے فرمانے لگے کہ تو نے مجھ کو نہیں پہچانا اُسنے کہا کہ جب

آپکا شباب تھا اب نام خدا بوڑھے ہوے اُسپر فقیری بھیس ہے لونڈی کیونکر پہچانتی آپ صاحبقران ہیں یہ کیونکر جانتی امیر زہرہ مصری سے باتیں کر رہے تھے کہ دیو سمندون ہزار دست آندھی کیطرح آپہونچا امیر کے سر پر مثل بلا آپہونچا دروازہ ٹوٹا دیکھکر ناخوش ہوا ہی تھا اپنے بیٹے کو موا دیکھکر اور بھی آگ کا پرکالہ ہوگیا تمام عالم اُسکی نظر میں تاریک ورکالا ہوگیا امیر سے کہنے لگا کہ اے آدم زادِ سیاہ سر و نداں سفید ضعیف الجثہ تو کس آندھی میں اُڑکر یہاں آیا ہے تجھ کو یہاں کون لایا ہے امیر نے فرمایا میں تو آندھی میں اُڑکر نہیں آیا اپنی خوشی سے تجھے جہنم کیطرف بھیجنے کو آیا ہوں تیرے لیے پیغام اجل لایا ہوں ضعیف الجثہ ایسا ہوں کہ انھیں ہاتھ پاؤں پر عفریت اہرمن وغیرہ بہت سے دیوان سرکش کو مارا ہے اور تجھ کو بھی کوئی دم میں اُسکے پاس بھیجتا ہوں تب تو وہ اپنے ہزار ہاتھ میں ہزار پتھر اُٹھالایا اور ایک بار امیر کے اوپر پھینکے امیر جست کرکے اُسکی پشت پر گئے اور نعرہ اللہ اکبر کرکے ایک وار عقرب سلیمانی کا اُسکے شانے پر لگایا کہ پانچ سو ہاتھ شانے سمیت کٹ کے زمین پر گر پڑے وہ ہاتھوں کو زمین سے اُٹھاکر بھاگا اپنی جان بچاکر بھاگا اور بعد ایک ساعت کے صحیح وسالم امیر کے سامنے آکر بدستور اول حربہ کیا اُنکو صدمہ دیا امیر نے بھی بدستور اول اُسکا دوسرا شانہ پانچ سو ہاتھ سمیت کاٹا وہ جلد کٹے ہوے ہاتھونکو اُٹھاکر چلتا ہوا اور ایک ساعت کے بعد آکر امیر پر پھر حربہ کیا امیر کمال متحیر ہوکر پریشان خاطر ہوے اُسکی یہ کیفیت دیکھکر نہایت حیران اور ششدر ہوے مناجات کرنے لگے ہنوز مناجات تمام نہ ہوئی تھی کہ حضرت خضر نے پیدا ہوکر سلام علیک کی امیر نے جواب دیکر کہا کہ یا حضرت اس دیو کے ہاتھ سے سخت تنگ آیا ہوں ادھر میں اسکے ہاتھوں کو کاٹتا ہوں اُدھر پھر یہ صحیح سالم ہوکر میرے سامنے آتا ہے اپنا زور وقوت دکھاتا ہے حضرت خضر نے فرمایا کہ یا صاحبقران ایک چشمہ ہے اُسکے پانی کو خدا نے یہ تاثیر دی ہے کہ جس زخم پر پڑے فوراً زخم بھر جاوے درد جاتا رہے زخم بالکل صحت پائے چلو میں تمھیں اُس چشمے کو دکھاکر غائب کردوں تا یہ دیو مارا جائے پھر اُسکے ہاتھ سے تم پر صدمہ نہ آئے امیر حضرت کے ساتھ اُس چشمے پر گئے دیکھیں تو واقعی پانی اُسکا ایسا مصفا ہے کہ آب کوثر اُسکے روبرو میلا معلوم ہوتا ہے نظر دوربین میں وہ چشمہ گویا آبحیات مفہوم ہوتا ہے حضرت خضر نے قدم مارکر اُس چشمے کو غائب کردیا اُسکی حقیقت سے اُسکو آگاہ کردیا اور دو پتے ایک درخت کے کہ لب چشمہ سایہ افگن تھا ہر برگ اُسکا روشنی اور صفائی میں رشک فرمائے دُر عدن تھا توڑکر امیر کو دیئے اور فرمایا کہ ان پتوں کو حفاظت سے لیجاکر عرق انکا بزرجمہر کی آنکھوں میں کہ اُسکو بختک نے نیل کی سلائیاں پھیر کر اندھا کیا ہے ٹپکا دینا تاکہ اُسکی آنکھیں روشن ہوجائیں بینا ہوکر حالت اصلی پر آئیں امیر نے اُن پتوں کو اپنی کلاہ کے اندر رکھ کر عرض کی یا حضرت مجھے اُسی باغ کے اندر پہونچا دیجیے اتنی مہربانی اور کیجیے حضرت خضر امیر کو باغ میں پہونچاکر غائب ہوگئے اُنکو وہانکے سب مراتب سمجھاکر غائب ہوگئے اُدھر جو سمندون بعد حضرت خضر کے آنیکے اُس چشمے پر پہونچا دیکھا تو چشمہ نہیں ہے آہ کا نعرہ مارکے سر اپنا ٹپک ٹپک کر مرگیا اپنی جان سے گذر گیا امیر نے اُس باغ میں چند کوٹھریاں دیکھیں اُنکو جو کھولا انواع واقسام کے جواہر بیش قیمت نظر آئے اُنکے دیکھنے سے آنکھوں نے بہت حظ اُٹھائے لڑکوں نے کہا کہ تھوڑا سا جواہر یہاں سے لیجانا چاہیے ایسے جواہر

بیشک پھر کہاں ہاتھ آئینگے کچھ ضرور لینا چاہیے امیر نے ہنسکر فرمایا کہ اگر دنیا میں لیجاؤ گے اور وہاں جاکر لوگوں کو دکھاؤ گے تو عمر و نامے میرا ایک بھائی ہے وہ تم سے چھین لیگا انمیں سے پھر ایک بھی تم کو نہ دیگا القصہ امیر نے دو مقام اس باغ میں کیئے اور تیسرے دن بدستور لڑکوں کو تو چھینکوں میں بٹھلایا اور زہرہ مصری کو اشقر کی پیٹھ پر سوار کیا اور آپ سائیسوں کی طرح سے اُسکی باگ پکڑ کے چلے اس صورت سے وہ ادھر چلے گیارھویں دن دریاے محیط پر پہونچے حیرت میں تھے کیونکر اُسکے پار اتریں نہ کشتی ہے نہ بیڑا ہے سخت مشکل ہے بڑا بکھیڑا ہے اس فکر میں تھے کہ حضرت خضر نے آکر پار اُتار دیا اور اپنے معجزے سے اُنکا بیڑا پار کیا دوسرے دن لوہے کی چار دیواری کے پاس پہونچے جہاں راہدار دیو کو مارا تھا کمال جرات اور دلاوری سے اس سرکش دیو خونخوار کو قعر جہنم میں اُتارا تھا دروازہ اُسکا کھلا دیکھکر معلوم کیا کہ آج روز جمعہ ہے کیونکہ دروازہ اُسکا سواے جمعہ کے دن کے اور کسی دن نہیں کھلتا ہے سالم کی قبر پر جاکر فاتحہ پڑھا اُنکی روح کو ثواب آیات صحیفہ پہونچا کر خوش کیا اور وہاں سے روانہ ہوکر فرمانے لگے کہ الحمد للہ آج سرحد قاف تمام ہوئی اب اُس مصیبت سے نجات پائی اللہ نے صورت آسائش دکھائی کوہستان کے نیچے نیچے سائے میں خوش خوش چلے جاتے تھے اور میوہ درختان خودرو سے توڑ توڑ کر لڑکوں کو اور زہرہ مصری کو کھلاتے تھے شام کو اُس پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوکر رات کے رہنے کیواسطے مقام تجویز کر رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز سلام علیک کی آئی غیب سے کسی نے آواز سنائی ادھر اُدھر دیکھیں تو کوئی نظر نہیں آتا اُس آواز دینے والے کا سراغ کہیں پایا نہیں جاتا سامنے ایک درخت تھا اُسپر نگاہ پڑی دیکھا کہ اُس درخت میں تمام پھل آدمی کے سر کی صورت لگے ہوے ہیں اور اُسی درخت سے آواز آتی ہے اللہ کی قدرت اپنا تماشا دکھاتی ہے امیر نے خدا کی قدرت پر عشعش کرکے سلام علیک کا جواب بطریقہ اسلام کا ادا کیا پھر آواز آئی کہ یا صاحبقران میرا نام واق ہے ایک روز سکندر بھی میرے سایہ میں شب باش ہوا تھا میں نے اُسکی دعوت کی تھی آج آپکی بھی دعوت کرتا ہوں اپنی خوشی خاطر سے آپکی ضیافت کرتا ہوں شب کی شب اس جگہ آرام کیجیے یہانکے سیر و تماشے سے اپنی طبیعت کو مسرور کیجیے اس گفتگو کے بعد ایک پھل درخت پر سے امیر کی گود میں گرا امیر نے اُسکو تراش کے آپ بھی کھایا اور زہرہ مصری اور اُن دونوں لڑکوں کو بھی کھلایا ایسی لذت حاصل ہوئی کہ کسی پھل میں کبھی حاصل نہ ہوئی تھی اور خوب آسودہ ہوگئے پھر اُسی درخت کے نیچے بستر کیا تمام شب وہ درخت امیر سے باتیں کیا کیا اپنی خوش بیانی سے اُنکو کمال مسرور کیا اور کہا کہ یا صاحبقران اسی مقام پر جہاں تم بیٹھے ہو سکندر نے بھی اپنا بستر بچھایا تھا اس فضاے دلکشا میں اُسنے بھی آرام پایا تھا مجھ سے پوچھا کہ میں کب مرونگا اس دنیا سے کب کوچ کرونگا میں نے کہا کہ جب لوہے کی زمین اور سونیکا آسمان ہوگا تب تمہارا کوچ جہان سے بیگمان ہوگا اُسکے دو تین دن کے بعد بیابان ہفت گردش سلیمانی میں کہ یہاں سے تھوڑی دور آگے ہے اور اُسمیں درخت کا نام تک نہیں ہے پہونچا اور تپش آفتاب سے بیتاب ہوا شدت گرمی سے حال اُسکا نہایت خراب ہوا رفیقوں نے اُسکے زرہیں بچھا دیں اور سپر دنکا اُسکے سر پر سایہ کیا اس تدبیر سے اُسکو آرام دیا اُسی دم سکندر کی روح قبض ہوئی امیر نے پوچھا کہ اے درخت مجھ کو بھی بتا کہ میں کب مرونگا جواب دیا کہ جب اشقر کے کسی پاؤں میں نعل باقی نرہے تو تم جاننا دنیا سے میرا کوچ ہے اور عمر اب تمام ہوئی صبح زندگانی کی شام ہوئی مگر ابھی بہت عرصہ ہے اسیطرح سے تمام رات وہ درخت

امیر سے باتیں کیا کیا جب صبح ہوئی امیر اُس درخت سے رخصت ہوکر روانہ ہوے جب دوپہر کا وقت ہوا ریگستان تپنے لگا اور لوں چاروں طرف سے چلنے لگی جسکی حدت سے چربی پگھلنے لگی ہر ایک کا سیماب وار دل اُس گرمی سے بیتاب تھا اُس دھوپ کی تیزی سے حال زار تھا اگر صاحبقراں کے پاس مشکیزہ خضر نہ ہوتا تو ہر شخص کی روح بدن سے مفارقت کرجاتی کسی کو صورت زندگی نظر نہ آتی صاحبقراں دمبدم مشکیزے سے پانی لیکر آپ پیتے اور ہمراہیونکو پلاتے تھے شام کو اُسی بیابان کی ریت میں سب نے آسائش کے لیے قیام کیا صبح کو پھر وہاں سے روانہ ہوے خلاصہ سات دن تک اُسی بیابان میں پہلے روز کیطرح تکلیف اُٹھائی کہیں آسائش نہ پائی بارے آٹھویں دن ایک شہر کے قریب پہونچے وہاں کی حاکم شیریں نام ایک عورت تھی نہایت نیکذات اور صاحب مروت تھی صاحبقراں کو استقبال کرکے شہر میں لیگئی اور بڑے تکلف سے ضیافت کی ہر طرح کی اطاعت کی صاحبقراں نے دیکھا کہ سوا عورت کے مرد کا نام نہیں ہے اس عورت سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے مرد یہاں دکھائی نہیں دیتا بلکہ نام بھی سنائی نہیں دیتا اُسنے عرض کی کہ اُس شہر میں سوا عورت کے مرد نہیں پیدا ہوتا صاحبقراں نے فرمایا کہ حمل کیونکر رہتا ہے بولی کہ جب عورت حد بلوغ کو پہونچتی ہے شہر کے باہر ایک درخت ہے کہ وہ کبھی پھولتا پھلتا نہیں ہے زن بالغہ اُس سے جاکر لپٹتی ہے ساتھ ہی لپٹنے کے ایک چیخ مارکر بیہوش ہوجاتی ہے بعد ایک ساعت کے ہوش میں آتی ہے اُسیوقت سے اُسکو حمل رہتا ہے اور لڑکی جنتی ہے امیر نے خدا کی قدرت پر وجد کیا اور جس عورت کو دیکھا حسین و جمیل پایا کہ ایسا حسن و جمال کہیں اُنکو نظر نہ آیا لڑکوں نے امیر سے کہا کہ یہاں عورتیں بہت صاحب جمال ہیں تھوڑی سی لیچلا چاہیے شیریں نے کہا کہ یہاں کی عورتیں کہیں نہیں جاسکتیں اُن پر خدا کیطرف سے موکل تعینات ہے اگر جاویں بھی تو لے آتا ہے کہیں جائیں مگر وہ اُنکو پھیر لاتا ہے لڑکے بولے کہ یہ کیا آپ کہتی ہیں بھلا ہمارے ساتھ کردیجیے دیکھیں تو کون لے آتا ہے ہم سے چھین لینے پر کوئی کیونکر قادر ہوتا ہے ہر چند شیریں نے تکرار کی مگر لڑکوں نے نہ مانا ہرگز اصرار نہ جانا پچاس عورتیں باجازت شیریں اپنے ہمراہ لیکر چلے جب امیر شام کو منزل پر پہونچے اور شب کو آرام فرمایا صبح کو اُٹھکر دیکھیں تو آدھی عورتیں غائب ہیں لڑکوں نے تاسف کیا ناحق شیریں کا احسان لیا ہم نے اُسکا کہنا کیوں نہ کیا اس روز شب کو لڑکوں نے سب عورتوں کی کمر میں رسی لگاکر اپنی کمر میں باندھی کہ اس صورت میں کیونکر چلی جائینگی ہم سے جدا ہونیکی کیونکر فرصت پائینگی اور پاؤں پھیلاکے سو رہے اپنی دانست میں اُنکے بھاگنے کیطرف سے مطمئن ہو رہے سیمرغ کی مادہ نے کہ اُنپر موکل تھی ان عورتونکو اُٹھالیا زمین سے کئی بانس اونچا کیا اور لڑکے بھی لٹکتے ہوے چلے اس مصیبت سے سر پٹکتے ہوے چلے امیر جو جاگے تو دیکھا کہ کوئی اُن عورتونکو لیے جاتا ہے کہ اُنکا پکڑنا کسیطرح ممکن نظر نہیں آتا ہے اور لڑکے لٹکے جاتے ہیں وہ بھی ایک مصیبت اُٹھاتے ہیں امیر نے اپنے دلمیں سمجھا کہ شاید کوئی دیو ہے ایک تیر ایسا مارا کہ مادہ سیمرغ کے بازو میں ترازو ہوگیا اُن عورتوں سمیت وہ اتر پڑی اور بولی کہ صاحبقراں میں نے آپکا کیا قصور کیا تھا میں نے آپ کو کب کوئی آزار دیا تھا کہ مجکو تیر مارا میرے خاوند نے جو آپکے ساتھ نیکی کی تھی یہ اُسکا عوض ہے میں خدا کیطرف سے مامور ہوں کہ ان عورتوں کو اُنکے شہر سے باہر جانے نہ دوں جس کام پر مقرر ہوں وہ اپنا کام کروں صاحبقراں مادہ سیمرغ کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوے

اور عذر کرنے لگے کہ میں نے تجھ کو نہیں جانا تھا میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے تجھ کو نہیں پہچانا تھا برائے خدا اپنے شوہر سے اسکا ذکر نہ کرنا اس میرے قصور سے درگذر نا کہ اسکا مجھ پر بڑا احسان ہے اسکے ادائے شکر کی مجھ کو طاقت کہاں ہے اور امیر نے اُسیدم بارگاہ الٰہی میں بخشوع وخضوع اُسکے بازو کے اچھے ہونے کیواسطے دعا مانگی چنانچہ امیر کی دعا مستجاب ہوئی کہ فوراً اُسکے بازو کا زخم بھر گیا اُنکا نالہ پرسوز اثر کر گیا اور درد باقی نہ رہا امیر سے رخصت ہوکر عورتوں کو اپنے ساتھ لے کے روانہ ہوئی

داستان شاہ عیاران عیار خواجہ عمرو بن امیہ ضمری

نوشیرواں جو قیرواں مغربی کے لکھنے سے بنام پیران مغربی طبل جنگ بجوا کر قلعہ تلوا الجر کے سامنے فوج قاہرہ لیکے کھڑا ہوا ایکایک سامنے سے گرد اُٹھی جیب گریبان خاک مقراض بادنے چاک کیا دو سو علم نمود ہوئے عمرو نے جانا کہ دو لاکھ سواران کی جمعیت ہے فوج کی بڑی کثرت ہے جب قلعہ کے متصل پہونچا معلوم ہوا کہ قیروان مغربی اپنے سپہ سالار مسمی پیران مغربی کو لیے ہوئے آتا ہے سب اپنے لشکر کو اپنے ہمراہ لاتا ہے نوشیرواں نے بختک وزرومین کو استقبال کیواسطے بھیجا اُسنے حاضر ہوکر بادشاہ کے پایہ تخت کو بوسہ دیا تمام احوال مفصل عرض کیا بادشاہ نے اُسپر بہت سی مہربانی کی اسکو ہر صورت سے تسلی دی اور پیران مغربی کو قلعہ پر جانیکی اجازت دی کوشش کرنے پر بہت سی تاکید کی بارگاہ پیران مغربی اپنے دو لاکھ سوار لیکر قلعہ کیطرف چلا عمرو نے اپنی فوج قلیل کو دیکھ کر خدا کو یاد کرکے مناجات کرنا شروع کیا دفعتہً واحدۃً جنگل کیطرف سے گرد اُٹھی اور نقابدار نارنجی پوش اپنے چالیس ہزار سوار ہمیت آکر موجود ہوا جسکے دیکھنے سے اُسکا دل بہت خوشنود ہوا بختیارک نے اُسکو دیکھکر نوشیرواں سے کہا کہ یہی نقابدار ہمیشہ مسلمانونکی مدد کو آتا ہے لشکر اسلام اسی کی نصرت سے فتح پاتا ہے یہیں نقابدار نے پیران مغربی کے برابر آکے ایک نگاہ دیر کی ایسی دی کہ چند قدم پیران مغربی کا گھوڑا پسپا ہوگیا اُسکے صدمہ سے سبز ور اُسکا ہوا ہوگیا اُسنے طیش کھا کر ایک تلوار نقابدار کے سر پر ماری نقابدار نے گھوڑے کو اس سے بچا کر تلوار تو اُسکی ہاتھ بڑھا کر چھین لی اور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈالکر الگ جھلک گھوڑے سے اُٹھا کر اوپر کو اُچھالا اور آتے ہوئے ایک ہاتھ ایسا لگایا کہ کدو تر کیطرح سے دو ٹکڑے ہوکر زمین پر آیا اُسکی فوج نقابدار پر آکے گری اور نوشیرواں کی فوج بھی اُسکی معین و یاور ہوئی لڑنے پر مستعد اور حملہ آور ہوئی نقابدار اپنے چالیس ہزار سوار سے مارتا ہوا جنگل کو نکل گیا اُسکا قابو چل گیا عمرو نے قلعہ پر سے فتح کے شادیانے بجوائے شکر خدا کا زبان پر لائے اور بادشاہ نے بچشم گریاں و جگر بریاں اپنے لشکر میں جاکر قیروان شاہ کو ماتم پرسی کا خلعت دیا اور اُسکو سب طرح سے دلاسا دیا حسن اتفاق سے اُسی دن مشقال شاہ نے کہ بادشاہ تیغ مغرب کا ہے حاضر ہوکر نوشیرواں کی ملازمت کی اور بہت سی تشفی دی کہ کل میں اس قلعہ کو لیے لیتا ہوں ان لوگوں سے تمہارا انتقام لیتا ہوں مگر آج شب کو میری دعوت قبول کیجیے یہاں تشریف رکھ کے راحت و آرام حصول کیجیے نوشیرواں کے لشکر کے برابر اپنا لشکر اُتارا اور دعوت کی تیاری میں مصروف ہوا بجان و دل ہر طرح پاسداری میں مصروف ہوا عمرو کی بینیے کہ ہر گاہ اُسنے سنا کہ مشقال شاہ نے نوشیرواں کی دعوت کی ہے سرداران لشکر کو مع فوج بلا کر کہا کہ تھوڑی سی

محنت کرو تو مفت ہر طرح کے کھانے کھانیمیں آویں ہم تم سب غذائے نفیس سے لذت اٹھاویں کہ مشقال شاہ نے نوشیروان
کی ضیافت کی ہے سامان دعوت میں بڑی دقت اور ہمت کی ہے رات کو قلعہ سے نکلکر امیر و لندھور و بہرام کا نام لیکے
اسکے لشکر پر شبخون مارو میرے کہنے سے اتنی محنت کرو سب نے قبول کیا اور عیاروں سے عمرو نے کہا کہ تم آج دن بھر میں پانچسو
دیو کاغذ کے تیار کرو کہ قد انکا چار چار پانچ پانچ سو گز کا ہو اور پہیے انکے پاؤں میں لگانا اس ترکیب سے انکو بنانا جو وقت میں
سفید مہرہ بجاؤں اسکی آواز تمکو سناؤں تم انکو لیکر آنا ہرگز اس کام میں دیر نہ لگانا الحاصل عیاروں نے تمام دن میں کاغذ کے
دیو تیار کیے جب رات کا وقت ہوا نوشیروان مشقال شاہ کے لشکر میں گیا اتفاقاً وہ شب شب ماہ تھی اور چہار طرف
روشنی بھی ہوئی تھی اور آتشبازی بھی چھوٹتی تھی بادشاہ ناچ دیکھنے لگے جب پہر رات گئی عمرو نے مقبل کو بنیاہ قیطاس پر
سوار کیا اور اسکو سب مراتب سے خبردار کیا اور کہا کہ تو امیر کا نام لینا اور عادی سے کہا کہ تو اپنے کو لندھور کہنا اور سلطان بخت
مغربی سے کہا کہ تو بہرام کے نام سے نعرہ کرنا الغرض فوج کو یہ سمجھا کر قلعہ کے باہر نکل کے مشقال شاہ و نوشیرواں کے لشکر پر
جاکر مقبل وفادار نے نعرہ کیا کہ منم سلطان صاحبقران حمزہ نامدار اور عادی نے کہا کہ منم رستم زماں ملک لندھور بن
سعدان اور سلطان بخت مغربی نے نعرہ کیا کہ منم بہرام گرد خاقان چین تینوں لشکروں سے تلوار چلنے لگی بڑے زور و شور سے
شمشیر آبدار چلنے لگی عمرو نے دیکھا کہ یہ تو لڑ کھڑے ہوئے اور فوج میری تھوڑی ہے ایسا نہ ہو کہ شکست اٹھاویں ان کے
ہاتھ سے ذلت پاؤں سفید مہرہ بجاکر منھ سے نکال لیا اور حریفوں کے لشکر پر ینکو سنا کر للکارا صاحبقران فرماتے ہیں اے
گروہ دیوان قاف جلد آؤ ان کافروں کو کھا جاؤ عیار عمرو کی آواز سنکر دیو و نکو لائے مہرہ سفید کی آواز سنتے ہی بہت جلد آئے اور
انکے منھ کے اندر سے قارورۂ آتشیں مارنے لگے کل لشکر کو یقین ہوا کہ فوج دیوان قاف کی امیر کے ساتھ آئی اب ہم نے
بے شبہ شکست پائی مارے خوف کے بھاگ کھڑے ہوئے ہر چند بختک نے کہا کہ یارو یہ سب عمرو کی عیاری ہے یہ سب اسکی
چالاکی اور مکاری ہے لیکن کون سنتا ہے سر پر پاؤں رکھکر جو بھاگے تو بارہ کوس پر جاکے دم لیا ایک دم قرار نہ کیا بادشاہوں
نے بھی دیکھا کہ اگر بغیر فوج کے ہم یہاں ٹھہرے رہے تو حریف کے ہاتھوں کیا بلکہ اپنے پاؤں سے قید ہوے چڑیوں کی طرح
ان شاہبازوں کے پنجے میں صید ہوے وہ بھی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگے سب آپسمیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑکے
بھاگے عمرو نے مشقال شاہ و نوشیرواں کے لشکر کا جہانتک مال و اسباب پایا لوٹ کر زنبیل کے حوالے کیا اپنا
مال سمجھ کر سب بے تکلف لیا اور تمام فوج کو اچھی طرح سے پیٹ بھر کر کھانا کھلوایا سب نے خوش ہوکر خوب سیر ہوکے کھایا اور
مقبل سے کہا کہ قلعہ میں جاکر زنانی سواریاں سوار کرواکے شتران باربردار پر اسباب لاد کر جلد آؤ کوئی چیز وہاں نہ
چھوڑو سب یہاں لاؤ کہ قلعہ تنج مغرب کیطرف چلیں وہاں تو حکم کی دیر تھی مقبل فی الفور زنانی سواریاں مع مال و اسباب
قلعہ سے لیکر باہر آیا ایک تنکا وہاں نہ چھوڑا سب اپنے ساتھ لایا عمرو جمیع خرد و بزرگ کو ساتھ لیکے قلعہ تنج مغرب کیطرف
روانہ ہوا ہر گاہ کہ قلعہ کے دروازے پر پہونچا مشقال شاہ کا خط جعلی وزیر کو دکھلا کر قلعہ میں داخل ہوا ہر طرح کا

اطمینان حاصل ہوا پھر کافرونکو تہ تیغ کیا سب مرد و زن نے شربت مرگ پیا اکثر لوگ مسلمان ہوئے عمرو نے انکو امان دی انکے قتل کی نیت نہ کی اور قلعہ کو اپنی وضع پر تیار کر کے چین سے فیلبند دروازہ سے پر زرد اطلس چینی کے شامیانے کے نیچے کرسی مرصع نگار بچھا کے بیٹھا سامان بادشاہانہ لگا کر بیٹھا نوشیرواں کا حال سنیے کہ اُسنے صبح کو عیارونکو فوج دیوان قاف کی خبر لانے کیواسطے بھیجا کہ انکی خبر لائیں وہانکی کیفیت دیکھتے آئیں یہاں عمرو ان کاغذ کے دیوؤنکو پہاڑ کے نیچے صف بندی کیے کھڑا کر گیا تھا عیاروں نے دور سے دیکھکر بادشاہ کو خبر دی جلد دوڑکر اطلاع دی کہ لشکر دیوان قاف پہاڑ کے تلے صف باندھے کھڑا ہے ہر ایک مثل پہاڑ کے اژدہے بختک بولا کہ گوہ کھاتے ہیں جو ایسی بات بے اصل سناتے ہیں اگر اصلی دیو ہوتے تو انھیں یہاں آنکو کسنے منع کیا تھا یہ بھی عمرو کی عیاری تھی اُسنے اس فریب سے شکست دی دیکھو تو ہمیں مثقال شاہ کے عیار پہونچے انھوں نے مفصل خبر دی کہ وہ دیو مفقود کئے ہیں اور عمرو مع ہمراہیان قلعہ تیغ مغرب میں داخل ہوا نوشیرواں نے بہت افسوس کیا اور سب کو اُن کی بے جراتی پر طعنہ دیا خیمہ گاہ پر جو پھر کے آئے تو دیکھا کہ مطلق نقد و جنس و شاہی مال و اسباب لشکریاں بیچارہ کا عمرو لوٹ کر لیگیا یہ سب بڑا داغ دیگیا مثقال شاہ کے لشکر میں بھی جھاڑو تک نہیں ہے بھیرو بنگاہ کے لوگ جدا روتے ہیں کہ بستر تک نہیں ہے جو شب کو سوئیں اور دانے پانی کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ قوت لایموت کریں اب یہی ثابت ہوتا ہے کہ بھوک کے عذاب سے مریں بادشاہ نے مع فوج کوچ کیا اور قلعہ تیغ مغرب کو گھیر کے اتر پڑے اور قصد کیا کہ اُنسے پھر لڑیں اب عمرو کا حال سنیے اپنے سردارونکو جمع کر کے کہا کہ یارو اٹھارواں برس تمام ہونے پر آیا مگر امیر قاف سے نہ آنے پایا ہیں اب نصف خوراک قوت لایموت کیواسطے ملیگی جبکا جی چاہے رہے جسکا جی چاہے جائے اگر ہمارا دوست صادق ہے تو ہمارے ساتھ یہ تکلیف اٹھائے سبھوں نے تو قبول کیا مگر عادیکرب نے کہا کہ اپنا تو گذارا نہ ہوگا جب سے امیر گئے ہیں ایک دن پیٹ بھر کر کھانا کھانے میں نہیں آیا اب اسکا نصف ہوگا تو کاہیکو جیتا بچونگا ایسی تو بے موت مرونگا عمرو بولا کہ تجھکو اختیار ہے رہ یا نہ رہ عادی کرب قلعہ کے باہر نکلا عمرو نے کہا کہ عادیکرب تو جاتا ہے اگر جیتا نہ گاڑ آجائے تو عمرو میں اپنا نام نہ رکھوں پھر تیرے آگے منہ نہ کروں عادیکرب بولا کہ اگر تجھکو دیو نہ لپیٹے تو عادی کرب نہ کہلاؤں یہ کہکر سیدھا نوشیرواں کے پاس گیا اور کہا کہ اگر حضور مجھکو نوکر رکھیں تو نوکری کروں ہمیشہ آپکی خدمت میں رہوں نوشیرواں نے پوچھا کہ عمرو سے تجھسے کیوں بگڑی اُسنے مفصل حال بیان کیا بادشاہ نے باورچیخانہ کے داروغہ کو بلا کر فرمایا اُسکو یہ حکم بتاکید سنایا کہ عادی کرب جسقدر کھا سکے اُسکو کھانے دو اسکو خوب کھلا کر سیر کرو اور عادی کرب سے کہا کہ تجھکو ہم نے دربانی کی خدمت دی بغیر ہمارے پوچھے کسی غیر کو آنے نہ دینا ہرگز کسی کو قلعہ کے اندر جانے نہ دینا عادی کرب اسی دم در خیمہ پر جا بیٹھا دربانوں کیطرح بستر جما بیٹھا شب کو ایک عورت جمیلہ بادشاہ کی چوکی کیواسطے آئی اُسنے اپنی صورت اس ناز و کرشمہ سے دکھائی کہ عادی کا دل اُسے دیکھ کر بھر آیا دریائے شہوت جوش میں آیا جھٹ پٹ اُسکو پکڑ کے اُسکے ساتھ مجامعت کی وہ مر گئی اس تکلیف کی متحمل نہ ہوئی عادی کرب اپنے دلمیں سوچا کہ صبح کو تم بھی مارے جاؤگے اس حرکت کی سزا ضرور پاؤگے بادشاہ کی سواری کا گھوڑا چوکی میں کھڑا تھا اُسپر سوار ہو کر جنگل کی راہ لی رات بھر تو چلا گیا صبح کو بھوکا ہوا وہاں کیا تھا کہ کھاتا جنگل سے لکڑیاں توڑ کر الاؤ لگایا اور

گھوڑے کے کباب لگاکر کھائے وہاں سے ایک فقیر کے تکیے پر گیا سرگروہ فقیروں کا چھانڈا بانٹ رہا تھا آپ بھی فقیروں میں ملکر جا بیٹھا سرگروہ نے ایک چھانڈا اسکو بھی دیا اُسنے کھاکر کہا کہ مرشد اتنے کھانے میں فقیر کا کیا ہوگا سرگروہ نے ایک چھانڈا اور دیا اگلا پچھلا کھاکر بولا کہ مرشد آتش دوزخ تو بجھی ہی نہیں سرگروہ نے کئی چھانڈے اور اسکو دیے وہ اسکو بھی چٹ کرکے کہنے لگا کہ تعجب ہے ایک مرتبہ اسقدر نہیں دیتے کہ فقیر کی آتش دوزخ بجھے قریب پانچ سو فقیر کے اس جماعت میں ہوگا سبھوں نے بایکدیگر کہا کہ یارو تم سب اپنا اپنا چھانڈا اسکو دو دیکھو تو کہانتک کھاتا ہے یہ اتنا کھانا کیونکر اسکے پیٹ میں سماتا ہے عادی کرب سب کا حصہ کھا گیا فقیروں نے پوچھا کہ اب تو دوزخ بھرا بولا کہ دوزخ کیا بھریگا اتنا سا کھانا مجھ کو کیا آسودہ کریگا مگر پانی پینے کا سہارا تو ہوگیا تب تو سبھوں نے سرگروہ سے کہا کہ یہ آدمی نہیں ہے معلوم ہوتا ہے یہ دیو ہے یا غول ہے اسکو جلد رومال چھڑی دیکر یہاں سے نکالو سرگروہ نے ایک رومال چھڑی منوائی کی دیکر کہا کہ بابا ملک خدا کا بڑا ہے چل پھر کر مانگ کھاؤ یہاں سے تشریف لے جاؤ عادی شب کی شب اس تکیے پر سو رہا صبح شہر کیطرف کہ وہاں سے نزدیک تھا چلا دیکھا کہ شہر آباد ہے ہر شخص اس شہر کا خرم و شاد ہے بھیک مانگنے لگا ایک نان بائی نے کہ رحمدل تھا دو روٹیوں پر کچھ کباب رکھکر عادی کو دیے اُنھوں نے نوشجان کیے عادی اور مانگنے لگا وہ بولا کہ اب پھر مانگو اس ڈیل ڈول پر فقیری زیب نہیں دیتی محنت کرکے کیوں نہیں کھاتے ہو عادی نے کہا کہ محنت کرنیکو میں حاضر ہوں اگر کوئی میرا پیٹ بھرے میرے سیر کرنیکا اقرار کرے نان بائی بولا کہ اچھا لکڑیاں چیرا کر کھانیکو میں تجھے دونگا تجھ کو کھلاکر آسودہ کرونگا عادی نے سب کندے چیر کر ایک ساعت میں ڈالدیے سب لکڑیوں کے ٹکڑے کیے نانبائی نے پانچ روٹیاں خمیری اور سالن اسکو دیا عادی نے اُسکو بھی چٹ پٹ کھالیا اور کہا کہ پیٹ تو میرا بھرا ہی نہیں تونے کہا تھا کہ پیٹ بھر دونگا تجھ کو سیر کرونگا اُسنے اور پانچ روٹیاں دیں عادی نے اُسکو بھی کھاکر کہا کہ بھائی خوش طبعی کیوں کرتے ہو دل لگی کرتے ہو یا میرا پیٹ بھرتے ہو ایک مرتبہ کیوں نہیں دیتے سسکا سسکا کے دینے میں نہ پیٹ بھرتا ہے نہ روح بھرتی ہے مفت میں طبیعت پر گرانی گذرتی ہے نان بائی نے انکار کیا عادی نے اُسکی گردن پکڑکر دوکان سے نیچے اُتار دیا اور آپ بیٹھکر کھانے لگا ہرگاہ تمام روٹیاں اور سالن کھا چکا اور پیٹ نہ بھرا دوسری دوکان جو اُسکے متصل تھی اُسمیں جاکر مالک کو اُسکے نکالکر جتنی روٹیاں اور سالن دوکان میں تھا چکھ کے تیسری دوکان پر جھکا عجب طرح کا بازار میں غل و شور ہوا اس حال کو دیکھکر ایک اژدحام ہجوم خاص و عام ہوا کہ کوتوال سنکر دوڑا مگر عادی کی زور و قوت کو دیکھ کر اُلٹا پھر گیا اُس کے پاس آنے کا اُسکو ہیاؤ نہ پڑا اور بادشاہ سے جاکر حقیقت حال کہی یہ سب کیفیت مفصل عرض کی معادشاہ مغربی وہاں کا بادشاہ تھا خود سوار ہوکر آیا عادی کی صورت و وضع دیکھکر بہت حیران ہوا سخت متحیر اور پریشان ہوا کہ ایسا آدمی اُسنے کبھی دیکھا نہ تھا چار طرف سے فریادی دوڑے کہ اُسنے دوکانداروں کی تو دوکانیں لوٹ کھائی ہیں اور کئی آدمیوں کا خون بھی کیا ہے ہم سب دوکانداروں کو بڑا صدمہ دیا ہے بادشاہ نے کہا کہ اس سے کوئی مزاحم نہ ہوئے عادی کو بلاکر مستفسر حال ہوا اُسنے مفصل سچ سچ جو سرگذشت تھی سو کہی اپنے حال سے اُسکو اطلاع دی بادشاہ نے کہا کہیں پہلوان غریب آزاری کرتے ہیں

غریبوں پر اس طرح کی جفاکاری کرتے ہیں عادی نے کہا کہ مثل مشہور ہے مرتا کیا نہ کرتا بادشاہ نے کہا کہ اگر تم مسلمانوں سے لڑنا قبول کرو تو میں تم کو اپنے پاس رکھوں تم کو بہت بڑا منصب دوں اور اپنی بیٹی کی شادی بھی تمھارے ساتھ کر دوں ایسا سلوک تمھارے ساتھ کروں لیکن یہاں کا رسم ہے کہ اگر خاوند مرجائے تو جورو اسکی جیتی اُسکے ساتھ گڑے اور اگر زوجہ مرجائے تو شوہر اُسکے ساتھ زندہ گاڑا جائے پھر وہ جینے نہ پائے عادی نے قبول کیا بادشاہ نے اسی دن اپنی بیٹی کا عقد اُسکے ساتھ کر دیا عادی جو شب کو اُسکے ساتھ ہمبستر ہوا فی الفور اسکی جان نکل گئی صبح کو اُسے کفنا کے دفن کرنیکو لیگئے اور عادی کو بھی پکڑ کر ہمراہ لیا اُسکے ساتھ اُنکے دفن کرنیکا بھی قصد کیا جب اُس عورت کی لاش کو قبر میں اُتارا عادی سے کہا کہ تو بھی قبر میں جا عادی نے انکار کیا لوگوں نے چاہا کہ اسکو پکڑکے قبر میں ڈالیں مگر کسی نے یہ مجال نہ پائی عادی قوت کے بل سے قبر کے کنارے پر کھڑا ہوا تھا اتفاقاً صاحبقران اُسی دن اُس شہر میں داخل ہوے ایک درخت کے سائے کے نیچے پوست گرگ بچھاکر بیٹھے تھے اچھا سایہ دیکھ کر اُسکے تلے آکر بیٹھے تھے آدمیونکا ہجوم دیکھ کر خواجہ آشوب بہلول سے فرمایا کہ دیکھو تو یہ کیا ہجوم ہے اسقدر آدمی کیوں جمع ہیں کس بات کی دھوم ہے وہ جو دہاں گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی کو زبردستی قبر میں گاڑتے ہیں اور وہ گڑتا نہیں اور امیر سے آنکر کہا کہ ایسا حال ہے صاحبقران بھی دیکھنے کو گئے غور سے دیکھیں تو عادی کو زبردستی لوگ قبر میں ڈھکیلتے ہیں امیر حیران ہوے کہ ایسا اسنے کیا گناہ کیا ہے جو اُسے زندہ گاڑتے ہیں اُسکی بنی بنائی صورت بگاڑتے ہیں امیر نے اس سے پوچھا کہ اے پہلوان تو کون ہے اور یہ ماجرا کیا ہے ان لوگوں کا تیرے ساتھ معاملہ کیا ہے عادی بولا کہ عادی کرب میرا نام ہے حمزہ نامے عرب کے پاس نوکر تھا وہ عمرو نامے عیار کو اپنا نائب کر کے مجھکو اور اپنے رفیقوں کو اُسکے پاس چھوڑکے پردہ قاف پر گیا اب تک وہ عیار قوت لایموت دیتا تھا میں اُسکو کھاکے حمزہ کے انتظار میں جیتا تھا بالفعل اُس عیار نے کہا کہ حمزہ کو گئے اٹھارہ برس پورے ہونے آئے ہیں کہانتک سرکھپی کروں تم سب کو کہاں سے کھانا دوں جسقدر لوگونکو علوفہ ملتا ہے اُسکا نصف ملیگا اب مجھکو زیادہ میسر نہیں ہوتا میں تم لوگوں کی کفالت سے سر بر نہیں ہوتا میں نے دیکھا کہ اٹھارہ برس تک نصف پیٹ کھاکر مردہ ہو گیا سب طرف سے دل افسردہ ہو گیا اب جو چوتھائی پیٹ جو ملیگا تو کاہیکو زندگی ہوگی کیونکر جیونگا آخر بھوک کے مارے ایک دن جان دونگا اس سے بھیک مانگ کر کھانا بہتر ہے اسطرف نکل آیا مقدر نے نیا تماشا دکھایا یہاں کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کا عقد مجھ سے کر دیا وہ قضاے الٰہی سے مرگئی دنیا سے کوچ کر گئی اب چاہتے ہیں کہ اُسکے ساتھ مجھکو بھی گاڑدیں امیر نے فرمایا کہ تو حمزہ کو دیکھے تو پہچانے عادی نے کہا کہ پہچانوں کیوں نہیں ہر چند اُسے اٹھارہ برس گئے ہوے ہیں ہیئت بدل گئی ہوگی لیکن تو بھی خال سبز ورگ ہاشمی وکلاہ ابراہیمی سے پہچان لونگا امیر نے پیشانی کھجانے کے بہانے سے تاج کو سر سے سرکایا اس بہانے سے وہ اُسکو دکھایا عادی کی جونگاہ امیر پڑی قید کو توڑکے امیر کے قدموں پر گر پڑا امیر نے اُسکو چھاتی سے لگا کر کہا کہ اب کسکی طاقت ہے جو تجھ پر دست درازی کرے تجھسے دست درازی کرے عادی کو اپنے پہلو میں کھڑا کر کے ایک نعرہ کیا ہر کہ داند داند وہر کہ نداند باید کہ بداند منم صاحبقران

حمزۂ نامدار قتل کنندۂ دیوان خونخوار شکنندۂ طلسم پریاں مہر نگار میعاد شاہ نعرے کی آواز سنکر اپنی بارگاہ سے نکلا اور امیر کے پاس آکر بولا کہ حمزہ میں نے جانا تھا کہ تو دیوان قاف کے ہاتھ سے مارا گیا مگر جیتا پھرا خیر وہاں سے جیتا پھرا تو میرے ہاتھ سے آج نہیں بچنے کا میرے ہاتھ سے ضرور مارا جائیگا آج اپنی حرکتوں کی سزا پائیگا یہ کہکر اپنے لوگوں سے کہا کہ اس عرب کو مار لو ہرگز اسکے قتل کرنے میں دریغ نہ کرو اور آپ بھی تلوار نکال کے ایک وار کیا امیر نے ہاتھ بڑھا کر قبضہ اسکی تلوار کا پکڑ کے تلوار چھین لی اور اسکو اٹھا کے اس زور سے زمین پر دے مارا کہ سر اسکا سینہ میں گھسکر گوشت کا لوتھڑا معلوم ہونے لگا امیر اسکو مار کر اسکی سپاہ کے اوپر گرے سب فوج کو قتل کر کے نیست و نابود کیا عادی نے بھی وہی تلوار جو امیر نے میعاد شاہ سے چھین لی تھی لیکر کافروں کو مارنا شروع کیا ہر گاہ بہت سے کافر جہنم داخل ہوئے عاقل خاں نے کہ میعاد شاہ کا وزیر دانائی میں اسم با مسمیٰ تھا امیر سے مشرف ہوکر امان مانگی اور بخوشی مسلمان ہوکر امیر کو اپنے مکان میں لیگیا امیر نے زہرہ مصری کیواسطے ایک مکان خلوت کا دیا سب طرح کی خاطر داری کر کے انکو خوش کیا اور سات دن پیہم عاقل کے گھر میں ضیافت کھائی ہر صورت سے راحت پائی چلتے وقت عاقل خاں کو تخت سلطنت پر بٹھلایا ہر چند اسنے چاہا کہ امیر کے ہمراہ جاوے امیر نے فرمایا کہ ابھی نہیں پیچھے سے تم آنا جو میں کہوں وہ عمل میں لانا امیر نے دونوں لڑکوں اور زہرہ مصری کو بدستور گھوڑے پر سوار کیا اور آپ مع عادی پیادہ روانہ ہوئے عاقل خاں نے تمام شہر کو مشرف باسلام کیا اسلام پر قائم رہنے پر سب سے عہد و پیمان لیا اور ایک عرضی میں امیر کے آنیکا حال لکھ کر مع سر میعاد شاہ مغربی نوشیرواں کے پاس روانہ کیا راوی لکھتا ہے کہ امیر تیسرے دن ایک ریگستان میں پہونچے جہاں پانی اور سایہ کا نام نہ تھا ایسے بیابان میں پہونچے دوپہر کیوقت تمازت آفتاب سے بیتاب ہوکر ایک درخت سایہ دار کے نیچے کہ لب دریا واقع تھا پوست گرگ بچھا کر بیٹھے وہ جگہ آرام کی پا کر بیٹھے عادی نے کہا کہ گرمی سے جھلا جاتا ہوں اسوقت بڑی اذیت اٹھاتا ہوں اگر حکم ہو تو دریا میں غوطہ مار لوں ذرا طبیعت کو تسکین دوں امیر نے فرمایا کہ اس سے کیا بہتر ہے بہت خوب جائیے اچھی طرح سے نہائیے عادی نے کپڑے اُتار کے دریا کے کنارے پر رکھے اور آپ نہانے لگا دل کھول کے غوطہ مارنے لگا ناگہاں ایک صندوق بہا چلا آتا تھا عادی نے اسے روک کر کھولا تو اسمیں سے ایک دیو نکل کے عادی کے لپٹ گیا بھوت کیطرح اس سے چمٹ گیا عادی نے صاحبقران کو پکارا صاحبقران نے جا کر اس دیو کو پکڑ کے پھر صندوق میں بند کیا اور عادی کو دیدیا عادی نے اپنے دلمیں کہا کہ عمرو کا کہنا تو ہوا کہ میں زندہ زمین میں گاڑا جاتا تھا مجھ کو اپنا بچنا کسی صورت سے نظر نہیں آتا تھا مگر خدا نے مجھ کو بھی بچالیا کہ یہ دیو مجھ کو ملا اس صندوق کو لے جا کر عمرو کو دوں گا یہ بلا اس کے سپرد کر دوں گا جب وہ کھولے گا یہ اس کو لپٹ جائے گا تب اسکو میرا کہنا یاد آئے گا عادی نے اس صندوق کو محافظت سے اپنے پاس رکھا امیر چلے چند منزلوں کے بعد ایک دن عادی سے معلوم ہوا کہ عمرو مع لشکر تیغ مغرب میں مقام رکھتا ہے اس جگہ مع متعلقین قیام رکھتا ہے امیر نے زہرہ مصری وغیرہ کو عادی کے سپرد کر کے فرمایا کہ تم انکو ساتھ

لیکے آہستہ آہستہ آؤں میں آگے کا حال دریافت کروں وہاں کی سب کیفیت سے آگاہ ہوں یہ کہکر اشقر پر سوار ہوئے تھوڑی ہی دیر میں قلعہ کے متصل پہونچے قلعہ کے سامنے ایک ٹیکرا تھا اُسپر کھڑے ہو کر قلعہ کو دیکھنے لگے دیکھا قلعہ تو چھوٹا سا ہے لیکن برج بارہ فصیل پر تیاری ہے پرندہ اگر چاہے کہ اُسکے اوپر سے اُڑکر جاوے تو نصیب ہو وے اور قلعہ کے ایک طرف پہاڑ ہے اور دوسری طرف دریا ہے اور تیسری طرف صحرا ہے کوسوں تک ہزار گلہ کھلا نظر آتا ہے جن کا مقدار ہرگز قیاس میں نہیں سماتا ہے اور جابجا میوہ دار درخت خوش اسلوب نظر آتے ہیں کھانا تو کیسا جن کے دیکھنے سے لوگ حیات تازہ پاتے ہیں اور چوتھی طرف کہ شاہ درہ ہے خشکی ہے اور زد سے بچا ہوا نوشیرواں بالشکر غدار پڑا ہوا ہے خیمہ ہر سردار کا اپنے اپنے موقع پر کھڑا ہوا ہے اور عمرو فیلبند دروازے پر زرد اطلس چینی کے شامیانے کے نیچے کرسی جواہر نگار پر اس دماغ سے بیٹھا ہوا ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کی اُسکے آگے کچھ حقیقت نہیں اسکی ہیبت و رعب سے کسی کو بات کرنیکی طاقت نہیں داہنی طرف تو شاہان و شہریاران ہمراہی دست بستہ کمر بستہ کھڑے ہوئے ہیں اور بائیں طرف مقبل وفادار بارہ ہزار تیر انداز لیے کھڑا ہے امیر عمرو کو اس سج دھج سے دیکھکر بہت ہنسے اور قلعہ کی دیوار کے نیچے پوست گرگ بچھا کر بیٹھ گئے فقیروں کیطرح سے اسی دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور اشقر دیو زاد سے زبان جنی میں فرمایا کہ تو بھی اس صحرا میں کہ قلعہ کے نیچے ہے جاکر کچھ کھا پی آجو کچھ ہاتھ لگے وہ جاکر کھا لیکن کسی کے ہاتھ نہ آنا اشقر نے صحرا کی راہ لی شاہ عیاران عیار کا حال سُنیے کہ اُس دن جاکر مہر نگار کو جو امیر کے غم میں بہت بدحال پایا بیٹھ کر آپ بھی خوب رویا اور اُسکو بھی خوب رُلایا اور کہنے لگا کہ ملکہ خدا کو یاد کرو اللہ کی رحمت پر بھروسا کرکے اپنی طبیعت کو شاد کرو دیکھو وہ کیا کرتا ہے جامع المتفرقین اُسکا نام ہے ناامید و نکی تمنا بر لانا اُسی کارساز حقیقی کا کام ہے البتہ حمزہ کو تم سے ملا دیگا ایکدن تمھارا مطلوب تمھارے پاس ضرور آدیگا مہر نگار نے کہا کہ اے خواجہ صبر کی بھی آخر کچھ انتہا ہے صبر کہاں تک کروں کسطرح سے اپنی طبیعت کو تسکین دوں آج امیر کو گئے اٹھارہ برس پورے ہوئے عمرو بولا کہ ابھی تو شام کو بڑا عرصہ باقی ہے اگر شام تک امیر پہونچ جائیں اور خیر و خوبی سے تشریف لادیں تو خدا کی قدرت سے کیا دور ہے ملکہ ذرا قلعہ کے بالاخانے پر جاکر صحرا کی سیر دیکھو دیکھو تو کیسا ہزار گلہ کھلا ہوا ہے اور گیاہ سے کوسوں تک مخمل سبز کا فرش بچھا ہوا ہے کسی طرح تو دلکو بہلاؤ خدا را میری خاطر سے بالائے بام جاؤ مہر نگار کے بھی اُسوقت کچھ جی میں آگیا کلام عمرو کا اُسوقت بھا گیا چاروں طرف نظر اُٹھا کے کیفیت صحرا کی دیکھنے لگیں سقف قلعہ پر جاکے صحرا کیطرف قدرت خدا کا تماشا دیکھنے لگیں اتفاقاً تین چار قازیں اُڑی چلی جاتی تھیں کسی طرف سے اُڑتی ہوئی آتی تھیں مہر نگار نے یہ کہکر تیر مارا کہ میں فال دیکھتی ہوں اگر بیچ کی قاز کو میں نے مار لیا تو آج امیر سے ملاقات ضرور ہوگی بعد مدت مدید اُنکے دیکھنے اور ملنے سے مسرور ہونگی تیر بیچ ہی کی قاز کے بازو میں ترازو ہو گیا اور وہ قاز امیر کے روبرو گری امیر نے قاز کو تو ذبح کرکے اپنے روبرو رکھا اور پیکان تیر پر مہر نگار کا نام دیکھ کر بوسہ لینے لگے اُس تیر کی بلائیں لینے لگے سامنے سے عمرو نے دیکھا طیش کھاتا ہوا امیر کے پاس آکر کہنے لگا کہ او قلندر بے پیر تو نہیں جانتا کہ اس تیر پر

کسکے ناموس کا نام ہے اگر یہ سنتا ہے لاتیر مجھکو دے اسکی مرتبہ تو فقیر سمجھکر معاف کیا مگر بارہ دیگر ایسی بے ادبی کریگا تو اپنی سزا کو
پہونچے گا اس دار فانی سے دار بقا کو پہونچیگا امیر بولے ابے جا میں نے تجھ ایسے عیار بہت دیکھے ہیں اسکو جا کر دھمکا جو
تجھسے ڈر جاوے ایسے فریبی مکار بہت دیکھے ہیں میں بادشاہ ہفت کشور کو ذرہ کے برابر نہیں سمجھتا ہوں تو تو ادنی عیار ہے
تیرا کیا اعتبار ہے عمرو جو غصہ میں آیا فلاخن سر سے کھولکر ایک سنگ تراشیدہ خراشیدہ کفۂ فلاخن میں رکھ کر امیر کے اوپر مارا
امیر نے اُس پتھر کو نگاہ میں رکھا جب سینے کے نزدیک پہونچا دونوں ہاتھوں کے بیچ میں روکا اور للکار کر کہا او عیار کہاں جاتا
ہے سنبھل یہ فقیر بھی تجھے اپنی صنعت دکھاتا ہے وہی پتھر عمرو کے مارا عمرو نے دیکھا کہ پتھر بڑے زور سے آتا ہے اُچھلا الگ ہو گیا
اور دوسرا پتھر اور امیر پر مارا امیر نے اُسکو بھی رد کیا اور وہی پتھر عمرو کے مارا عمرو فوراً ہٹ گیا پتھر اوپر سے نکلگیا عمرو نے دیکھا کہ
یہ فقیر صاحب کمال معلوم ہوتا ہے اہل وجد و حال معلوم ہوتا ہے اُس سے یوں سر بر نہ ہو نگا چلکر لالچ دیجیے اور تیر تو اس سے لیجیے
عمرو نے نزدیک آکر کہا کہ اے قلندر پانچسو روپیہ دیتا ہوں تیر مجھکو دے امیر نے نہ مانا آخر عمرو نے کہا کہ ہزار روپیہ لے اور تیر دے
امیر نے کہا کہ میں نے قاف میں حمزہ کی بدولت ایسے ایسے روپیہ دنی ادنی کو دیڈالے ہیں سو تو مجھکو لالچ دلاتا ہے مجھے اپنی تونگری
دکھاتا ہے عمرو یہ بات سنکر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا کہ حمزہ کو دیکھے ہوے کتنا عرصہ ہوا امیر نے کہا ابھی چھ مہینے ہوے کہ میں اور
وہ ایک جا پر تھے عمرو نے کہا کہ کچھ تم سے امیر کہتے بھی تھے امیر بولے کہ چلتے وقت اتنا کہا تھا کہ جب مکے میں پہونچنا تو میرے باپ
سے سلام میرا کہکر خیریت میری کہدینا عمرو نے کہا کہ کچھ اور بھی کہا تھا بولے کہ ہاں یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہمارے رفیقوں سے ملاقات
ہووے تو ہماری طرف سے اُنکو پوچھ دینا عمرو بولا کہ اور بھی کسی کو کچھ پیغام دیا ہے امیر نے فرمایا کہ ایک بات بتاکید تمام مہرنگار
سے کہنے کو کہی ہے عمرو نے پوچھا کہ وہ بات کیا ہے برائے خدا جلد کہیے امیر بولے کہ میں تجھ سے نہ کہونگا اُنکے خلاف حکم نہ کرونگا مہرنگار
کے کان میں کہونگا اسواسطے کہ امیر نے مجھکو یہی فرمایا ہے عمرو نے کہا کہ حضرت یہ آپ کیا فرماتے ہیں یہ کیسی بات زباں پر لاتے ہیں مہرنگار
آپ کے سامنے کیونکر ہوگی وہ پردہ نشین ہے امیر نے کہا کہ نہ ہووے میں کہونگا بھی نہیں عمرو نے کہا کہ اے قلندر پانچسو تمن
لے اور امیر کے پیغام کو کہدے امیر نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ کہدیا اور تجھکو بخوبی آگاہ کیا کہ اگر مہرنگار کو سننا منظور ہو
تو مجھے بلا کر اپنے کان میں سنے اور نہیں تو حجت کرنے سے کیا کام ہے پیام نہ سننے کا اُسی پر الزام ہے عمرو ناچار ہو کر محل میں
گیا دیکھے تو عجیب طرح کی خوشی مچ رہی ہے کوئی پھولے نہیں سماتا ہے ہر شخص نہایت شادماں اور خوش نظر آتا ہے عمرو نے پوچھا
کہ یہ خوشی کس بات کی ہے کیا کچھ کسی نے تم کو نئی خوشخبری دی ہے ملکہ مہرنگار نے کہا کہ میں نے فال گوش کے طور پر ایک قاز پر تیر
لگایا تھا اپنے بخت کو آزمایا تھا وہ تیر قاز کے بازو پر لگ کر ترانہ ہو گیا اگر تیر مع صید قلعہ کی دیوار کے تلے گرا ہے ذرا اُسکو وہاں سے
لا دو اتنی مہربانی کرو اور خواجہ یہ فال بہت آزمائی ہوئی ہے یہ بات کئی مرتبہ میرے امتحان میں آئی ہوئی ہے ابھی تو دن بہت
ہے مہرزار بسوہ شام نہ ہونے پائیگی کہ امیر آئینگے عمرو نے دیکھا کہ عجب طرح کا ہنگامہ ہے کوئی آسمان پر آنکر لگائے ابر کو دیکھتی ہے تو
کہتی ہے کہ امیر کا تخت اس ابر میں ضرور ہے کوئی کوٹھے پر چڑھی ہوئی صحرا کی طرف تک رہی ہے کہ امیر اگر خشکی کی راہ آوینگے تو

ادھر سے آ دینگے عمرو نے اپنے دلمیں کہا کہ غنیمت ہے مہر نگار کوٹھے پر جا کر بیٹھی تو اس میں پھر مہر نگار نے کہا کہ خواجہ میرا تیر و
صید قلعہ کی دیوار کے نیچے گرا ہے اُٹھوا کر منگا دو یا تم خود جا کر لادو خواجہ نے کہا کہ آج دیوار کے نیچے ایک فقیر قلندر آ کر بیٹھا
ہے قاز و تیر اُسی کے آگے گرا تھا اُس نے قاز کو تو ذبح کر کے روبرو رکھ لیا ہے اور تیر اُسکے ہاتھ میں ہے کہتا ہے کہ میں قاف
سے آیا ہوں حمزہ کا کچھ پیغام ملکہ مہر نگار کو لایا ہوں میں اُسکے کان میں کہونگا جیسا انھوں نے کہا ہے ویسا ہی کرونگا ہر چند
میں نے اُسکو لالچ دیا اور اُس سے اصرار و مبالغہ کیا بولا کہ میں نے بہت کچھ حمزہ کی بدولت قاف میں خرچ کیا ہے نہ تو تیر
دیتا ہے اور نہ حمزہ کا پیغام کہتا ہے مہر نگار نے بیقرار ہو کر عمرو سے کہا کہ خواجہ برائے خدا اُس فقیر کو جلدی بلا لاؤ عمرو
نے پھر آ کر امیر سے کہا کہ اے قلندر میں تجھ کو ہزار تمن دیتا ہوں اگر حمزہ کا پیام مجھ سے کہدے میرے کہنے پر عمل کرے
امیر نے کہا کہ گفتگوے لغو کرنا کیا ضرور ہے مجھ کو مہر نگار کے سامنے لے چل اگر پیغام کا سننا تجھ کو اور اُنکو منظور ہے
ایک دفعہ کیا ہزار دفعہ کہدیا کہ میں سوائے مہر نگار کے کسی سے نہ کہونگا خلاف دستور کبھی نہیں کرونگا عمرو نے ناچار ہو کر
کہا کہ اچھا چلیے امیر نے قاز کو تو عمرو کو دیا اور تیر دیو ست گرگ اپنے ہاتھ میں لیکر چلے عمرو نے امیر کو محل میں لیجا کر پردے
کے پاس بٹھلا کر کہا کہ اے قلندر پردے سے لگی ہوئی مہر نگار بیٹھی ہے حمزہ کا پیام ادا کر امیر نے کہا کہ حمزہ نے مجھ کو
اپنے سر کی قسم دی تھی کہ مہر نگار کے کان میں کہنا پس میں کیونکر قسم کے خلاف کروں اگر سننا ہو تو مہر نگار میرے سامنے آئے
اپنے شوہر کا پیام سن جائے اور نہیں تو میں جاتا ہوں یہ کہہ کے امیر وہاں سے اُٹھ کر چلے ناچار عمرو نے پردے کے اندر
جا کے فتنہ بانو دختر دایہ مہر نگار کو ایک چادر اُڑھا کے بٹھلایا بجائے مہر نگار اُس لڑکی کو امیر کے سامنے لایا اور کہا کہ
اے درویش مہر نگار حاضر ہے جو کچھ کہنا ہے کہہ اب خاموش نہ رہ امیر نے کہا کہ منھ کھولو میں دیکھوں کہ مہر نگار ہے یا
کوئی اور ہے عمرو نے فتنہ کے منھ سے چادر جو ہٹائی اُسکی صورت جو اُسکو دکھائی امیر نے کہا کہ یہ مہر نگار نہیں ہے یہ
فتنہ ہے حمزہ نے اُس کی صورت کا بھی نشان مجھ کو دیا تھا اُسکے حال سے بھی مجھ کو آگاہ کیا تھا تب تو ناچار ہو کر خود مہر نگار
امیر کے سامنے آئی بمجبوری اُسکو اپنی صورت دکھائی امیر نے دیکھا کہ عجب حالت ہے رنگ زرد لب خشک چشم تر میلے کپڑے
پہنے ہوئے امیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر آنکھ بچا کر اُن آنسوؤں کو پی گئے تا کہ راز نہاں فاش نہ ہو جائے کوئی شخص دیکھ
دیکھ کر تاڑ نہ جائے عمرو نے کہا کہ اے درویش یہ تو مہر نگار ہے اب تو کہہ امیر نے کہا کہ وہی میری ایک بات ہے حمزہ کا
پیام مہر نگار کے کان میں کہونگا جو میں نے پہلے کہا ہے وہی کرونگا عمرو نے طیش کھا کر مقبل وغیرہ چند سرداروں کو بلا کر کہا
کہ تم لوگ تلواریں کھینچے کھڑے رہو جس وقت یہ فقیر باہر نکلے اُسے مار لو ایسے گستاخ کے ٹکڑے کر دو اسمیں مہر نگار نے کان اپنا
جھکا دیا اپنا سر اُن کے نزدیک کیا امیر نے چپکے سے کہا اے جان میں حمزہ ہوں فقیر نہیں ہوں یہ کہکر تاج کو جو سر سے
ہٹا دیا خال سبز رگ ہاشمی و کلالۂ ابراہیمی مہر نگار کو نظر آیا دیکھتے ہی مہر نگار نے ایک چیخ ماری اور اُدھر امیر نے ایک
آہ کا نعرہ مارا دونوں بیہوش ہو گئے کثرت اشتیاق سے مدہوش ہو گئے عمرو نے جو غور سے امیر کی پیشانی کو دیکھا پہچانا

کوہ قاف سے صاحبقراں کا قلعہ تنج مغرب کیطرف ملکہ مہر نگار کے پاس آنا اور دفعتہ اپنے تئیں ظاہر کرنا اور مہر نگار و امیر کا بیہوش ہو جانا اور اسکے بعد بصد خوشی جشن کرنا

اور بالیقین جانا کہ یہ خود حمزہ ہے دوڑ کر قدموں پر گر پڑا اور کئی بار تصدق ہوا سب کو امیر کا آنا معلوم ہوا گلاب و بید مشک مہر نگار و امیر کے منہ پر چھڑکا اور چار طرف سے پنکھا جھلنے لگے دونوں خود رفتہ آپ میں آئے امیر نے عمرو اور مقبل کو چھاتی سے لگایا سب کے حال پر التفات فرمایا اور بے اختیار رونے لگے سب کے سب زار زار رونے لگے اندر سے باہر تک اُس دن عید ہوگئی اُسیدم ملکہ مہر نگار نے جشن کی تیاری کا حکم دیکے حمام کیا اور پوشاک عروسانہ پہنکر اپنے کو ہر ہفت کیا امیر نے باہر جاکر ایک ایک سردار کو گلے سے لگایا اور خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا کوئی ایسا نہ تھا کہ جس نے اُسدن صاحبقراں پر سے زر و جواہر نثار نہیں کیا سامان تصدق تیار نہیں کیا حتی کہ عمرو تک نے دو پیسے تصدق کیے چونکہ عمرو کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی اسلیے اُسنے اسی قدر دیے فوراً عمرو نے نقار خانے میں نوبت بجانے کا حکم بھیجا ہر گاہ آواز مبارک وسلامت اور صدائے شادیانہ نوشیرواں کے کان میں پہونچی عیاروں سے پوچھا کہ یہ کیا ہنگامہ ہے انھوں نے عرض کی کہ صد اقلعہ کے شور و غل کی ہے سنتے ہیں کہ حمزہ قاف سے آیا بختک بولا کہ حضور پھر کوئی عیاری عمرو کو سوجھی ہوگی بادشاہ نے بزرجمہر سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں بزرجمہر نے کہا کہ از روے حساب کے تو معلوم ہوتا ہے کہ حمزہ آیا ہوا اور میں بھی یہی سوچکر بصرے سے آیا ہوں کہ امیر حمزہ سے ملاقات کروں اور قاف کی کیفیت اُنکی زبان سے سنوں اب اشقر دیوزاد کا حال سنیے وہ جو جنگل میں چرنے کو گیا وہاں نوشیرواں کے بھی گھوڑے

چڑھ رہے تھے اشقر کو جو بڑا معلوم ہوا بہت سے گھوڑوں کو ٹاپوں سے مار ڈالا جو مقابلے میں آیا اُسکا بو گرا نکالا باقی جو بچ رہے قریب شام وہ اپنے لشکر کی طرف بھاگے اشقر نے اُنکا پیچھا کیا گھوڑے جو بدحواس ہو کر اپنے لشکر میں داخل ہوئے اکثر خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں لوگوں کے ہاتھ سے رسیاں چھوٹ گئیں لوگ اشقر کے اوپر دوڑے اشقر نے جسپر منھ مارا اُسکو چیر کر پھینکدیا ایک ٹاپ سے پیٹ چاک کیا جسکے سر پر ٹاپ ماری کاسہ اُسکے سر کا جھن سے الگ جاتا رہا اوندھا زمین پر آرہا جسکی گردن پکڑ کے جھٹکا مارا سر اُسکا دھڑ سے الگ ہوگیا اسیطرح ہزاروں کافر اشقر نے مارے نوشیرواں کے لشکر نے جانا کہ مسلمانوں نے سر شام شبخون مارا تیار ہو کر اپنی ہی فوج کو غنیم کی فوج سمجھ کر صبح تک بایکدیگر کشتم کشتا آپس میں جنگ جدال کیا کیے صبح کو جو دیکھا تو سوا اپنی فوج کے دوسرے کا کشتہ نظر نہ آیا ایک بھی غیر شخص کو مقتول نہ پایا نوشیرواں اشقر کو دیکھ کر عاشق ہوگیا حکم کیا کہ اس گھوڑے کو کسیطرح سے پکڑنا چاہیے جس طرح سے بنے قبضے میں لانا چاہیے جو اس کو پکڑنے جاتا تھا ضرب شدید اُٹھاتا تھا اپنی جان گنواتا تھا امیر نے عمرو سے کہا کہ آج اسوقت تک نوشیرواں کے لشکر میں شور و غل برپا ہے دریافت تو کرو کہ ماجرا کیا ہے یہ کیسا ہنگامہ و فساد ہو رہا ہے اسمیں ایک عیار نے آکر مفصل حال بیان کیا صاحبقراں نے عمرو سے کہا کہ وہ گھوڑا میرا ہے تم جاؤ اُس سے کہنا کہ اے فرزند نامیس و انیسہ تجھکو صاحبقراں نے بلایا ہے یہ تابعدار تیرے بلانے کو آیا ہے وہ اُسی دم تمھارے ساتھ ہوگا تم اُسکو یہاں لے آنا کسی طرح کا خوف نہ کھانا عمرو نے جو حسب الحکم امیر کے گھوڑے کو پیغام دیا اور اسکو طلبی سے آگاہ کیا اشقر عمرو کے ساتھ ہوا امیر قلعہ سے نیچے اُتر آئے اشقر کو گلے سے لگایا اور عمرو کی تعریف کر کے فرمایا کہ اے اشقر عمرو تمھاری خدمت کیا کریگا تم کو سب طرح کا آرام دیا کریگا اور عمرو کو حکم دیا کہ اشقر کو سب گھوڑوں کے آگے باندھ کر اس کے کھانے پینے کی تم خود خبر رکھنا اُس کے دوسرے دن عادی مع زہرہ مصری و خواجہ آشوب و بہلول پہونچا زہرہ مصری کو تو امیر نے مہر نگار کے پاس محل میں بھجوا دیا اُسکے اندر رہنے کا حکم دیا اور خواجہ آشوب و بہلول کو بلا کر اپنے پاس رکھا عادی آپ چپکے سے عمرو کو بلا لیگیا اور وہ صندوق دیکر کہا کہ اسمیں بہت ساز و جواہر ہے مجھے جس طرح سے ملا ہے اسیطرح میں نے تمھارے واسطے امانت رکھا ہے اس صندوق کو لیجیے اور سب جواہرات کو تصرف کیجیے عمرو صندوق کو لے کر عادی سے بہت خوش ہوا اور ایک کوٹھری میں لیجا کر کنڈی اُس کی اندر سے دیدی اور اُس صندوق کو کھولا کھولنا تھا کہ اسمیں سے ایک دیو نکلکر لپٹ گیا بے اختیار اُسکو چمٹ گیا عمرو نے سفید مہرہ بجایا اور غل مچایا امیر اُسوقت مہر نگار کے پاس داد عیش و عشرت دے رہے تھے ناگاہ سفید مہرہ کی آواز جو کان میں آئی ہڑ بڑا کر دوڑے بہت بدحواس گھبرا کر دوڑے کہ عمرو پر کیا حادثہ ہوا جو وہ سفید مہرہ بجاتا ہے کسی آفت میں شاید گرفتار ہوا جو مجھ کو آواز سناتا ہے مہر نگار کو لیے ہوئے صحن میں نکل آئے اور مقبل بھی زہرہ مصری سے اختلاط کر رہا تھا امیر کی آہٹ پا کر نکل آیا وہ بھی بہت گھبرایا امیر نے کان رکھ کر جو سنا معلوم ہوا کہ فلانے حجرے سے سفید مہرہ کی آواز آتی ہے اُسی طرف آہٹ پائی جاتی ہے

امیر اُس حجرے کیطرف گئے دروازہ اُسکا اندر سے بند تھا ایک لات ماری دروازہ ٹوٹ گیا دیکھیں تو وہی دیو جسکو پکڑ کے عادی کے حوالہ کیا تھا اُسکو قید کرنے کو دیا تھا کونے سے لگا ہوا کھڑا ہے عمرو پر حملہ کرنے کو اڑا ہے اور ایک کونے میں عمرو کھڑا ہوا اسفید مہرہ بجا رہا ہے کہ میں اُسکی مدد کو پہونچوں اسلیے وہ مجھکو آواز اُسکی سنا رہا ہے امیر کمر بند اُسکا پکڑ کے ملکہ کے سامنے لے گئے اور بوسیدہ کپڑے کیطرح سے ملکہ کے روبرو اُسکو چیر ڈالا کلیجہ اُسکا اُسکے پیٹ سے نکالا سبھوں نے امیر کی قوت پر آفرین کی اُنکی جرأت پر شاباش دی اور مہر نگار نے بہت کچھ امیر پر سے نثار کیا چونکہ عمرو اس صدمے سے بیہوش ہوگیا تھا جب لوگ گلاب چھڑک کر اُسکو ہوش میں لائے عادی سے کہنے لگا کہ بھلا اے شکم بزرگ تو نے مجھ سے یہ حرکت کی مجھکو خوب اذیت دی لیکن دیکھ تو میں بھی کیسا عوض لیتا ہوں تجھکو بھی کیسا صدمہ دیتا ہوں عادی نے ہنسکر کہا کہ خواجہ میں تمھارے کہنے سے زندہ قبر میں گاڑا گیا تھا کسی طرح میرا کہنا بھی تو ہوتا یا نہیں بارے امیر نے دونوں کو ملوا دیا اُنکو باہم موافق کیا اور فرمایا کہ عمرو خاطر جمع رکھ آسمان پری تیرے واسطے بہت سے تحفے قاف سے لاویگی جسکے دیکھنے سے تیری طبیعت بہت حظ اُٹھاوے گی عمرو بہت خوش ہوا اور امیر کو دعائیں دینے لگا کمال محبت و اخلاص سے بلائیں لینے لگا

تمام ہوا دفتر تیسرا باقی حال چوتھے دفتر میں

لکھا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ